SUNDARLAL

GITA AUR QURAN

TRANSLATED IN URDU BY

PANDIT SUNDARLAL

اوم

گیتا اور قرآن

U6649

"حق یہ ہے کہ ایک ہی حقیقت کی آواز ساری دنیا میں گونج رہی ہے۔ گیتا ہندوستان کا قرآن ہے اور قرآن عرب کی گیتا۔" — خوب اللہ شاہ قلندر قادری۔

سُندرلال

U0059

٢٩٧٫١٢٠٧
س ن د

گیتا اور قرآن

سندر لال

خادم قوم
سندر لال
حیدرآباد ۸ دسمبر ۶۰

سندر لال سیکریٹری ہندستانی کلچر سوسایٹی' نے
۳۳ بائی کا باغ' الہ آباد سے نکالی

۹۱۰۸

مول ڈھائی روپیہ

یہ کتاب—اردو اور ناگری دونوں لکھاوٹوں میں
مل سکتی ہے .

بھمبھر ناتھ نے وشووانی پریس'
الہ آباد میں چھاپی

احسان مندی

سونو چاندی تولوانو وے پاری منڈل نو دھرم نو کانٹو'
کھارا کنواں زاویری بازار' بمبئی

نے

"گیتا اور قرآن" کی ھندی اردو ایڈیشن کے لئے
ھندستانی کلچر سوسایٹی' الہ آباد

کو

پانچ ھزار روپیہ

دان دیا ھے

اسی رقم سے یہ ایڈیشن چھپی ھے
اس کی آمدنی اسی کتاب کے چھاپنے اور پرچار کرنے کے
نیک کام میں خرچ کیجاویگی

جس سے

دیش کے ھندو مسلمان بھائی ایک دوسرے کے دھرم کو
سمجھیں اور
پریم بڑھے

سندر لال
سیکریٹری ھندستانی کلچر سوسائٹی

۵ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ ۔۔۔ ۳۳ بائی کا باغ الہ آباد

ھندو کہیں رام موھے پیارا'
ترک کہیں رحمانا
آپس میں دوو لڑ لڑ موے'
مرم نہ کا ھو جانا
— کبیر

گیتا اور قرآن

صفحہ　　　　　　　　　　　　　　　　کیا کہاں

۱— دنیا کے سب مذہب ایک ہیں ۱

گیتا

۲ — گیتا ۹۷

۳ — گیتا دھرم ۱۱۱

۴ — گیتا کا سار ۱۵۸

قرآن

۵ — قرآن ۱۶۹

۶ — قرآن اور اوسکی تعلیم ۱۸۳

۷ — کچھ اور — عورتوں کے بارے میں' جہاد'
عاقبت' آخرت' جنت اور جہنم ۲۵۳

۷۸۶

دُنیا کے سب مذہب ایک ہیں

۱

جب سے دنیا بنی ہے، یا کم سے کم جب سے اس دھرتی پر آدمی کا رہنا شروع ہوا ہے، تب سے ہر آدمی کا دل دو الگ الگ طرف کو کھنچتا رہا ہے: کبھی خود غرضی کی طرف کبھی دوسروں کی بھلائی کی طرف، کبھی سوارتھ کی طرف کبھی پرویکار کی طرف۔ بُرائی اور بھلائی، بدی اور نیکی، پاپ اور پُن، گناہ اور ثواب ان دونوں راستوں کے ہی الگ الگ نام ہیں۔ کوئی شاید آدمی ایسا نہیں ہے جس کے دل پر یہ دونوں کبھی نہ کبھی اپنا اثر نہ ڈالتے ہوں۔ یہ دونوں اپنی اپنی طرف آدمی کے دل کو برابر کھینچتے رہتے ہیں: اور یہی کھینچا تانی یہی اندر کی کشمکش دنیا کی سب سے بڑی جنگ یا دنیا کا سب سے بڑا سنگرام ہے۔ اس سنگرام میں خود غرضی یا سوارتھ، بدی یا بُرائی کو اپنے اندر سے نہ مٹا سکنا آدمی کی سب سے بڑی ہار، اور اُن سے اپنے

آپ کو پاک صاف کر سکنا سب سے بڑی جیت ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسروں کی بھلائی یعنی پروپکار یا نیکی کو اپنی زندگی میں جگہ دینا جیت ہے اور جگہ نہ دے سکنا سب سے بڑی ہار۔ یہ جیت اس لیئے سب سے بڑی جیت سمجھی جاتی ہے کہ اس میں ہر آدمی کی اور تمام انسانی دنیا کی بھلائی ہے۔ اس میں ساری دنیا کی ترقی اور سکھ چین کے راستے کھلتے ہیں۔ اور یہ ہار اس لیئے سب سے بڑی ہار مانی جاتی ہے کیونکہ اس میں آدمی کو زیادہ سے زیادہ مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں، اور یہی انسانی دنیا کے بڑے سے بڑے دکھوں کا اور بربادی کا اصلی سبب ہے۔

اس جیت میں دنیا کی بھلائی اور اس ہار میں دنیا کے دکھوں اور بربادی کی جڑ اس لیئے ہے کہ اگر ہم آدمی کی زندگی پر گہری نظر ڈالیں تو صاف دکھائی دے جاتا ہے کہ دنیا کے آدمی سب ایک دوسرے سے ایسے ہی بندھے اور جکڑے ہوئے ہیں جیسے ہمارے بدن کے الگ الگ حصے ہاتھ پیر آنکھ ناک اور کان ایک دوسرے سے۔

اسی طرح دنیا کی سب چیزیں، اور خاص کر آدمیوں کے سب گروہ، آپس میں ایک دوسرے سے ایسے اٹوٹ اور گہرے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں کہ ان کا اصلی فائدہ اور نقصان الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم سب مل کر ایک کنبے یا ایک کٹمب کی طرح ہیں، جس کی بنیادیں میں محبت، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور ایک دوسرے کی سیوا پر قائم

ہیں اور جس کو سب سے بڑا نقصان ایک دوسرے سے نفرت کرنے اور لڑنے سے پہنچتا ہے۔

آدمی کے اندر کی جس لڑائی کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے اس میں جیت اسی درجے تک ہوتی ہے جس درجے تک آدمی اس سچائی کو سمجھ لیتا ہے۔ آدمی جتنا جتنا اس بات کو سمجھتا جاتا ہے اتنا اتنا ہی اسے دکھائی دینے لگتا ہے کہ دوسروں کے بھلے میں ہی اس کا اپنا اصلی بھلا ہے اور دوسروں کی بربادی میں اس کی اپنی بربادی ہے۔

اس طرح دھیرے دھیرے آدمی کے اندر سے اپنے اور پرائے کا بھید کم ہوتا جاتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ اس کے اپنے پن کا دائرہ بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے اور پرائے پن کا خیال گھٹتا اور سکڑتا جاتا ہے۔ اس کے دل میں ایک ایک کر کے اپنے گاؤں، اپنے شہر، اپنے دیس، اور بڑھتے بڑھتے ساری دھرتی کے آدمیوں کے ساتھ اپنا پن بیٹھنے اور جمنے لگتا ہے۔ اسے دوسروں کے بھلے میں اپنی بھلائی دوسروں کی بربادی میں اپنی بربادی، دوسروں کے سکھ میں اپنا سکھ اور دوسروں کے دکھ میں اپنا دکھ دکھائی دینے لگتا ہے۔ دنیا کے سب دیسوں میں سب آدمیوں کے اس بات کو سمجھ لینے پر ہی دنیا بھر کی سچی شانتی، سچے امن اور سچے سکھ کا دارمدار ہے۔

آدمی کے اندر اس سمجھ کے پیدا ہونے میں بہت دیر لگتی ہے، خاص کر قوموں اور ملکوں میں اس خیال کا پیدا ہونا اور بڑھنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے

اس لئے یہ کھینچا تانی ٹنے نہیں پاتی اور اس کے جاری رہنے سے دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچتے رہتے ہیں۔ جب جب یہ کھینچا تانی بڑھ جاتی ہے اور دنیا کے لوگوں میں ناسمجھی خود غرضی اور آپا دھاپی کا زور ہوتا ہے تب تب بے امنی بے چینی اور بربادی بڑھتی ہے اور جب جب ایک دوسرے سے پریم میل ملاپ اور سب کے بھلے کی اچھیا زور پکڑتی ہے تب تب امن چین اور خوشحالی چاروں طرف نظر آنے لگتی ہے۔ جتنا جتنا دنیا کے اندر اپنے اور پرائے کا فرق بڑھتا جاتا ہے گروہ بندی یا گٹ بندی بڑھتی ہے اتنا اتنا ہی سماج کی آتما ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتی ہے جھگڑے بڑھتے ہیں اور دکھ غریبی اور بربادی پھیلتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ باہر کے سب لڑائی جھگڑے آدمی کی اس ناسمجھی کا ہی نتیجہ اور اندر کی اس کھینچا تانی کی ہی پرچھائیں ہوتے ہیں۔

اس ناسمجھی کی طرف لوگوں کا دھیان دلانے اور انھیں اس کھینچا تانی کے دور کرنے کے راستے بتانے کا کام سب سے زیادہ دھرموں نے کیا ہے۔ دھرم شبد سنسکرت "دھری" سے بنا ہے جس کے معنے سنبھالے رکھنا یا ملائے رکھنا ہے۔ جو چیز سب آدمیوں کو سنبھالے یا ملائے رکھے اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے روکے، اسی کا نام دھرم ہے۔ سنسکرت کی کتابوں میں جگہ جگہ دھرم شبد کا یہی ارتھ بتایا گیا ہے۔ مہابھارت میں لکھا ہے:-

"دھرم شبد دھارن کرنے سے سمبندھ رکھتا ہے جس کا ارتھ سنبھالے

رکھنا یا ملاپ رکھنا ہی۔ دھرم سے سب لوگ سنبھلے اور ملے رہتے ہیں۔ اس لیئے جس کام سے سب لوگ ملے رہیں وہی سچ مچ دھرم ہی۔ سب کے بھلے کے لیئے دھرم کا بیان کیا گیا ہی۔ جس کام سے سب کا بھلا ہو اصل میں وہی دھرم ہی کسی جاندار کو دُکھ یا نقصان نہ پہنچے اس لیئے دھرم کا بیان کیا گیا ہی۔ جس کام سے کسی کو نقصان نہ پہنچے وہی سچ مچ دھرم ہی۔ جو آدمی ہمیشہ سب کا بھلا چاہتا ہی اور جو سب کے بھلے کے کاموں میں تن من اور بچن سے پوری طرح لگا رہتا ہی' اَی جاجلے! وہی دھرم کا جاننے والا ہی"

مذہب لفظ کے معنے راستہ ہی۔ جو راستہ سب کی بھلائی کا راستہ ہی وہی اصلی مذہب ہی۔ قرآن میں لکھا ہی:-

"سچ مچ تم سب انسانوں کی ایک ہی قوم ہی۔ اور ایک ہی اللہ تم سب کا رب ہی۔ اس لیئے اُسی ایک کی پوجا کرو۔ لوگوں نے کاٹ کاٹ کر اپنے ٹکڑے (الگ الگ گروہ) بنا رکھے ہیں۔ یہ سب کو ایک ہی اللہ کے پاس جانا ہی" (انبیاء: ۹۲، ۹۳)

ایک بار محمد صاحب سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا ہی؟ انھوں نے جواب دیا "صبر کرنا اور دوسروں کی بھلائی کرنا" (احمد)

ایک اور جگہ اسلام کے پیغمبر نے کہا ہی "اگر مومن (ایمان والا) ہونا چاہتا ہی تو اپنے پڑوسی کا بھلا کر اور اگر مسلم ہونا چاہتا ہی تو جو کچھ اپنے لیئے اچھا سمجھتا ہی وہی سب کے لیئے اچھا سمجھ" (ترمذی)

محمدؐ صاحب کی ایک اور کہاوت ہے کہ "سب مخلوق (سرشٹی) اللہ کا کنبہ ہیں، اور اُن سب میں اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے جو اللہ کے اِس کنبے کا بھلا کرتا ہے۔" (بیہقی)

پنتھ، پتھ، مارگ اور جاپانی اور چینی زبانوں میں تو، یا دو کے بھی وہی معنی ہیں جو مذہب کے۔ انگریزی لفظ ریلیجن جس لفظ سے نکلا ہے اُس کے معنی باندھنا ہیں۔ جو چیز سب لوگوں کو ایک دوسرے سے باندھے یا ملائے رکھے وہی ریلیجن ہے۔

اس طرح دھرم، مذہب یا ریلیجن کی سب سے بڑی غرض اور اس کا سب سے بڑا کام یہی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو آپس کی پھوٹ، لڑائی جھگڑے اور فساد سے بچائے، انھیں ایک کنبے والوں کی طرح محبت کی ڈور میں باندھے اور ملائے رکھے، اور انھیں ایک دوسرے سے برتاؤ کرنے رہنے سہنے اور جینے کا وہ ڈھنگ، وہ راستہ، وہ اُصول اور وہ نیم بتائے جس سے سب کا بھلا ہو۔ یہ نیم یا اصول نیکی سداچار یا اخلاق کے وہ جانے بوجھے اصول ہیں جن پر دنیا کے سب مذہبوں اور اُن کے قائم کرنے یا چلانے والوں نے شروع سے آج تک ایک سا زور دیا ہے۔

لوگوں کو زندگی کے اِن سیدھے سادے بُنیادی اصولوں پر چلائے رکھنے کے لیئے ایک سب سے بڑا طریقہ، جس سے دنیا کے مذہبوں نے کام لیا ہے، یہ ہے کہ ایک ایشور، خدا یا گاڈ میں یقین کیا جائے جو سب کا ایشور ہے۔ اِس

اتنے بڑے سنسار، اس دنیا کا کوئی نہ کوئی چلانے والا ضرور ہے۔ کوئی نہ کوئی سب سے بڑی طاقت ہے جس سے ہم سب کا ناتا ہے اور جس کی طرف ہم سب بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ جس طرح ہماری دھرتی کی اور اس کے باہر بھی دور دور تک کی ساری گرمی اور روشنی اس سورج سے آتی ہے اسی طرح ہماری جان ہماری سب چیتن شکتیوں، ہماری روح یا آتما کے اندر کی سب اچرج بھری طاقتوں کا بھی کہیں نہ کہیں کوئی خزانہ ہے جہاں سے ان سب کا نکاس ہے۔ ہماری اپنی آتما (روح) کا چھوٹا پن اس کی کمزوری اور اس کی بے بسی ہی ہمیں اس پرم آتما، اس روحِ کل کی بھرپور طاقتوں کی خبر دیتی ہے۔ سب مذہبوں نے مانا ہے کہ ایشور (اللہ) آدمی کی چھوٹی سی عقل اور اس کی سمجھ سے کہیں اوپر اور باہر ہے۔ ساتھ ہی ہر مذہب کے یوگیوں، صوفیوں، سنتوں، ولیوں، رشیوں اور نبیوں نے اس مٹی کے جسم اور اس چھوٹی سی عقل کی حدوں کو پار کر کے اس بے حد اور بے انت کی تھوڑی بہت جھلک پانے کا دعویٰ کیا ہے۔ بودھ مذہب، یا ایسے ہی اور مذہب جن کی بابت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں مانتے، وہ بھی سدّھ (کامل)، ارہنت (قابل) یا بدھ (روشن یا عقلِ کل) کسی نہ کسی روپ میں سب حدوں اور کمزوریوں سے اوپر پورن آتما، پرم آتما، سروآتما، یا روحِ کل، کو مانتے ہیں۔ اسی پورے پن یا کمال تک پہنچنے کی کوشش کرنا آدمی کا دھرم اور اس کا فرض بتاتے ہیں، اور وہاں تک پہنچنے کے لیے نیکی، سداچار اور سب آدمیوں کے ساتھ

بھائی چارہ رکھنے کو سب سے زیادہ ضروری بتاتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ ہم چاہے اُسے کسی نام سے پکاریں، بھگوان، ایشور، پرماتما، خدا، اللہ یا گاڈ، اُسی ایک پرمیشور کو ماننا، اُسے سب کا ایک برابر ایشور یا رب ماننا، اُس کے بندوں کی حیثیت سے سب آدمیوں کو اپنا بھائی ماننا، اور سب کے ساتھ میں ملاپ، محبت اور نیکی کا برتاؤ کرنا، یہی دنیا کے سب دھرم اور مذہبوں کا نچوڑ ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ دنیا کے سب بڑے بڑے مذہبوں نے اس دھرتی کے کروڑوں آدمیوں کو سیکڑوں اور ہزاروں برس تک ٹھیک راستے پر رکھا ہے۔ آج تک کروڑوں آدمیوں کے دلوں اور دماغوں کو، اُن کی روحوں، اُن کی آتماؤں کو دھرم اور مذہب سے بڑھ کر سکھ، شانتی اور سکون دینے والی کوئی دوسری چیز نہیں ہوئی۔ آدمی آدمی میں پریم پیدا کرنے والی بھی آج تک دھرم یا مذہب سے بڑھ کر کوئی طاقت دکھائی نہیں دیتی۔

اس وقت ساری دنیا میں سیکڑوں چھوٹے بڑے فرقے، دھرم، مذہب، پنتھ اور مت موجود ہیں۔ اِن سب میں چھ خاص مانے جاتے ہیں: ہندو دھرم، یہودی دھرم، زرتشتی یعنی پارسی دھرم، بودھ دھرم، عیسائی دھرم اور اسلام۔ اِن میں جہاں تک پتا چلتا ہے ہندو دھرم سب سے پرانا اور اسلام سب سے حال کا ہے۔ ہندو دھرم کے ماننے والے ہندوستان کو چھوڑ کر باقی دنیا میں نہیں کے برابر ہیں۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ تعداد عیسائیوں اور

بودھوں کی ہے اور سب سے کم یہودیوں اور پارسیوں کی ہے۔ اسلام کو جنم لیے ہوئے ساڑھے تیرہ سو سال کے قریب ہوئے۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد آج ساری دنیا میں قریب تیس کروڑ ہے۔ ان چھ بڑے بڑے مذہبوں کی چھ خاص کتابیں ہیں۔ ہندوؤں کی رِگ وید، یہودیوں کی توراۃ، پارسیوں کی ژند اوستا، بودھوں کی ترپٹک، عیسائیوں کی انجیل اور مسلمانوں کی قرآن۔

ان چھ پاک کتابوں کو اگر برابر برابر رکھ کر پریم سے پڑھا جائے تو ان سب کی بتائی بنیادی باتیں ایک ہی نظر آتی ہیں۔ کہیں کہیں تو ان کی کتھائیں، کہانیاں، روایتیں اور فقرے کے فقرے ملتے چلے جاتے ہیں۔ انھیں اس طرح ملا کر پڑھنے والے کو اس بارے میں ذرا سا بھی شک نہیں رہ سکتا کہ یہ سب مذہب ایک ہی جڑ سے نکلے ہیں، یا یوں کہیے کہ ایک ہی بڑے پیڑ کی دور دور تک پھیلی ہوئی ٹہنیاں ہیں، جن میں سے ہر ٹہنی اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے زمانے میں سچائی کی کھوج کرنے والی کروڑوں دکھی آتماؤں کو شانتی، سایہ اور ٹھنڈک دیتی رہی ہے اور اب بھی دے رہی ہے۔ اوپر کی چھ کتابوں میں رِگ وید سب سے پرانی کتاب ہے اور قرآن سب سے حال کی۔ پھر بھی قرآن کی سورت النور میں خدا کی قدرت اور اس کی حمد و استوتی کو پڑھ کر فوراً رِگ وید کی کچھ رچائیں یاد آنے لگتی ہیں جن میں ایشور کی استوتی کی گئی ہے۔ قرآن میں ایشور کا سب سے بڑا نام اللہ ہے۔ رِگ وید میں ایشور

کے ناموں میں سے ایک نام "الا" ہے جو سنسکرت میں 'اِل' دھاتو سے نکلا ہے جس کے معنی استوتی کرنا یا پوجا کرنا ہے۔ رگ وید کا ایک پورا سُوکت الا کے نام پر ہے۔ آج سے کم سے کم چھ ہزار برس پہلے کی سُمیری تہذیب اور وہاں کی بولی میں بھی خدا کو 'ایل' کہتے تھے۔ اُسی سے پُرانے شہر بابل (باب ایل' اللہ کا دروازہ) کا نام پڑا۔ یہودیوں کی توراۃ اور پارسیوں کی ژند اوستا میں بھی یہ نام جگہ جگہ ملتا ہے۔ حضرت عیسیٰ جب سولی پر چڑھائے گئے تو کہا جاتا ہے کہ اُن کے مُنھ سے "الوہی الوہی لما سبقتنی" (اے ایشور اے میرے ایشور!) کے شبد نکلے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ترجمان القرآن میں دکھلایا ہے کہ کلدانی، سُریانی، عبرانی اور سب پرانی زبانوں میں ایشور کا نام اس سے ملتا جلتا ہی لیا جاتا تھا۔ جیسے کلدانی میں الاہیا، عبرانی میں الوہ، وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اللہ نام کسی نہ کسی شکل میں رگ وید کے زمانے سے لے کر آج تک بہت سے ملکوں اور زبانوں میں چلا آرہا ہے۔

ایسے ہی قرآن کا 'رب' رگ وید کا ساری دنیا کو پالنے والا "ربھو" ہے۔ قرآن کی سب سے شروع کی دعا اھدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھے راستے پر لے چل) اور رگ وید کی رچا "اگنے نیے سوپتھا" دونوں ایک دوسرے کا لفظی ترجمہ ہیں۔ ویدوں کا "ایکم ایوادویتیم" اور اسلام کا "وحدہٗ لاشریک لہٗ" دونوں کے ٹھیک ایک ہی معنی ہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی اور

ساجھی نہیں ہے۔

یہی حال دوسرے سب مذہبوں کی کتابوں کا ہے۔ قرآن کا لا الٰہ الا ہُو یا کلمہ توحید کے لفظ لا الٰہ الا اللہ اور ژند اوستا کا نیست ایزد مگر یزداں دونوں ایک دوسرے کے لفظی ترجمے ہیں۔ قرآن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٹھیک ایک سو چودہ دفعہ آیا ہے جس کا مطلب ہے: ساتھ نام اُس اللہ کے جو رحم کرنے والا اور دیا وان ہے۔ ایران کے زرتشتی وِدوان اپنی کتابوں کو "بنام یزدان بخشش گر دادار" سے شروع کرتے تھے۔ دونوں کا ٹھیک ایک ہی مطلب ہے۔

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ان بڑے بڑے مذہبوں کے قائم کرنے والے اپنے سے پہلے والے اور اپنے سے بعد آنے والے مذہبوں کے بارے میں کیا خیال رکھتے تھے۔ ان خیالوں پر نظر ڈالنے سے ہمیں یہ اچرج ہوتا ہے کہ گو ان سب مہاپرشوں اور نبیوں نے اتنے صاف صاف لفظوں میں اور اتنے زور کے ساتھ ہر مذہب کی سچائی اور اونچائی کا اعلان کیا ہے پھر بھی ان کے پیچھے چلنے والوں کے کان تک اُن کی آوازیں نہیں پہنچ پائیں۔ نیچے لکھی ہوئی مثالیں ہمارے مطلب کو پوری طرح صاف کر دیں گی۔

شری کرشن نے گیتا میں کہا ہے: "جو جس راستے سے چل کر ایشور تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں ایشور انھیں اسی راستے سے ملتے ہیں۔ لوگ الگ الگ طرف سے چل کر بھی اسی طرح ایک ایشور تک پہنچتے ہیں جس طرح ایک

گول چکر کے چاروں طرف کھڑے ہوئے آدمی الگ الگ طرف کو چل کر ایک کیندر (مرکز) تک پہنچتے ہیں" (۴ - ۱۱)

پارسی مذہب کے قائم کرنے والے مہاتما زرتشت نے کہا ہے کہ "ہم دنیا کے اب سے پہلے کے مذہبوں کو مانتے ہیں۔ وہ سب نیکی کی طرف لے جانے والے تھے" (یسنا ۱۶ - ۳)

چین کے زیادہ تر لوگ شروع سے ہندستان کے مہاتما بدھ اور چین کے مہاتما لاؤتزے اور مہاتما کنگ فوتزے تینوں کو ایک برابر اپنا گرو، پیر اور رہبر مانتے ہیں۔ کنگ فوتزے اور لاؤتزے دونوں چین کے دو بڑے بڑے مذہبوں کے قائم کرنے والے تھے۔ کنگ فوتزے نے کہا ہے کہ "میں صرف پچھلی باتوں کو آگے چلا رہا ہوں۔ میں کوئی نئی چیز نہیں گڑھ سکتا۔"

بدھ نے کہا ہے: "بہت سے بدھ مجھ سے پہلے آئے ہیں اور بہت سے میرے بعد آویں گے۔ میں پرانی دھرم کو ہی پھر سے پھیلا رہا ہوں۔"

بودھ مذہب اور جین مذہب دونوں کے ماننے والے مانتے ہیں کہ شروع سے اب تک برابر بدھ اور تیرتھنکر یا ہادی راستہ بتانے والے ہوتے رہے ہیں جو دنیا کے لوگوں کو اسی ایک سچائی، ایک دھرم کا راستہ بتاتے رہے ہیں اور ایسے ہی آگے بھی ہوتے رہیں گے۔

انجیل میں لکھا ہے: "کیا کوئی ایسی بات ہے جس کے بارے میں کہا

جا سکے کہ دیکھو یہ نئی بات ہے یہ سب ہم سے پہلے کے پرانے زمانے سے چلا آرہا ہے... دنیا میں کوئی چیز نئی نہیں ہے" (توریت کتاب واعظ)۔

حضرت عیسیٰ مسیح نے کہا ہے کہ "میں پرانے دھرم اور پرانے نبیوں کے آپدیشوں کو نشٹ یا برباد کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ میں انہیں پورا کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

قرآن میں لکھا ہے کہ "سچ مچ اللہ نے ہر قوم میں رسول پیدا کیے ہیں جنھوں نے لوگوں کو یہی نصیحت کی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور برائی سے بچے رہو" (نحل: ۳۶)۔ "سچ مچ تمھارے یہ سب الگ الگ مذہب یا فرقے ایک ہی مذہب اور ایک ہی فرقہ ہیں اور تم سب کا ایک ہی رب ہے۔ اُسی کا دھیان رکھو۔ لیکن لوگوں نے اپنے دین کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور ہر گروہ جو کچھ اسکے اپنے پاس ہے اُسی میں پھولا ہے۔ یہ بڑی نا سمجھی ہے" (مومنون ۵۱-۵۴)۔ "سچ مچ جو لوگ اللہ اور اس کے سب رسولوں کو نہیں مانتے، اور جو اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کچھ رسولوں کو مانتے ہیں اور کچھ کو نہیں مانتے، اور ان کے بیچ سے اپنا ہی ایک الگ راستہ بنا لینا چاہتے ہیں، سچ مچ یہی لوگ سچے کافر (ناشکرے) ہیں، اور اللہ نے اُن کے لیے ذلت کی سزا طے کر رکھی ہے" (نساء: ۱۵۰-۱۵۱) "سچ مچ جن لوگوں نے دین یعنی دھرم کے

ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، اور جو الگ الگ گروہ بنا کر بیٹھ گئے ہیں اُن سے تمھارا کوئی سروکار نہیں۔" (انعام : ۱۶۰) "یہ (قرآن) وہ حق (سچائی) ہی جو اپنے سے پہلے کی مذہبی کتابوں کی تصدیق کرتا ہی (یعنی اُن سب کو سچ بتاتا ہی)۔" (بقرہ : ۹۱) "اور تمھیں (محمد صاحب کو) کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی جو سچ مچ تم سے پہلے کے رسولوں کو نہ کہی گئی ہو" (حم : ۴۳) "اللہ نے سب کے لیئے الگ الگ شرع اور طریقے بنا دیے ہیں۔ اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ (ایک ہی ریت رواج کے ماننے والے) بنا دیتا۔ لیکن اللہ چاہتا ہی کہ جسے جو طریقہ بتا دیا ہی اُسی میں اُسے پرکھے۔ اس لیئے اِن فرقوں میں نہ پڑو اور دوسروں کی بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہی تب جن باتوں میں تم میں فرق ہی وہ اللہ تمھیں سمجھا دے گا۔" (مائدہ : ۴۸)۔

ان مذہبوں کی کتابوں میں اسی طرح کی ان گنت چیزیں بھری پڑی ہیں۔ حقیقت یہ ہی کہ۔

فقط تفاوت ہی نام ہی کا — در اصل سب ایک ہی ہی یارو
جو آبِ صافی کہ موج میں ہی — اُسی کا جلوہ حباب میں ہی

اے دوستو! صرف نام کا فرق ہی۔ اصل میں سب ایک ہی ہیں جو صاف پانی لہر میں دکھائی دیتا ہی اُسی کی چمک بلبلے میں بھی نظر آتی ہی۔

۲

اوپر کے حصے میں ہم دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کی ایکتا کا ذکر کر چکے ہیں - اس حصے میں ہم ہندو دھرم اور اسلام کی دو مشہور اور جانی بوجھی کتابوں گیتا اور قرآن کو ہی لینا چاہتے ہیں - ہمارے دیس میں ان ہی دو مذہبوں کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے - گیتا کب اور کیسے لکھی گئی اور ہندو دھرم کی کتابوں میں گیتا کی کیا جگہ ہے یہ ہم گیتا کے بیان میں بتائیں گے - ایسے ہی قرآن کہاں کب کیسے اور کن حالتوں میں اترا اور اس کا لوگوں پر کیا اثر پڑا یہ قرآن کے بیان میں بتائیں گے - یہ سب جانتے ہیں کہ گیتا ہندو دھرم کی خاص کتاب اور اس دھرم کا نچوڑ مانی جاتی ہے - ایسے ہی قرآن اسلام کی سب سے بڑی کتاب اور اس کی جڑ ہے - دنیا کی ان دونوں پاک کتابوں کو ملا کر پریم کے ساتھ پڑھا جائے تو صاف پتا چلتا ہے کہ ان دونوں کی نصیحتیں اور ان کے بنیادی اصول بالکل ایک ہیں - کچھ مثالیں ہم آگے دیتے ہیں -

ہندوستان میں گیتا اور عرب میں قرآن کی تعلیم جن حالتوں میں دی گئی وہ ایک دوسرے سے بہت کچھ ملتی جلتی ہیں - ہندوستان میں مہابھارت کی لڑائی کوروؤں اور پانڈوؤں کے بیچ ہوئی تھی جو ایک ہی خاندان کے اور ایک ہی دادا کی اولاد تھے - اس لڑائی میں دونوں طرف کی فوجوں میں ایک دوسرے کے بھائی، ماما، چچا، سالے، بہنوئی، سسر وغیرہ موجود تھے - اسی طرح قرآن میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی جس لڑائی کا ذکر آتا ہے وہ عرب کے

ایک ہی بڑے اور مشہور قبیلے کے لوگوں میں، جسے قریش کا قبیلہ کہتے تھے شروع ہوئی تھی۔ قریش اور کُرو ناموں میں صرف لفظی ایک پن ہی نہیں ہے بلکہ تاریخی یا اتہاسی ایک پن بھی معلوم ہوتا ہے۔ کورش اور کُرو دونوں نام ایرانی کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ایران کے ایک بہت بڑے بادشاہ کا نام کورش تھا جسے انگریزی میں بگاڑ کر سائرس لکھا جاتا ہے۔ ایرانی اپنی کتابوں میں اُسے کورش اور کرو دونوں طرح سے لکھتے ہیں۔ عبرانی زبان میں اُس کا نام کورش لکھا جاتا ہے۔ کوروؤں اور پانڈوؤں دونوں کے ایک پُرکھے کا نام بھی کُرو تھا۔ کورو لفظ کُرو ہی سے بنا ہے۔ یہ ایک سچی تاریخی بات ہے کہ بھارت کے کُرو اور کورو، ایران کے کورش یا کُرو اور عرب کے قریش تینوں ناموں کی جڑ ایک ہی ہے۔

جس طرح کوروؤں نے پانڈوؤں پر طرح طرح کے ظلم کیئے اور انھیں دکھ پہنچائے۔ اُن کی جائداد چھین لی۔ انھیں اُن کے گھروں اور ملک سے نکال دیا۔ اُن کے رہنے کے مکان میں آگ لگا دینے اور انھیں زہر دینے تک کی کوششیں کیں۔ اُسی طرح مکے کے قریش نے ٹھیک ٹھیک یہی سب باتیں محمد صاحب اور اُن کے اُن رشتہ داروں اور ساتھیوں کے ساتھ کی تھیں جنھوں نے محمد صاحب کے کہنے پر اپنے پُرانے مذہب کو چھوڑ کر اسلام دھرم کو اپنا لیا تھا۔ یعنی ایک اللہ کے سوا اور سب دیوی دیوتاؤں یا کعبے کے پرانے بتوں کی پوجا کرنا بند کر دیا تھا۔ مکے میں کعبہ ہزاروں برس کا ایک پرانا مندر تھا۔ قریش اُس کے

مجاور یا پنڈے تھے۔ تیرہ سال تک مکہ کے قریش نے محمدؐ صاحب کے رشتہ داروں اور ساتھیوں پر اتنے ظلم ڈھائے کہ ان کا مکے میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ آخر میں محمدؐ صاحب کو خود بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ چلا جانا پڑا۔ جو مسلمان پہلے سے مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے وہ سب بھی اب مدینہ میں آ گئے۔ اور مدینے کے بہت سے لوگوں نے بھی اسلام کو اپنا لیا۔ مکہ کے قریش نے ان کا پیچھا یہاں بھی نہ چھوڑا۔ انھوں نے ایک طرف تو محمدؐ صاحب کے اُن تھوڑے سے ساتھیوں اور پریمیوں کو جو مکے میں باقی رہ گئے تھے اور زیادہ ستانا شروع کر دیا اور دوسری طرف ایک بہت بڑی فوج لے کر محمدؐ صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو مٹا دینے کے لیئے مدینے پر چڑھائی کر دی۔ اُس وقت تک اسلام میں دشمن کے خلاف بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ ان تیرہ برس کے اندر کی جتنی آیتیں قرآن میں اس بارے میں ہیں سب میں دوسروں کے ظلموں کو صبر کے ساتھ برداشت کر لینے اور "برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کا ہی حکم دیا گیا ہے (حم: ۳۴-۳۶۔ المؤمنون: ۹۶) وغیرہ۔ اب جب قریش کی طرف سے مدینے پر چڑھائی ہوئی تو قرآن میں پہلی بار ان لفظوں میں مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔

"جن لوگوں پر جنگ کے لیئے چڑھائی کی جا رہی ہے انھیں جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ اُن پر یہ ظلم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اُن کی مدد کے لیئے کافی ہے۔ یہ اجازت اُن لوگوں کو ہے جنھیں انصاف کے

خلاف اُن کے گھروں سے نکال دیا گیا ہی صرف اس لیئے کہ وہ کہتے ہیں۔ ایک اللہ ہی ہمارا رب ہی"۔ (حج: ۳۹-۴۰)

گیتا میں کورووں کو دھرم سے گرے ہوئے اور آتتائی کہا گیا ہی (۱-۳۶) منوسمرتی اور دوسری کتابوں میں آتتائی اُن لوگوں کو کہا گیا ہی جو آگ لگا دینا، زہر دے دینا، مار ڈالنا، لوٹ لینا یا اسی طرح کے اور ظلم دوسروں پر کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لیئے موت کی سزا بتائی گئی ہی۔ "منوسمرتی" میں لکھا ہی ——
"آتتائی اگر سامنے سے آرہا ہو تو بنا سوچے اُسے مار ڈالنا چاہیئے"۔

قرآن میں مکّہ کے اُن قریش کے لیئے، جو مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے، خاص طور پر کافر کا لفظ بار بار آیا ہی۔ اس کے لفظی معنی ناشکرا ہیں۔ مکّے کے اِن "کافروں" کے خلاف لڑائی کی اجازت دیتے ہوئے قرآن نے اس اجازت کے تین سبب بتائے ہیں:-

(۱) مکّہ کے ان لوگوں کو جو اسلام سے پریم رکھتے تھے وہ طرح طرح سے ستاتے تھے (نساء: ۴۷)

(۲) انھوں نے مسلمانوں کو انصاف کے خلاف اُن کے گھروں سے نکال دیا تھا، صرف اس لیئے کہ وہ ایک ایشور کے سوا اور کسی دیوی، دیوتا کی پوجا کرنے سے انکار کرتے تھے (حج: ۴۰)

(۳) انھوں نے مدینے پر اپنی طرف سے چڑھائی کرکے وہاں سے بھی مسلمانوں کو مٹا دینا چاہا تھا (حج: ۳۹)

اس سلسلے میں ایک اور بات دیکھنے کے قابل ہے۔ جس وقت مکّہ کی فوج اور مدینے کی فوج دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں تو کوروؤں اور پانڈووں کی فوجوں کی طرح اُن میں بھی دونوں طرف ایک دوسرے کے بھائی، چچا، تایا، ماما، سسُرا و پاس کے اور دور کے رشتے دار ایک دوسرے سے لڑنے کے لیئے تیار دکھائی دیئے۔

جس طرح گیتا میں ارجُن کا دل اپنے رشتے داروں کو لڑنے کے لیئے تیار سامنے کھڑا دیکھ کر کانپنے لگا تھا اور اُس نے ایک بار لڑنے سے انکار کر دیا تھا، اُسی طرح قرآن میں لڑائی کی اجازت آجانے کے بعد بھی بہت سے مسلمان لڑائی سے بچنا چاہتے تھے۔ جس طرح گیتا میں شری کرشن نے ارجُن کو طرح طرح سے سمجھایا کہ "اپنے دل کی اس کمزوری کو چھوڑ کر کھڑا ہو جا اور لڑ۔ یہ کمزوری تجھے شوبھا نہیں دیتی" (۲-۳) اُسی طرح قرآن میں مسلمانوں کی اس کمزوری اور ہچکچاہٹ کو دیکھ کر حکم دیا گیا۔

"تمھیں جنگ کی اجازت دے دی گئی ہے اور تمھیں یہ اچھا نہیں لگتا۔ ممکن ہے جو چیز تمھیں اچھی نہیں لگتی وہ تمھارے بھلے کی ہو اور جو چیز تمھیں اچھی لگتی ہے وہ تمھارے لیئے بُری ہو۔ . . . اور کیا بات ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن کمزور لوگوں، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیئے نہیں لڑتے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر مکّہ سے نکال جس کے لوگ ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ ہمیں کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا بھیج۔" (بقرہ: ۲۱۶۔ نساء: ۷۵ و ۷۶)

جس طرح شری کرشن نے ارجن کو یہ کہہ کر سمجھایا تھا کہ "اگر تو لڑائی میں مارا جائے گا تو سورگ (بہشت) جائے گا اور اگر جیتے گا تو دھرتی پر راج کرے گا" (۲-۳۷) اسی طرح قرآن میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ "جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑتا ہے وہ چاہے مارا جائے اور چاہے جیتے اللہ سے اسے بہت بڑا پھل ملے گا" (نساء: ۷۴)

گیتا میں دھرم اور نیائے کے لیے لڑائی کو "دھرم یدھ" بتایا گیا ہے۔ قرآن میں مذہب کے بچاؤ اور انصاف کے لیے جنگ کرنے کو قتال فی سبیل اللہ یعنی ایشور کی راہ میں لڑنا کہا گیا ہے۔

آخر میں دونوں جگہ اسی کی جیت رہی جس کی طرف دھرم اور انصاف تھا، اور دونوں جگہ اس طرح سچے دھرم اور سچے دین کو قائم کرنے میں اس سے مدد ملی۔

اب تک ہم نے یہ دکھایا ہے کہ گیتا اور قرآن دونوں کی تعلیم کتنی ملتی جلتی حالتوں میں دی گئی۔ اب ہم ان دونوں کتابوں کے اصولوں کی ایکتا پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم گیتا اور قرآن میں سے کچھ مثالیں نیچے دیتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ہم ہندو دھرم اور اسلام کی دوسری کتابوں اور ان مذہبوں کے بھگتوں اور صوفیوں کی چیزوں میں سے بھی اس طرح کی باتیں پیش کریں گے جن سے دونوں مذہبوں کا بنیادی ایک پن اور اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ سب سے پہلے ہم ایشور یا اللہ ہی کے خیال کو لیں۔ گیتا اور

قرآن دونوں میں ایشور کو قریب قریب ایک سے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔

گیتا میں ایشور کو کئی جگہ "جیوتی شامپی تجیوتی" (۱۳-۱۷) یعنی روشنیوں کی روشنی اور "پربھاسمی ششی سوریہ یو" (۷-۸) یعنی چاند اور سورج کی روشنی کہا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ کو "نورٌ علیٰ نور" (نور: ۳۵) یعنی روشنی پر روشنی اور "نُور السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (نور: ۳۵) یعنی آسمانوں اور زمین کی روشنی کہا گیا ہے۔

گیتا میں کئی جگہ ایشور کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ "وہ لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے" (۱۰-۱۱) قرآن میں بھی اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "وہ لوگوں کو اندھیرے سے روشنی میں لے جاتا ہے" (بقرہ: ۲۵۷)

اپنشدوں میں جگہ جگہ ایشور سے پرارتھنا کی گئی ہے کہ "ہمیں اندھیرے سے روشنی میں لے چل" (تمسو ما جیوترگمیہ)۔

محمد صاحب کی ایک مشہور دعا ہے کہ "یا اللہ! مجھے روشنی دے"

گیتا میں ایشور کو "وشو تو مکھم" (۱۰-۳۳ اور ۱۱-۶۱) سب طرف منھ والا کہا گیا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے: "جدھر کو بھی تم مڑو اُدھر ہی اللہ کا منھ ہے" (بقرہ ۱۱۵)۔

گیتا میں ایشور کو "سرولوک مہیشورم" (۵-۲۹) سب دنیاؤں کا مالک بتایا گیا ہے۔ قرآن میں بھی اُسے ربّ العٰلمین۔ سب دنیاؤں کا مالک کہا گیا ہے (فاتحہ: ۱)

گیتا میں ایشور کو ستیہ کہا ہے (۱۷-۲۳)۔ قرآن میں لکھا ہے "اللہ ہو الحق" (حج : ۶۲) یعنی اللہ حق (ستیہ) ہے۔

گیتا میں ایشور کی بابت کہا گیا ہے "اُس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے" (۱۱-۴۳)۔ قرآن میں لکھا ہے "اور اُس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے" (اخلاص : ۴)۔ یجر وید کے شوتیا شوتر اپنشد میں لکھا ہے "نہ اُس کے برابر کوئی دوسرا ہے اور نہ اُس سے بڑھ کر کوئی ہے"

گیتا میں لکھا ہے "یہ سارا جگت ایشور سے گھرا ہوا ہے" (۹-۴، ۱۱-۳۸)۔ ٹھیک یہی چیز ایش اُپنشد میں کہی گئی ہے "اس دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب ایشور سے گھرا ہوا ہے" یعنی وہ سب میں رما ہوا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے۔ "انہ بکل شیٔ محیط" (حم : ۵۴) اللہ سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

گیتا میں لکھا ہے "ایشور ہی سب جانداروں کا شروع، سب کا بیچ اور سب کا آخر ہے" (۱۰-۲۰) یجر وید کے ایش اُپنشد میں لکھا ہے "وہ چلتا ہے اور وہ نہیں چلتا۔ وہ دور ہے اور وہ پاس ہے۔ وہی سب کے اندر ہے اور وہی سب سے باہر ہے"

قرآن میں لکھا ہے کہ "وہ (اللہ) ہی سب کا شروع ہے، وہی سب کا آخر ہے، وہی سب کا ظاہر ہے، وہی سب کا باطن (انتر) ہے۔ وہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے" (حدید : ۳)۔

گیتا میں ایک ایشور کو "اکھشر" یعنی نہ مٹنے والا اور باقی سب چیزوں کو "کشر" یعنی مٹ جانے والی کہا گیا ہے۔ (۱۵-۱۶) قرآن میں لکھا ہے کہ "سب چیزیں فانی یعنے مٹ جانے والی ہیں۔ باقی رہنے والی یعنی نہ مٹنے والی' ذات صرف اُس بڑائی اور بزرگی والے اللہ کی ہے۔" (رحمٰن: ۲۶-۲۷)

گیتا میں ایشور کو "اچنتیہ" (۲-۲۵) "بدھی سے پرے" (۳-۴۳) اور "آنرودیشیہ یعنی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا" کہا گیا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ "آدمی کی نگاہ اُسے نہیں سمجھ سکتی۔" (انعام: ۱۰۴)

ایشور کے اور بہت سے گُن جن لفظوں میں گیتا میں بیان کیے گئے ہیں، قریب قریب اُنھیں لفظوں میں قرآن میں کہے گئے ہیں۔

ایشور کے اُنھیں "گنوں" یعنی اللہ کی اُنھیں "صفتوں" کے بارے میں اگر ہم دوسرے ہندو اور مسلمان بزرگوں کے بیانوں کو دیکھیں تو یہ ایکتا اور بھی زیادہ چمکنے لگتی ہے۔ گیتا میں لکھا ہے:-

"اگر آسمان میں ایک ہزار سورجوں کی روشنی ایک ساتھ چمک اُٹھے تب بھی وہ اُس ایشور کی جوت کے شاید ہی برابر ہو سکے۔" (۱۱-۱۲)

"اے وشنو! تیری جلا ڈالنے والی لپٹوں سے ساری سرشٹی یعنی دنیا جل رہی ہے۔" (۱۱-۳۰)

ایران کا مشہور صوفی شمس تبریز اللہ سے کہتا ہے کہ "اے میری آنکھ' میری عقل اور میری جان تینوں کی روشنی! میرے دل کے تخت کے اوپر تو ہی

سلطان ہی۔ تیری روشنی ایسی ہی جس طرح لاکھوں چاند اور سورج بنا آسمان کے چمک رہے ہوں۔ تو ہی ٹِکا ہوا ہی اور تو ہی حرکت میں ہی۔ تو ایک رس ہی اور تو ہی ہزاروں روپ والا ہی۔ تو ہی نیچے ہی اور۔ تو ہی اوپر ہی۔ تو ہی تن ہی اور تو ہی جان ہی ست یا.... حق (اللہ) نے ایک آگ لگا رکھی ہی۔ باطل (اَسَت) اُس میں جل رہا ہی۔ وہ آگ دل کو جلا ڈالتی ہی۔ اللہ کرے وہ آگ میرے دل کو لگ جاوے!"

منڈک اُپنشد میں لکھا ہی: "اُسی کی روشنی سے یہ سب دنیا روشن ہی۔ اُسی کی چمک سے یہ سب چمک رہا ہی۔"

جس طرح گیتا اور قرآن دونوں خدا کو آدمی کی عقل سے باہر کی چیز کہتے ہیں۔ اُسی طرح ایک مسلمان صوفی نے کہا ہی: سہ

خارج از عقل و قیاس و فہم جملہ خاص و عام دور از حد کہ باشد حیطۂ اذکار ما

وہ ہم سب کی عقل ہمارے اندازے اور ہماری سمجھ سے باہر ہی۔ جہاں تک ہم بات چیت کر سکتے ہیں اُس حد سے وہ پرے ہی۔

سام وید کے کین اُپنشد میں لکھا ہی: "جس نے یہ سمجھا کہ ایشور جانا جا سکتا ہی وہ اُسے نہیں جانتا۔ جو یہ جانتا ہی کہ ایشور نہیں جانا جا سکتا وہی جانتا ہی۔ اسے جاننے کا دعویٰ کرنے والے اصل میں اُسے نہیں جانتے۔ اُسے وہی جانتے ہیں جو اُسے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتے۔"

"اللہ سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہی" اسی خیال کو اور صاف کرتے ہوئے

ایک مسلمان صوفی نے کہا ہے:-

کعبے میں کلیسا میں ہم نے تو جہاں دیکھا
اے قصرِ وفا تیری تعمیر نظر آئی

گیتا میں یہ خیال بار بار آتا ہے کہ "ایشور سب پرانیوں کے دل کے اندر رہتا ہے" (۱۸-۶۱) کہیں کہیں لکھا ہے کہ "ایشور بھگتوں کے دل کے اندر بستا ہے" (۱۰-۱۱) "جو بھگتی کے ساتھ میری پوجا کرتے ہیں وہ مجھ میں رہتے ہیں اور میں اُن میں رہتا ہوں" (۹-۲۹)

محمدؐ صاحب نے کہا ہے کہ "آدمی کا دل رحمٰن (ایشور) کے رہنے کی جگہ ہے"

یجُر وید کے شت پتھ براہمن میں لکھا ہے "ایشور دل میں رہتا ہے اسی لئے دل کو ہردے کہتے ہیں"

مولانا رومیؒ کی مثنوی "فارسی زبان میں قرآن* کہی جاتی ہے۔ مولانا رومیؒ مثنوی میں لکھتے ہیں:-

"محمدؐ صاحب نے کہا ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ میں اوپر یا نیچے زمین میں یا آسمان میں یا عرش پر کہیں نہیں سما سکتا۔ پر میں مومن (وشواسی بھگت) کے دل میں رہتا ہوں۔ جو مجھے ڈھونڈنا چاہے وہیں ڈھونڈھ لے"

شیو ستوتر میں لکھا ہے "نہ میں کیلاش میں رہتا ہوں نہ بیکنٹھ میں۔

---

* مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبانِ پہلوی

میرا باس بھگتوں کے دل میں ہی۔"

ایک مسلمان صوفی نے اِسی خیال کو اِن شبدوں میں ظاہر کیا ہی۔

اُو در دلِ من است و دلِ من بدستِ اُو
چون آئینہ بدستِ من و من در آئینہ

وہ میرے دل میں ہی اور میرا دل اُس کے ہاتھ میں ہی۔ جس طرح آئینہ میرے ہاتھ میں ہی اور میں آئینے میں ہوں۔

ایک دوسرا صوفی لکھتا ہی:۔

غافل تو کدھر بھٹکے ہی کچھ دل کی خبر لے
شیشہ جو بغل میں ہی اُسی میں تو پری ہی

گیتا میں ایشور کی "دویہ وبھوتیوں" اور اُس کے وراٹ روپ کو طرح طرح سے بیان کیا گیا ہی۔ ساتویں ادھیایہ میں شری کرشن نے کہا ہی:۔

"اے کُنتی کے بیٹے! میں پانی جیسی چیزوں میں رس ہوں، سورج اور چاند کی روشنی ہوں، ویدوں میں اوم ہوں، آکاش میں آواز ہوں، لوگوں میں اُن کی ہمت ہوں، زمین میں خوشبو ہوں، آگ میں اُس کی دمک ہوں، تپسویوں (ریاضت کرنے والوں) کا تپ یعنی ریاضت ہوں، اور سب جانداروں کی جان ہوں۔" (۷۔ ۸ اور ۹)

جسے گیتا میں وبھوتیاں کہا گیا ہی اُسے صوفی کتابوں میں اللہ کے مظاہر کہا جاتا ہی۔ فارسی کی صوفی کتاب "گلشنِ راز" میں لکھا ہی "دنیا کی تمام چیزیں

اُسی ایک اللہ کے الگ الگ مظاہر ہیں"

گیتا میں جسے وِشو روپ یا وراٹ روپ (ادھیایہ ۱۱) کہا گیا ہے اسلامی کتابوں میں اُسے شکلِ محیط کہتے ہیں۔ اللہ کے اس طرح کے دیدار یا درشن کو صوفی کتابوں میں مراقبہ احاطۂ کلّی کہا جاتا ہے۔

مولانا رومیؒ کی مثنوی میں لکھا ہے۔

من قندہا را لذتم بادام ہا را روغنم

"میں ہی مٹھائیوں کا مٹھاس ہوں۔ میں ہی بادام کے اندر روغن ہوں .... کبھی میں بادشاہوں کا تاج ہوتا ہوں .... کبھی ہوشیاروں کی ہوشیاری اور کبھی مفلسوں کی مفلسی" وغیرہ۔

گیتا کہتی ہے "ہَون کی سامگری بھی برہمہ (خدا) ہے۔ گھی بھی برہمہ، آگ بھی برہمہ ہے۔ ہَون کرنے والا بھی برہمہ ہے اور جو آدمی اس برہمہ کرم میں لگا ہوا ہے وہ برہمہ ہی کو پہنچتا ہے" (۴-۲۴)

ایک مسلمان صوفی نے اسی خیال کو ان لفظوں میں ظاہر کیا ہے:۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ خود رند سبو کش
خود بر سرِ آن کوزہ خریدار بر آمد بشکست و روان شد

"وہ آپ ہی پیالہ ہے۔ آپ ہی کمہار ہے۔ آپ ہی پیالہ کی مٹی ہے اور آپ ہی اُس پیالے سے پینے والا ہے۔ وہ خود آ کر پیالہ خریدتا ہے اور خود ہی پیالے کو توڑ کر چل دیتا ہے۔"

ایشور اور دنیا کا ایک دوسرے سے کیا ناتا ہے، اس کے بارے میں گیتا کہتی ہے:-

"جو مجھے (ایشور کو) سب جگہ اور سب چیزوں کو میرے اندر دیکھتا ہے وہ نہ کبھی مجھ سے الگ ہوتا ہے نہ میں اُس سے الگ ہوتا ہوں۔ جو آدمی ایک دل ہو کر سب جانداروں کے اندر، سب کے گھٹ گھٹ میں رہنے والے ایشور کی پوجا کرتا ہے وہ یوگی چاہے کہیں بھی رہے ایشور کے اندر ہے۔" (۶۔ ۳۰ اور ۳۱)

بارھویں صدی عیسوی کے مشہور مسلم صوفی محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے:-

فَلَا تَنظُرْ اِلَی الحَقِّ — فَتَعْرِیہِ عَنِ الخَلْقِ
وَلَا تَنظُرْ اِلَی الخَلْقِ — وَتَکْسُوہُ سِوَی الحَقِّ

تو اللہ کو مخلوق یعنی دنیا سے الگ مت دیکھ اور نہ مخلوق (آدمیوں، جانوروں اور سب چیزوں) کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کا روپ سمجھ۔

یہاں تک ہم نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ گیتا اور قرآن دونوں میں ایشور اور اللہ کا خیال کتنا ملتا جلتا ہے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں، اور انھیں بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایشور کے اسی خیال میں سے "دویت" اور "ادویت" یعنی وحدت الشہود اور وحدت الوجود کی بحثیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہندو درشن میں جسے ادویت کہتے ہیں مسلم فلسفے میں اُسی کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔ ایسے ہی دویت کے

اصول کو اسلامی کتابوں میں "وحدت الشہود" (کچھ عالم وحدت الشہود کو دویت سے نہیں بلکہ وشِشٹ ادویت سے ملاتے ہیں) کہا جاتا ہے۔ ادویت یا وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے یا جو کچھ ہے اصل میں اللہ ہی اللہ ہے۔ سوائے اللہ کے اور کوئی چیز وجود ہی نہیں۔ اس کے خلاف جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ دھوکا، مایا یعنی فریب ہے۔ اسی خیال کو سنہ ودوات "اہم برہمہ" یعنی میں برہمہ ہوں اور "سروم کھلو ادم برہمہ" یعنی یہ سب برہمہ ہی برہمہ ہے اور مسلم صوفی انا الحق یعنی میں خدا ہوں اور ہمہ اوست یعنی سب اللہ ہی اللہ ہے کہہ کر ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے خلاف "دویت" یا وحدت الشہود کا مطلب یہ ہے کہ ایشور یا اللہ کا وجود ایک الگ چیز ہے اور مادہ یا مخلوق یعنی جاندار وغیرہ جو ہم دیکھتے ہیں الگ وجود رکھتے ہیں۔ یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے ہیں پر ہیں اُس سے الگ۔ اس خیال کو مسلمان عالم ہمہ از دست یعنی سب چیزیں اللہ ہی سے ہیں یعنی اللہ ہی نے بنائی ہیں کہہ کر ظاہر کرتے ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے بڑے سے بڑے عالموں اور وید والوں میں ان دونوں خیال کے لوگ ملتے ہیں اور ایک خاص بات لُطف کی یہ ہے کہ جس طرح "دویت" خیال کے ماننے والے ہندو گیتا سے اپنے خیال کو ٹھیک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور "ادویت" کے خیال کے ماننے والے بھی اسی گیتا سے "ادویت" کو ٹھیک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح وحدت الوجود کے ماننے والے مسلم عالم قرآن سے اپنے خیال کو ٹھیک ثابت کرتے ہیں اور اُن کے خلاف "وحدت الشہود" کے ماننے والے بھی اسی قرآن مجید سے

اپنے خیال کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم اس فلسفی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ ہمارے لیئے یہ دکھا دینا کافی ہے کہ اس باریک معاملے میں بھی گیتا اور قرآن دونوں بالکل ایک حال میں ہیں یعنی دونوں کو پڑھنے اور ماننے والے اپنی اپنی سمجھ اور بوجھ کی بات دونوں ہی سے نکال لیتے ہیں۔

گیتا میں لکھا ہی کہ "جو آدمی سچی لگن کے ساتھ ایشور کی بھگتی کرتا ہی وہ سب گُنوں یعنی حدوں سے پار ہو کر ایشور ہی میں "لین" ہو جاتا ہی" (۱۴-۲۶)

صوفیوں کی زبان میں اس ایشور میں لین ہو جانے کو ہی فنا فی اللہ کہتے ہیں۔

اللہ کے خیال کے بعد اس طرح کے خیال سامنے آتے ہیں جیسے دنیا کیسے بنی کس نے کیا ہی۔ آواگون یعنی تناسخ ہوتا ہی یا نہیں۔ اوتار یا رسول کسے کہتے ہیں۔ وہ دنیا میں کیوں آتے ہیں۔ مذہب کیا ہی اور الگ الگ مذہب کیوں ہیں وغیرہ۔ اس طرح کے ان گنت سوال ہو سکتے ہیں۔ جن کے جوابوں میں گیتا اور قرآن کی بنیادی ایکتا دکھائی جا سکتی ہی۔ ہم یہاں اُن میں سے صرف اوپر کے چار یا پانچ سوالوں کو ہی لیں گے۔

دنیا کی پیدائش کی بابت گیتا کہتی ہی۔

نوٹ۔ مفتی سید عبدالقیوم جالندھری نے اپنی کتاب گیتا اور قرآن میں شری کرشن کے اپنے کو ایشور کہنے کے بارے میں لکھا ہی:-

"کرشن جی حقیقت انسانی (آدمی کی اصلیت) سے جدا ہو کر فنا فی اللہ (برہم لین) کے مقام سے بول رہے ہیں۔ جیسا کہ امت محمدیہ (اسلام) کے بعض بزرگ سُکر (تلنیتا) کی حالت میں اس قسم کے کلمات شطحیہ (ظاہر شرع کے خلاف) زبان پر لا چکے ہیں" ۱۲

جتنے جاندار یا پرانی ہیں وہ سب شروع میں "اُویکت" تھے یعنی اُن میں کوئی پیدا نہیں تھا' یعنی اُس وقت کوئی رنگ روپ نہیں تھا۔ بیچ کے زمانے میں یہ سب چیزیں "وِیکت" یعنی ظاہر ہوئیں۔ آخر میں جا کر پھر یہ سب "اُویکت" ہو جائیں گی یعنی نہ رہیں گی۔ اِس لیئے فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔" (۲-۲۸)

قرآن کی مشہور آیت ہے کہ :۔ "ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔ بقرہ ۱۵۶

صوفیوں نے اس خیال کو اور صاف طور سے ظاہر کیا ہے۔ اسلام کی زبان میں اویکت کو بے نشان یا عدم کہتے ہیں۔ ایک صوفی کا کہنا ہے کہ :۔

در عدم بودیم و آخر در عدم خواہیم رفت

این تماشائے جہان را مفت می بینیم ما

ہم عدم (اُویکت) کی حالت میں تھے اور آخر میں پھر اُسی حالت میں ہوں گے۔ یہ بیچ کا تماشا ہم مُفت میں دیکھ رہے ہیں۔

مولانا روم نے قرآن کی اُوپر والی آیت کے حوالے سے لکھا ہے :۔

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد انا الیہ راجعون

سب صورتیں بے صورتی (نراکار یا اُویکت) سے نکلی ہیں اور پھر سب اُسی اللہ (نراکار) میں جا کر مل جاتی ہیں۔

چھاندوگیہ اُپنشد میں لکھا ہے کہ :۔ "یہ سب جو کچھ ہے اسی اویکت ایشور سے

پیدا ہوتا ہے۔ اُسی میں رہتا ہوا اپنے سب روپوں کو چلاتا ہے اور آخر اُسی میں لے (فنا) ہو جاتا ہے۔

آتما یا روح کے بارے میں گیتا کہتی ہے:۔ "نہ ہتھیار اُسے کاٹ سکتے ہیں، نہ آگ اُسے جلا سکتی ہے، نہ پانی اُسے بھگو سکتا ہے، نہ ہوا اُسے سُکھا سکتی ہے۔۔۔

(۲-۲۳ اور ۲۴)

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کہا ہے:۔

قابلِ تغئیر اوصافِ تن است
روحِ باقی آفتابِ روشن است

* * *

از مرگ چہ اندیشی چون جان بقا داری

جسم کی حالتوں میں ادل بدل ہوتا رہتا ہے لیکن روح ایک ہی قائم رہتی ہے۔۔۔۔ جب روح یعنی جان ہمیشہ رہنے والی ہے تو آدمی کو موت سے کیا ڈرنا۔

آواگون پُنر جنم یا تناسخ کے لیئے گیتا میں شری کرشن نے ارجن سے کہا ہے:۔ "میرے اور تیرے دونوں کے بہت سے جنم ہو چکے ہیں میں اُن سب کو جانتا ہوں پر تو نہیں جانتا" (۴-۵)

قرآن میں کہیں پر بھی آواگون کے اصول کے خلاف کوئی صاف بات نہیں ملتی۔ دوسری طرف قرآن میں کچھ ایسی آیتیں ہیں جو آواگون یا تناسخ کو ثابت کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں آیتوں کی بنا پر تناسخ کے معاملے میں

مسلمان ودوانوں میں دو خیال پیدا ہو گئے ہیں ایک تناسخ کے حق میں دوسرا اس کے خلاف۔ ان آیتوں میں سے کچھ یہ ہیں :-

"اللہ ہی نے تمھیں زندگی دی ہے۔ وہی تمھیں موت دے گا، پھر وہی تمھیں پھر زندہ کرے گا۔ سچ مچ آدمی ناشکرا ہے۔" (حج ؛ ۶۶)

"اللہ دانے ہیں سے اور گٹھلی ہیں سے انکھوا پھوڑ نکالتا ہے۔ وہ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کرتا ہے۔ یہ اللہ ہی کے کام ہیں۔ پھر تم اس سے کیوں پھرے ہوئے ہو؟" (انعام : ۹۶)

"تم اللہ سے کیسے انکار کر سکتے ہو؟ تم مر چکے تھے اور اس نے تمھیں زندہ کیا وہ پھر تمھیں مردہ کر دے گا اور پھر زندہ کر دے گا اور آخر میں تم پھر اُسی کے پاس جاؤ گے۔" (بقرہ : ۲۸)

"ہم (اللہ) نے تم میں موت ٹھہرائی اور ہمارے لئے یہ ناممکن نہیں کہ تمھاری طرح اوروں کو پیدا کریں اور تم کو پھر سے ایسی حالت میں پیدا کریں جس کا تمھیں پتا نہیں۔" (واقعہ : ۶۰)

ان ہی آیتوں کو لے کر شیعہ* مسلمانوں کے کُل چوبیس (۲۴) فرقوں میں سے تیرہ (۱۳) آواگون کو ٹھیک مانتے ہیں۔ شیعیوں کے ان فرقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے مسلمان عالموں اور صوفیوں نے (جیسے مولانا روم، ابن الطفیل، ابن خلدون، امام غزالی نے آواگون کے اصول کو ٹھیک بتایا ہے۔ ہم اس مضمون پر صرف مولانا روم کے کچھ شعر نیچے دیتے ہیں۔ مولانا روم نے ایک جگہ لکھا ہے :-

---

*نوٹ: مرزامیہ، کاملیہ، منصوریہ، عمیریہ، باطنیہ، قرامطیہ، جناحیہ، خطابیہ، معمریہ، میمونیہ، معتقیہ، خلفیہ اور جنابیہ۔ (ارود گیتا اور قرآن۔ مفتی سید عبد القیوم جالندھری)

۳

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

میں سبزے یعنی گھاس کی طرح بار بار پیدا ہوا ہوں میں نے سات سو ستر جسم دیکھے ہیں۔

مولانا روم آج کل کے اصول ایوولیوشن (ارتقا یعنی وکاس) کے بھی ایک بڑے درجے تک ماننے والے تھے۔ ان کے کچھ مشہور شعر نیچے دیے جاتے ہیں۔ وہ اپنے لیے لکھتے ہیں:۔

از جمادی مُردم و نامی شدم   وز نما مُردم بہ حیوان سرزدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم   پس چہ ترسم کی ز مُردن کم شوم
حملۂ دیگر بمیرم اے بشر   تا برآرم از ملائک بال و پر
بار دیگر از ملک قربان شوم   انچہ اندر وہم نہ آید آن شوم

میں پہلے جمادات یعنی مٹی، پتھر وغیرہ کی حالت میں تھا۔ وہاں سے مَرا تو نباتات (جنس نبتی) بنا۔ نباتات سے جب میں نکلا تو جانور بنا۔ جانور کی حالت سے مر کر میں آدمی بنا۔ اس لیے مجھے مرنے سے کیا ڈر۔ مرنے سے میں کبھی کم نہیں ہوتا۔ اب کی بار جب میں آدمی سے مروں گا تو مجھ میں فرشتوں (دیوتاؤں) کے پر پنکھ نکل آئیں گے اور پھر جب میں فرشتے کی حالت سے مر کر آگے بڑھوں گا تو اُس اُونچی حالت کو پہنچوں گا جو اس وقت گمان سے بھی باہر ہے۔

جہاں تک اوتاروں یا رسولوں کا سوال ہے سب ملکوں، سب زبانوں اور سب

زمانوں میں لوگوں کو دھرم کا راستہ بتانے والے پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اس خیال کو بھی گیتا اور قرآن دونوں نے اپنے اپنے ڈھنگ سے ظاہر کیا ہے۔ شری کرشن نے گیتا میں لکھا ہے:-

"جب جب دھرم گرنے لگتا ہے اور ادھرم بڑھنے لگتا ہے تب تب میں برابر بھلے لوگوں کی حفاظت کرنے، بُرے لوگوں کو مٹانے اور دھرم کو پھر سے قائم کرنے کے لیے پیدا ہوتا رہتا ہوں۔" (۴-۷)

قرآن میں کہا ہے کہ "ہر قوم میں رسول اور دھرم کا راستہ بتانے والے ہوتے رہے ہیں (یونس: ۴۷ اور رعد: ۷)

"اور جو رسول جس قوم میں بھیجا گیا ہے وہ اُسی قوم کی زبان میں پیغام دے کر بھیجا گیا ہے تاکہ انھیں صاف صاف سمجھا سکے۔" (ابراہیم: ۴)

"اور اس میں شک نہیں کہ تم (محمدؐ) سے پہلے بھی ہم (اللہ) نے دنیا میں رسول بھیجے ہیں.... ہر زمانے کے لیے الگ الگ کتابیں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم کر دیتا ہے اور ان سب مذہبی کتابوں کی اصلی ماں (اُمّ الکتاب) اللہ ہی کے پاس ہے۔" (رعد: ۳۸-۳۹)

"سچ مچ اللہ نے تمھیں (محمدؐ کو) حق (سچائی) کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ تم لوگوں کو اچھے کاموں کے بدلے میں خوشخبری دو اور بُرے کاموں کے نتیجے سے آگاہ کر دو اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں اِسی طرح بُرے کاموں کے نتیجوں سے آگاہ کرنے والا کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔" (ملائکہ: ۲۴) "اور اللہ نے جو بھی رسول بھیجے ہیں وہ اسی لیے

بھیجے ہیں کہ لوگوں کو اچھے کاموں کے بدلے میں اچھے پھل کی خوشخبری دیں اور بُرے کاموں کے بُرے نتیجوں سے آگاہ کریں۔ پھر جو کوئی بات مان لے اور نیک کام کرے اُسے نہ کسی بات کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم۔" (انعام : ۴۸)

اب رہا الگ الگ مذہبوں کا سوال۔ اِس کے بارے میں گیتا میں کہا گیا ہے کہ "جو لوگ جس طرح بھی مجھے ڈھونڈھتے ہیں میں اُسی طرح اُنھیں ملتا ہوں۔ لوگ سب طرف سے چل کر مجھ تک ہی پہنچتے ہیں۔" (۴-۱۱)

قرآن میں کہا گیا ہے کہ "اللہ نے سب کے لیئے الگ الگ شرع اور منہاج (یعنی رسم و رواج اور پوجا کے طریقے) بنا دیئے ہیں۔ اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ رسم و رواج کے ماننے والے بنا دیتا۔ لیکن اللہ چاہتا تھا کہ جس کو جو طریقہ بتا دیا ہے اُسی میں اُس کو پرکھے۔ اِس لیئے اِن فرقوں میں نہ پڑو اور دوسروں کی بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔" (مائدہ : ۴۸)

"ہر ایک کی اپنی اپنی دِشا (سمت) ہے جس طرف وہ عبادت کے وقت اپنا مُنھ کر لیتے ہیں۔ اِس لیئے اس بحث میں نہ پڑو اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ تم کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو ملا دے گا۔ سچ مچ اللہ سب چیزوں پر قادر (سمرتھ) ہے۔" (بقرہ : ۱۴۸)

ایک صوفی کہتا ہے کہ

ہمہ کس طالب یار اند چہ ہشیار چہ مست ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد چہ کنشت

سب لوگ اُسی پریتم کو کھوج رہے ہیں کیا ہشیار اور کیا مست۔ سب گھر اُسی کے پریم کے گھر ہیں، کیا مسجد اور کیا مندر۔

پشپ دنتاچاریہ نے مہمن ستوتر میں لکھا ہے۔ "لوگوں کی الگ الگ طبیعتوں کے مطابق ایشور کی کھوج اور سیوا کرنے والے سیدھے ٹیڑھے الگ الگ راستوں سے چلتے ہیں۔ پر سب ایک ہی ایشور کی طرف جا رہے ہیں۔ جیسے الگ الگ راستوں سے چل کر بھی سب ندیاں ایک ہی سمندر میں جا کر مل جاتی ہیں۔

ایک اور صوفی کہتا ہے:۔

کفر و اسلام در رہت پویاں
وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ گویاں

کفر و اسلام دونوں اُسی ایک اللہ کی راہ میں دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ دونوں یہی کہتے ہیں کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اُس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے گیتا اور قرآن کی ایکتا پر روشنی پڑتی ہے۔ پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈھونڈھا جائے تو ان دونوں کتابوں میں کچھ باتیں ایک دوسرے سے الگ بھی مل سکتی ہیں۔ آگے ہم وہ باتیں بتانا چاہتے ہیں جن میں دنیا کے مذہبوں میں یا کم سے کم گیتا اور قرآن میں بالکل کوئی فرق نہیں دکھایا جا سکتا۔ بات یہ ہے کہ فلسفے کی باتوں اور مذہب کی باریکیوں کے بارے میں جتنا کوئی چاہے بحث ہو سکتی ہے اور ان میں خوب بحث ہوئی بھی ہے۔ لیکن جہاں تک یہ سوال ہے کہ اس دنیا میں ہمارا سب سے بڑا فرض کیا ہے؟ وہ فرض کس طرح

پورا کیا جاوے، اُس کے پورا کرنے میں ہماری سب سے بڑی کٹھنائیاں کیا ہیں یہ کٹھنائیاں کیسے دُور ہو سکتی ہیں ؟ اور ان کا دُور ہونا ہمیں دنیا میں پھلنے پھولنے اور نیک بننے میں، اپنی دوسری دنیا کو سدھارنے میں، ایشور کے زیادہ پاس جانے میں، موکش (نجات) پانے میں کیسے مدد دے سکتا ہے؟ اس پر دنیا کے سب مذہب عام طور سے، اور گیتا اور قرآن خاص طور سے، ایک ہی سے خیال اور ایک ہی سے طریقے بتاتے ہیں۔ ہم اب ان دونوں کتابوں میں سے مثالیں دے دے کر دکھائیں گے کہ ان سوالوں کا یہ دونوں کیا جواب دیتے ہیں۔

گیتا کے کچھ حصے جو ہمیں دنیا میں ہمارا سب سے بڑا فرض بتاتے ہیں یہ ہیں:-

"وہی آدمی ایشور تک پہنچ سکتا ہے جو کسی بھی جاندار یا پرانی سے بیر یا دشمنی نہ رکھتا ہو۔" (۱۱۔۵۵)

"موکش یعنی نجات صرف اُنھیں کو مل سکتی ہے اور اُنھیں کے پاپ دُھل سکتے ہیں جن کی دُبدھا مٹ گئی ہے جنھوں نے اپنی خودی کو جیت لیا ہے اور جو ہمیشہ سب کی بھلائی کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔" (۵۔۲۵)

"سمجھدار آدمی کو چاہیئے کہ بنا اپنے کسی طرح کے لگاؤ کے سب کا بھلا چاہتے ہوئے ہی سب کام کرلے۔" (۳۔۲۵)

"جو آدمی اپنی ہی طرح سب کو ایک برابر دیکھتا ہے اور سب کے سکھ اور دکھ کو اپنا ہی سکھ اور دکھ سمجھتا ہے وہی سب سے بڑا یوگی ہے۔" (۶۔۳۲)

"دنیا کے شروع میں ایشور نے یگیہ یعنی قربانی کے ساتھ سب جانداروں کو بنا کر اُن سے یہ کہہ دیا کہ تم سب اِس یگیہ (یعنی ایک دوسرے کے بھلائی کے کاموں سے ہی پھلو پھولو اور یہ ایک دوسرے کی بھلائی کے کام ہی تمہیں سب اچھی اچھی چیزوں کے دینے والے ثابت ہوں۔" (۳-۱۰)

"وہ بھلے آدمی جو دوسروں کو دے کر بچا ہوا کھانا کھاتے ہیں سب پاپوں سے چھوٹ جاتے ہیں، اور جو پاپی صرف اپنے لیے ہی کھانا پکاتے ہیں وہ پاپ ہی کھاتے ہیں۔" (۳-۱۳)

دوسروں کی سیوا اور بھلائی کے کاموں میں لگا رہنا ہی آدمی کا اِس دنیا میں سب سے بڑا دھرم ہے۔ اس بات پر صرف گیتا ہی نہیں بلکہ ہندو دھرم کی دوسری کتابوں نے بھی بار بار زور دیا ہے۔ پُران میں لکھا ہے:۔

"رُدراکھش یا تلسی کی مالا پہننا، ماتھے پر خاص طرح کا تلک لگانا، بدن پر راکھ ملنا، تیرتھ جاترا کرنا، تیرتھوں میں نہانا، ہَوَن کرنا، جپ کرنا یا مندروں میں ٹھاکر جی کے درشن کرنا، اِن میں سے کوئی کام آدمی کو اُس طرح پاک نہیں کرتے جس طرح دوسروں کی بھلائی میں لگے رہنا۔"

ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"اٹھارہ پرانوں کے اندر ویاس جی نے دو ہی باتیں کہی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ دوسروں کا بھلا کرنا پُن یعنی ثواب ہے اور کسی دوسرے کو تکلیف دینا پاپ یعنی گناہ ہے۔"

اِسی خیال کو ہندی میں کسی سنت نے اس طرح ظاہر کیا ہے:۔

چار وید چھ شاستر میں بات لکھی ہے دوئے
دُکھ دینے دکھ ہوت ہے سُکھ دیئے سُکھ ہوئے

تلسی داس جی نے کہا ہے:۔

پرہت سرس دھرم نہیں بھائی
پر پیڑا سم نہیں ادھ مائی

اے بھائی دوسرے کا بھلا کرنے کے برابر کوئی دھرم نہیں ہے اور دوسرے کو تکلیف دینے کے برابر کوئی پاپ نہیں ہے۔

قرآن میں بھی یہ خیال جگہ جگہ دہرایا گیا ہے۔ قرآن میں آیت اِنَّ اللہ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن (یعنی سچ مچ اللہ انھیں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں) بار بار آتی ہے۔ اسی مضمون پر کچھ اور آیتیں یہ ہیں:۔

"لوگوں سے کہو کہ آؤ تمھیں بتاؤں کہ اللہ نے تمھیں کن کن باتوں سے روکا ہے: اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو ساجھی نہ بناؤ، اپنے ماں باپ کی سیوا کرو۔ غریبی کے ڈر سے اپنی اولاد کو مت مارو۔ ہم (اللہ) تمھیں اور انھیں دونوں کو روزی دیتے ہیں۔ بدچلنی کے نزدیک مت جاؤ چاہے وہ کھلی بدچلنی ہو چاہے چھپی۔ سوا انصاف کی ضرورتوں کے کسی کی جان مت لو۔ اُس (اللہ) نے تمھیں یہ سب کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

"اور کسی اناتھ کے مال کو ہاتھ مت لگاؤ سوائے اس کے کہ تم اس کی بھلائی کے لیے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو اُس کے مال کی دیکھ بھال کرنا چاہتے ہو۔ جو چیز نالو

پوری ناپو اور جو تولو ٹھیک ٹھیک تولو۔ ہم (اللہ) کسی آدمی کو کوئی ایسا کام نہیں کرنے
کہتے جسے وہ نہ کر سکے اور جب بولو ٹھیک ٹھیک بات بولو چاہے وہ بات
تمہارے کسی ناتہ دار کے خلاف کیوں نہ ہو اور اللہ کو تم نے جو وچن دیا ہے وہ پورا
کرو۔ اس نے تمہیں یہ سب کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو۔

"یہی میرا راستہ ہے یہی سیدھا راستہ (صراط مستقیم) ہے اسی پر چلو۔ دوسرے
دوسرے راستوں پر مت چلو۔ کیوں کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے دور لے
جائیں گے۔ یہی اللہ کا حکم ہے تاکہ تم برائی سے بچ سکو" انعام: ۱۵۲ سے
۱۵۴)

" اے ایمان والو! اللہ کے لیے سیدھے سچے اور انصاف سے گواہی دینے
والے بنو۔ اگر کسی کو تم سے دشمنی بھی ہو تو اس کی وجہ سے کسی کے ساتھ
بے انصافی نہ کرو۔ انصاف کیا کرو۔ یہی بات پرہیزگاری (تقویٰ) سے
بہت قریب ہے اور اللہ کے حکم کا ہر وقت خیال رکھو۔ سچ مچ اللہ جانتا ہے کہ تم
کیا کرتے ہو" (مائدہ: ۸)

" ہم (اللہ) نے آدمی کو دو صاف صاف راستے (بھلائی اور برائی کے)
دکھا دیے ہیں، مگر آدمی چڑھائی کے راستے سے بچتا ہے۔ تم سمجھے کہ یہ پہاڑ
کی چڑھائی کا راستہ کیا ہے؟ (وہ راستہ یہ ہے) کسی غلام کو آزاد کرنا اور بھوک
کے دنوں میں کسی یتیم رشتہ دار کو یا مٹی میں لوٹتے ہوئے کسی غریب آدمی
کو کھانا دینا (جو آدمی ایسا کرتا ہے وہی ایمان والوں میں سے ہے جو ایک دوسرے

کو صبر کرنے اور دوسروں پر دیا کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ یہی لوگ داہنے ہاتھ کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ اس کے خلاف جو لوگ یہ بات نہیں مانتے وہ بائیں ہاتھ والے راستے پر چلتے ہیں۔ ان کے اوپر بند آگ پڑی ہے" (بلد: ۱۰-۲۰)

"تباہی ہے ان کے لئے جو تول وغیرہ میں کمی کرتے ہیں، جو جب دوسروں سے چیز لیتے ہیں تو پورا ناپ کر لیتے ہیں۔ لیکن جب دوسروں کو ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں" (تطفیف: ۱-۳)

"اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو مت جوڑو۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ، اپنے رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ، غیر یا انجان پڑوسی کے ساتھ، راہ چلتوں کے ساتھ، اور جو تمہارے ماتحت ہیں ان کے ساتھ، سب کے ساتھ نیکی کرو۔ سچ مچ اللہ گھمنڈ کرنے والوں اور اپنی بڑائی بگھارنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (نساء: ۳۶)

"کیا تم نے اس کو دیکھا ہے جو دین کو جھوٹا ٹھہراتا ہے؟ وہ (دین کو جھوٹا ٹھہرانے والا آدمی) وہ ہے جو کسی یتیم کو ستاتا ہے اور جو غریبوں کو کھانا دینے پر زور نہیں دیتا۔ تباہی ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز (کے اصلی مطلب) کو بھلا بیٹھے ہیں، خالی دکھاوا کرتے ہیں اور خیرات سے ہاتھ روکے رہتے ہیں" ماعون (۱-۷)

"اور اگر تم کسی سے بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ

کیا گیا ہے لیکن اگر تم صبر کے ساتھ برداشت کر لو تو سچ مچ صبر کرنے والوں کے لیئے بہت ہی اچھا ہوگا۔ اور تم صبر ہی کرو لیکن تمہارا صبر کرنا اللہ کی مدد سے ہی ہو سکتا ہے۔ تم دوسروں کی فکر مت کرو اور اس فکر میں مت پڑو کہ وہ کیا تدبیریں کرتے ہیں۔ سچ مچ اللہ انھیں کے ساتھ ہے جو بُرائی سے بچتے ہیں اور جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔" (نحل: ۱۲۶ سے ۱۲۸)

قرآن میں اُن لوگوں کی زندگی کو ہی "سچ مچ سپھل (کامیاب) بتایا گیا ہے" جو خود تنگ حال میں ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی ضرورتوں کو اپنے سے پہلے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" (حشر: ۹)

جہاں تک دشمن کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا سوال ہے، اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں قرآن میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیئے جن لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت قرآن میں دی گئی تھی اُنھیں سے عام برتاؤ کرنے کا اُصول ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

"اگر کچھ لوگوں نے تمھیں (اللہ کی) پاک مسجد میں جانے سے روکا تو بھی اس دشمنی کی وجہ سے تم حد سے نہ بڑھو۔ ایک دوسرے کو نیکی کرنے اور پرہیزگاری سے رہنے میں مدد دو۔ بُرائی کرنے میں اور دوسرے کو دکھ دینے میں کسی کو مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرو۔" (مائدہ: ۲)

جس طرح ہندو سنتوں اور مہاتماؤں نے اپنی دھرم کی کتابوں میں سے اور

قرآن نے آدمی کے اس سب سے بڑے دھرم (فرض) کو بتایا ہے اُسی طرح مسلمان عالموں اور صوفیوں نے بھی بتایا ہے۔ ہم یہاں صرف دو تین مثالیں دیتے ہیں یہ ایک مسلمان صوفی کا کہنا ہے:۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

خدا کے پانے کا راستہ سوائے خلق کی یعنی دوسروں کی خدمت کے اور کوئی نہیں ہے۔ مالا لے کر اللہ اللہ رٹنے سے چٹائی بچھا کر نماز پڑھنے سے یا گدڑی اوڑھ لینے سے اللہ نہیں مل سکتا۔

شیخ سعدی نے کہا ہے:۔

چو از درد آزاد کردی کسے
بہ از الف رکعت بہ ہر منزلے

اگر تو کسی ایک آدمی کی تکلیف کو بھی دور کر دے تو یہ زیادہ اچھا کام ہے بجائے اس کے کہ تو حج کو جائے اور راستے کے ہر پڑاؤ میں ایک ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا جائے۔

ایک اور صوفی کا کہنا ہے:۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

کسی کا دل اسکی سیوا کر کے اپنے ہاتھ میں لے یہی سب سے بڑا حج ہے

ہزاروں کعبوں سے ایک دل بڑھ کر ہے۔

اِسی طرح کی بے شمار مثالیں ہر ملک اور ہر مذہب کے سنت مہاتماؤں کے اُپدیشوں سے دی جاسکتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ فرض کس طرح پورا کیا جائے۔ یعنی اِسے پورا کرنے میں ہمیں کس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔

گیتا اور قرآن دونوں میں حکم ہے کہ ہر کام ایشور' اللہ' کے نام پر اور اُسی کے لیئے کرنا چاہیئے۔ گیتا میں بار بار سب کام "ایشور اَرپن" یعنی ایشور کے لیئے کرنے کو کہا گیا ہے۔ (۲-۳۰) (۵-۱۰) (۹-۲۷)۔

قرآن میں بار بار ہر کام "فی سبیل اللہ" (بقرہ: ۱۵۴ اور ۲۶۱) (برأۃ: ۶۰) یعنی اللہ کی راہ میں یا اللہ کے لیئے کرنے کا حکم ہے۔

گیتا میں لکھا ہے:۔ "تو جو کچھ کرے' جو کچھ کھائے' جو یگیہ (قربانی) کرے' جو دان دے' جو تپ کرے سب ایشور کے لیئے ہی کر۔" (۹-۲۷)

قرآن میں لکھا ہے:۔ "اے رسول کہہ دو۔ میری نماز' میری پوجا' میری زندگی' میری موت سب اُس اللہ کے لیئے ہیں جو سب دنیاؤں کا پالنے والا ہے۔" (انعام: ۱۶۳)

مشہور عربی کتاب "اَلقَولُ الجمیل" میں لکھا ہے:۔ "اللہ کی راہ پر چلنے والا آدمی پڑھتے' بولتے' کھاتے' پیتے' چلتے پھرتے سب حالتوں میں دل اللہ کی طرف ہی لگائے رہے۔"

گیتا اور قرآن دونوں میں حکم ہے کہ آدمی خوشی، غمی، سُکھ دُکھ، جیت ہار، کامیابی ناکامیابی، اور اپنے کاموں کے نتیجے سب کی طرف سے بے لگاؤ ہو کر فرض کو فرض سمجھ کر سب کام کرے۔ گیتا میں اسے "نشکام کرم" اور قرآن میں اسی کو اخلاص کہا گیا ہے۔

گیتا کہتی ہے:- "تمھیں کام کرنے یعنی اپنا فرض ادا کرنے کا ہی اختیار ہے۔ نتیجے پر تمہارا قابو نہیں ہے۔ اس لئے اپنے کاموں کے نتیجے کی طرف دل مت لگاؤ۔ اپنا فرض پورا کرو۔ لگاؤ یا موہ کو چھوڑ کر کامیابی اور ناکامیابی میں ایک برابر رہ کر کام کرو۔ اس ایک برابر رہنے کا نام ہی یوگ ہے۔" (۲-۴۷ اور ۴۸)

قرآن میں لکھا ہے:- "اپنے رب کا نام یاد رکھو اور سب چیزوں سے بے لگاؤ ہو کر اسی کی طرف لگے رہو۔" (مزمل: ۸)

امام رازی نے اپنی کتاب تفسیر کبیر (قرآن کا بڑا بھاشیہ) میں قرآن کی اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جو آدمی بھی اپنے اچھے کاموں کا انعام چاہے یا بُرے کاموں کے نتیجے سے بچنا چاہے وہ بے لگاؤ نہیں ہے۔ اور جو عبادت (پوجا پاٹ) میں لگا رہے یا معرفت (گیان) کی چاہ رکھے وہ بھی خالص اللہ کی طرف لگا ہوا نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں جس کسی کی عبادت اور اس کے سب کام اپنے لیے نہیں بلکہ صرف اللہ کے لئے ہیں وہی اس آیت کے مطابق ایشور میں لو لگائے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔"

گیتا میں لکھا ہے کہ "جو آدمی اپنے کاموں کے نتیجے کی پرواہ نہ کر کے

ہوئے اپنا فرض ادا کرتا رہتا ہی وہی سنیاسی اور وہی جوگی ہی۔ آگ کو ہاتھ نہ لگانے والا یا اسی طرح کے دوسرے اوپری کاموں سے بچنے والا سنیاسی نہیں کہا جا سکتا۔" (۶-۱)

مسلم ودوان صوفیان ثوری نے لکھا ہی کہ "دنیا میں زہد (تیاگ) یہ نہیں ہی کہ موٹے اور سخت کپڑے پہن لیے جائیں اور سوکھی روٹی کھائی جائے۔ زہد تو یہ ہی کہ اپنی آرزو (اچھا) اور خواہش کو جیتا جاوے" (شرح المنت)

گیتا میں لکھا ہی کہ "جو اپنے سب کاموں کو ایشور کے اوپر چھوڑ کر بے لگاؤ ہو کر کام کرتا ہی اُسے پاپ نہیں لگتا" (۵-۱۰)

قرآن میں لکھا ہی کہ "جو اللہ پر توکل کرتا ہی (سب کچھ اسی پر چھوڑ دیتا ہی) اُس کے لیئے اللہ کافی ہی" (طلاق: ۳)

گیتا میں لکھا ہی کہ "جو آدمی اپنی خواہشوں کے بس میں ہو کر نتیجے کی طرف لگا رہتا ہی وہی کرموں کے بندھن میں پھنستا ہی" (۵-۱۲)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے کہا ہی:-

حجابِ وصل مطلوب است دل بستن بہ مطلب ہا
کہ من گر ترک مطلبہا نمی کردم چہ می کردم

الٰہی کے سوا کسی دوسری چیز (نتیجے) میں دل لگانا ہی اُس پریتم (اللہ) کے اور اپنے بیچ میں پردہ ڈالنا ہی۔ ہم نے اگر اِن سب چیزوں سے دل کو نہ موڑا تو کچھ نہ کیا۔ بے لگاؤ ہو کر صرف "ایشور اپن" یعنی "فی سبیل اللہ" کام کرنے یعنی اپنا

فرض ادا کرنے میں دقت کیوں پڑتی ہے اور وہ دقت کس روپ میں ہمارے سامنے آتی ہے، یہ سوال ذرا گہرے ہیں۔ اِن کا جواب مولانا روم نے اس شعر میں دیا ہے:۔

آفتِ این در ہوا و شہوت است
ورنہ این جا شربت اندر شربت است

ساری آفت اچھا اور کام واسنا میں ہے نہیں تو اس دنیا میں شربت ہی شربت ہے۔

شری کرشن نے ارجن کے اس سوال کا جواب کہ آدمی سے اُس کی مرضی کے خلاف کیا چیز پاپ کراتی ہے۔ (۳-۳۶) یہ دیا ہے۔

"آدمی سے اُس کی اچھا کے خلاف پاپ کرانے والی چیز کام (شہوت) اور کرودھ (غصہ) ہیں۔ یہ دونوں رجوگن سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب کو کھا جانے والے اور پاپ کی سب سے بڑی جڑ ہیں۔ یہی اِس دنیا میں آدمی کے دشمن ہیں۔"

(۳-۳۷)

شہوت اور غصے کو قابو میں کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ طریقہ بھی گیتا اور قرآن میں ایک ہی بتایا گیا ہے، یعنی اپنی اندریوں، اپنے حواس یا نفس پر قابو پانا۔

گیتا میں اپنی اندریوں کو جیتنے یعنی نفس کو قابو میں کرنے پر جگہ جگہ اور بار بار زور دیا گیا ہے۔ گیتا کہتی ہے۔ "اُسی کی عقل ٹھیک یا قائم رہ سکتی ہے جس کی اندریاں اُس کے قابو میں ہیں۔" (۲-۶۱)

قرآن میں لکھا ہے۔" اللہ چاہتا ہے کہ تم پر دیا کرے، لیکن جو لوگ اپنی شہوتوں

خواہشوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم (اللہ کے) راستے سے بُری طرح بھٹک جاؤ۔" (نساء: ۲۷) " اس آدمی سے بڑھ کر راستے سے بھٹکا ہوا اور کون ہے جو اپنی خواہش (واسنا) کے پیچھے چلتا ہے۔" (قصص: ۵۰) اِسی طرح قرآن میں اُن لوگوں کو جو اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں "خاص طور سے "خدا کے پیارے" کہا گیا ہے۔" (آلِ عمران ۱۳۴)

گیتا میں لکھا ہے کہ " نرک یعنی دوزخ کے تین دروازے ہیں۔ کام، کُرودھ اور لوبھ۔ ان تینوں سے بچنا چاہیئے۔ یہ تینوں آتما کو برباد کر دینے والے ہیں۔" (۱۶-۲۱)

قرآن میں اچھا، یا کام واسنا کے لیئے کئی جگہ "ہوا" لفظ آیا ہے اور اُس سے بچنے کو بار بار کہا گیا ہے۔ "ہاویہ" قرآن میں دوزخ یا نرک کے ایک حصے کا نام ہے۔ (القارعہ: ۹) یہ اُن لوگوں کی جگہ بتائی گئی ہے جن کی نیکیوں کا وزن کم اور برائیوں کا بوجھ زیادہ ہو۔ (القارعہ)

بوعلی شاہ قلندرؒ نے لکھا ہے:-

مرد باید تا نہد بر نفس پا
بگذرد از شہوت و حرص و ہوا

یعنی آدمی وہ ہے جو اپنے غصے، اپنی شہوت (کام) اور اپنے لوبھ کو جیت لے

مولانا رومؒ کہتے ہیں:-

غشم و شہوت مرد را احول کند
ز استقامت مرد را ابدل کند

عصہ اور شہوت آدمی کو اندھا کر دیتے ہیں اور اُسے اس کی ٹھیک حالت سے بھٹکا دیتے ہیں۔

اسلام میں عصہ حرام ہے اور غصّے کی حالت میں کوئی بھی اچھا یا برا کام کرنا منع ہے۔ اس کی مثال کے لیئے حضرت علی کی زندگی میں ایک بڑا اچھا موقع آتا ہے۔ ایک لڑائی میں اپنے کسی دشمن پر آن کا پلہ بھاری ہوگیا۔ وہ اُس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور تلوار ہاتھ میں لیئے اس کا کام تمام کرنے ہی کو تھے کہ اُس آدمی نے حضرت علی کے منھ پر تھوک دیا۔ حضرت علی نے اُسی دم تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور کہا کہ "اب میں تجھے نہیں ماروں گا" یہ کہہ کر وہ اُس کے اوپر سے ہٹ گئے۔ وہ آدمی حیران رہ گیا اور اُس نے پوچھا "آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" حضرت علی نے جواب دیا کہ "میں اللہ کے نام پر لڑ رہا تھا اپنے لیے نہیں۔ جب تو نے مجھ پر تھوکا، مجھے غصّہ آگیا، اور غصّہ حرام ہے۔ غصّے میں آکر کوئی بھی کام کرنا پاپ ہے۔"

اپنی اندریوں یا اپنے نفس کو قابو میں کرنے کے لیئے بہت سے تپ یعنی بہت سی ریاضتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ بھی قرآن اور گیتا میں لگ بھگ ایک ہی ہیں۔ مگر ہم ان کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ نفس کے ساتھ ساتھ اپنے خیال اور اپنی عقل پر قابو پانا اور اُسے شانت اور قائم کرنا بھی اس راہ کی ایک بڑی

اور اونچی منزل ہے۔

گیتا کہتی ہے کہ "جو آدمی سب جگہ بے لگاؤ ہے۔ جو نہ اچھی چیز کو پاکر خوشی سے پھولتا ہے اور نہ بری کو پاکر دکھی ہوتا ہے۔ جو اپنی سب اندریوں کو اُن کی چاہ کی چیزوں سے اس طرح کھینچ کر قابو میں رکھتا ہے جس طرح کچھوا اپنے ہاتھ پیر دل کو سب طرف سے اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔ اسی آدمی کی بدھی (عقل) ٹکی ہوئی ہے وہی ستھت پرگیہ" ہے" (۲- ۵۷ اور ۵۸)

گیتا میں جسے ستھت پرگیہ (ٹکی ہوئی بدھی والا) کہا گیا ہے۔ قرآن میں اور دوسری مسلم کتابوں میں اُسی کو سلیم عقل والا' یا سلیم قلب والا' یا قلب مطمئنہ' یا نفس مطمئنہ کہا گیا ہے۔ سلیم کے معنی ہیں ثابت۔ مطمئنہ کے معنی ہیں ٹکا ہوا یا ستھت۔ عقل کے معنی ہیں پرگیہ یا بدھی' قلب کے معنی ہیں دل یا من' اور نفس کے معنی ہیں آتما۔

قرآن میں جگہ جگہ اُسی آدمی کی تعریف کی گئی ہے جس کا قلب (مَن) سلیم یا ٹکا ہوا ہو۔ (رعد: ۲۸) اور (صافات: ۸۴) وغیرہ۔

محمدؐ صاحب نے ایک جگہ کہا ہے کہ "اُسی آدمی کا اصلی بھلا ہو گا جس کے دل کو اللہ نے ایمان (وشواس) کے لئے خالص کر دیا ہو اور جس کے قلب کو سلیم' زبان کو سچا' نفس کو ایمان والا اور مزاج کو قائم' کان کو سننے والا' اور آنکھ کو دیکھنے والا بنایا ہو (شعب الایمان)

لفظ سلیم کے معنی یاد کرتے ہوئے ایک مسلم ودوان لکھتا ہے۔ "جب آدمی کے

دل پر دنیا کی خواہشوں، سکھوں یا دکھوں کا اثر نہیں ہوتا تب وہ سلیم بن جاتا ہے"
گیتا میں لکھا ہے کہ "وہی سمجھ دار آدمی "ستھت پرگیہ" کہلاتا ہے جس کا دل دکھوں سے بیتاب نہ ہو اور سکھوں کے لیئے جس میں چاہ نہ ہو۔ جو ہر طرح کے لگاؤ، ڈر اور غصے سے اوپر اٹھ چکا ہو" (۲-۵۶)

منوسمرتی میں لکھا ہے کہ "جو آدمی کچھ بھی سن کر، چھو کر، دیکھ کر، کھا کر، پی کر اور سونگھ کر نہ خوش ہوتا ہے اور نہ دکھی ہوتا ہے اسی کو جیتندری" (اپنی اندریوں کو جیتنے والا) سمجھنا چاہیئے"

گیتا میں لکھا ہے کہ "آدمی نہ اپنے مطلب کی چیز کو پاکر بہت خوش ہو اور نہ اپنے خلاف چیز پاکر دکھی ہو۔ اپنی بدھی کو اس طرح قائم اور ٹھیک رکھتے ہوئے ہی ایشور کو جان کر آدمی ایشور میں مل سکتا ہے" (۵-۲۰)

قرآن میں لکھا ہے کہ "تاکہ تم اس چیز پر جو تمھارے ہاتھ سے نکل گئی ہو رنج نہ کرو اور جو چیز اللہ نے تمھیں دی ہے اس پر پھولو نہیں ..." (الحدید: ۲۳)

عراق کے شہر بصرہ میں ایک مشہور عرب صوفی عورت ہوئی ہیں جن کا نام رابعہ تھا۔ جعفر بن سلیمان نے رابعہ بصری سے پوچھا "خدا بندے سے کب راضی ہوتا ہے؟" رابعہ بصری نے جواب دیا کہ "جب آدمی دکھ اور سکھ دونوں میں ایک سا خوش رہتا ہے"

ایک ایرانی صوفی نے اسی مضمون پر کہا ہے کہ :-

نہ شادی داد سامانے، نہ غم آورد نقصانے
بہ پیشِ ہمتِ ما ہر چہ آمد بود مہمانے

نہ کسی خوشی سے ہم بڑھے اور نہ کسی غم سے گھٹے۔ ہماری ہمت کے سامنے سُکھ یا دُکھ جو بھی آیا مہمان (اتیتھی) کی طرح آیا اور چلا گیا۔

آدمی جوں جوں اپنی اندریوں پر قابو پاتا جاتا ہے، جیسے جیسے اُس کا مَن شانت ہوتا جاتا ہے اور اُس کی بُدھی قائم یعنی ستھر ہوتی جاتی ہے، ویسے ویسے ہی وہ اپنے آپ کو (اپنی اصلیت کو) جاننے اور پہچاننے لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس کی روحانی طاقت بھی بڑھتی جاتی ہے اور وہ اللہ کے قریب آتا جاتا ہے۔

گیتا کہتی ہے کہ "برہم نِروان یعنی نجات اُنھیں لوگوں کے لیئے ہے جنھوں نے اپنی آتما کو جان لیا ہے" (۵-۲۶)

محمد صاحب نے کہا ہے کہ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا"

شتپتھ براہمن میں لکھا ہے کہ "یاگیہ ولک نے جنک کو اُپدیش دیتے ہوئے کہا کہ 'اپنی آتما کو کھوجو، اُس سے تمھیں سب باتوں کا پتہ لگ جائے گا۔ اُس جہان کی گتھی کو سلجھانے کے لیئے اپنی آتما کو جان لینا ہی سب سے بڑا سادھن (ذریعہ) ہے۔"

مولانا روم نے لکھا ہے کہ :-

ہر کہ نفسِ خویش را دید و شناخت
اندر استکمالِ خود دو اسپہ تاخت

جس کسی نے اپنے آپ کو دیکھ اور پہچان لیا وہ پھر اپنے کامل (سدھ یا لوپن) بننے کی طرف تیزی سے دوڑنے لگتا ہے۔

ٹھیک یہی بات "یوگی راج یا گیہ ولک" نے برمعدار نیک اُپ نشد میں کہی ہے۔

حضرت علی نے کہا ہے کہ: "اے آدمی! تیری دوا تجھ میں ہے پر تجھے خبر نہیں اور تیری بیماری بھی تجھ ہی میں ہے پر تو دیکھتا نہیں۔"

گیتا کہتی ہے کہ "آدمی کا آپا ہی اُس کا دوست ہے اور اُس کا آپا ہی اس کا دشمن ہے۔ اسی آدمی کا آپا اُس کا دوست ہو سکتا ہے جس نے اپنے آپ کو جیت لیا ہے۔ اور جس نے اپنے آپ کو نہیں جیتا اُس کا آپا ہی اُس کا دشمن ہے۔" (۶ - ۵ اور ۶)

قرآن میں لکھا ہے کہ "وہی آدمی اپنا بھلا کرے گا جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کیا۔ اور وہ آدمی اپنا بھلا نہیں کر سکتا جس نے اپنے آپ کو نیچے گرایا یعنی اپنے کو ناپاک کیا۔" (شمس: ۹ - ۱۰)

محمد صاحب کی مشہور حدیث ہے کہ "تمھارا سب سے بڑا دشمن تمھارا آپا ہے۔"

ذوالنون مصری ایک بہت بڑے صوفی ہوئے ہیں۔ انھوں نے کسی صوفی عورت کی بات سنا کہ وہ اللہ کی بہت بڑی بھگت ہیں۔ ذوالنون نے اُن کے پاس جا کر نصیحت مانگی۔ انھوں نے ان سے کہا کہ "اپنی اندریوں کو قابو میں رکھو اور دل کو شیشے کی طرح صاف کرو۔" ذوالنون نے پوچھا "بہن! اور کچھ کہیے۔" انھوں نے جواب دیا کہ "تم اپنے لیے اپنے آپ ہی سے پوچھو۔"

دنیا کی مذہبی کتابوں میں اپنے دل، اندریوں اور عقل کو قابو میں کرنا جتنا ضروری بتایا گیا ہے اور اس بات کو حاصل کرنے کے لیے جتنی چھان بین کی گئی ہے اُتنا دھیان کسی دوسری بات کی طرف نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ یہ چیز ایک الگ ہی علم، الگ ہی وِدّیا یا الگ سائنس بن گئی۔ ہندوؤں میں اس سائنس کو یوگ کہتے ہیں اور اسلام میں سلوک۔ جو بنیادی اصول ہم نے اوپر بیان کیے ہیں انھیں کو سمجھ کر سادھو، سنتوں، صوفیوں اور فقیروں نے امرت اور موتی نکالے ہیں۔ جو ان ہی وِدّیاؤں کی ہندی اور مسلم کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ ان کتابوں پر نگاہ ڈالنے سے جو ایک سی باتیں دونوں جگہ نظر آتی ہیں، انھیں دیکھ کر اچرج ہوتا ہے اور یہ یقین ہونے لگتا ہے کہ یہ سب ایک ہی یا ایک ہی سوتوں سے سینچی گئی ہیں۔ مثال کے لیے ہم کچھ ملتی جلتی باتیں دکھا کر اپنے اس حصے کو ختم کریں گے۔

ان دونوں طریقوں میں گرو یا پیر کی ضرورت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن اور گیتا دونوں میں اس کا چرچا موجود ہے۔

گیتا کہتی ہے کہ "سمجھ لے کہ جو اصلیت کو دیکھنے سمجھنے والے گیانی لوگ ہیں وہ تجھے تب گیان کا اُپدیش دیں گے جب تو ان کی عزت، اُن کا آدر مان کرے گا اور اُن سے بار بار پوچھے گا اور اُن کی سیوا کرے گا۔" (۴-۳۴)

قرآن میں لکھا ہے کہ "اس آدمی کے بتائے ہوئے راستے پر چلو جو میری (اللہ کی) طرف آتا ہے۔" (لقمان: ۱۵)

مولانا روم رح نے لکھا ہے:-

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
اُو نشیند در حضورِ اَولیا

جو کوئی خدا کے پاس بیٹھنا چاہے اُسے چاہیئے کہ خدا کے ولیوں 'اللہ والوں' یعنی ایشور بھگتوں کے سامنے بیٹھے۔

صوفی کتابوں میں گرو کو مرشد یا رہبر کہتے ہیں۔ اس طرح کی سب کتابوں نے گُرو کی ضرورت اور اُس کی بات ماننے پر زور دیا گیا ہے۔ اکثر کتابوں میں اس طرح کے گرو کی تعریف یہ بھی ہے کہ وہ سلیم عقل والا یعنی ستھت پرگیہ ہو۔ محمد صاحب نے رہبر کامل کی پہچان ایک جگہ یہ بتائی ہے کہ جب وہ دکھائی دے تو خدا یاد آ جائے۔

ہندوستان کے کبیر اور دوسرے سنتوں اور مہاتماؤں کی بانی میں بھی سچے گرو کی ضرورت اُس کی عزت' اور اُس کے کہنے پر چلنے کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے۔

قرآن میں ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ جو خود پیغمبر تھے انھیں بھی ایک رہبر کامل یعنی گرو کی ضرورت پڑی۔ گرو نے انھیں تین بار کسوٹی پر کسا تینوں بار حضرت موسیٰؑ ناکام رہے۔ آخر اُسی گرو سے انھیں حقیقت یعنی سچائی کی تعلیم ملی۔ (کہف: ۶۵-۸۲)

ہندو دھرم کی کتابیں بھی اس طرح کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں جن میں بنا گرو کے یوگ کے راستے پر چلنا خطرناک بتایا گیا ہے۔

گیتا میں یوگ کا کئی جگہ ذکر آتا ہے اور یوگ کے کچھ طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ گیتا کہتی ہے کہ "یوگی کو چاہیئے کہ ایکانت یعنی تنہائی میں بیٹھ کر اکیلا اپنے دل

اور اپنے آپ کو قابو میں کیئے ہوئے بنا کسی اچھا یا خواہش کے اور بنا کسی چیز سے اپنا لگاؤ رکھے ہمیشہ یوگ میں لگا رہے۔" (۶-۱۰)

اس کے بعد کے شلوکوں میں بیان کیا گیا ہی کہ کس طرح یوگی صاف جگہ میں خاص آسن پر سیدھا بیٹھ کر اپنے من کو یکسو کر کے گردن اور سر اور بدن کو ڈول رکھ کر اپنی ناک کی پھنگل پر دھیان جمائے ہوئے شانت چت ہو کر ایشور میں لو لگاوے۔ یوگ کے لغتی معنی ملنے کے ہیں۔ یوگ ہی آدمی کو ایشور سے ملانے کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہی۔

اسلام میں یوگ کو سلوک اور یوگی کو سالک کہتے ہیں۔ یوگ اور سلوک دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ محمد صاحب نے بھی ایک حدیث میں اُس آدمی کی تعریف کی ہے جو کسی پہاڑ کے درّے میں اکیلا بیٹھ کر اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہی۔ (ابو سعید خضری)

صوفیوں میں سلوک اور مراقبے (سمادھی) کے بہت سے طریقے رہے ہیں۔ ان طریقوں کو شغل (ابھیاس) کہا جاتا ہی۔ اُن پر عمل کرنے والے سب اپنے عمل کو قرآن کی کسی نہ کسی آیت سے نکالتے ہیں۔ یوگ کے اس طرح کے پچاس سے اوپر طریقے صوفی کتابوں میں پائے جاتے ہیں، جو قریب قریب سب ہندو یوگ کے طریقوں سے ... سلوک کے ان طریقوں میں سے ایک کا نام سلطان نصیر یا ... اس خاص طریقے میں ٹھیک اُسی طرح بیٹھ کر ناک کی پھنگل پر دھیان جمایا جاتا ہی جس طرح گیتا کے شلوک

میں بتایا گیا ہے۔ کچھ اور طریقوں میں دونوں بھووں کے بیچ اس جگہ دھیان جمایا جاتا ہے جسے ہندو کتابوں میں "برہمہ اندھر" کہتے ہیں۔ ایک اور طریقہ ہردے چکر یعنی دل کے مرکز پر دھیان جمانے کا ہے۔ اس طریقے کی بابت عرب کے ایک صوفی کا شعر ہے کہ:-

عَلیٰ ابیضِ قلبِکَ کُن کَاَنَّکَ طَائرٌ

فمن ذلکَ الاحوال فیک تولّد

اپنے دل کے اوپر اس طرح بیٹھو جس طرح چڑیا انڈے پر بیٹھتی ہے۔ اس سے تجھ میں عجیب عجیب حالتیں پیدا ہوں گی۔

یوگ ہی کی ایک شاخ "پرانایام" ہے جس کا گیتا میں کئی بار ذکر آتا ہے۔ (۸-۱۲) (۴-۲۹ اور ۳۰) مسلمان صوفی پرانایام کو حبس دم کہتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ کہیں کہیں اس کا نام حبس نفس بھی ملتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی عربی کتاب "القول الجمیل" میں حبس دم کے ان طریقوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جنہیں وہ قرآن کے مطابق ٹھیک بتاتے ہیں۔ جس طرح سے ہندو پرانایام کرتے وقت کبھی کبھی "اوم شبد" یعنی "جپ" کو جاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان صوفی حبس دم میں اکثر "اللہ" نام پر دل کو لگاتے ہیں۔ اس کتاب میں جو بہت سے طریقے شغل

کے دیے ہیں اُن میں سے ایک کو شغل بساط کہتے ہیں۔ اس طریقے میں آنکھیں بند کر کے زبان کے سرے کو اُسی طرح تالو میں لگایا جاتا ہے جس طرح ہٹھ یوگ کی کھیچری مُدرا میں اور سانس کو دماغ کی جڑ میں بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طریقے کو اور اُس پر عمل کرنے سے جو نتیجے دھیرے دھیرے پیدا ہوتے ہیں اُنھیں القول الجمیل میں پوری طرح بیان کیا گیا ہے۔ ایک دوسری صوفی کتاب "ضیاء القلوب (دلوں کی روشنی) میں بھی حبس دم کے بہت سے طریقے بتلائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک میں سانس کو روک کر نگاہ کو دونوں بھووں کے بیچ میں رکھا جاتا ہے اور دوسرے میں نگاہ کو ہوا میں جمایا جاتا ہے۔ وغیرہ۔

یوگ یا سلوک کی ایک خاص چیز چیت یعنی من کو باہر سے روک کر اندر کی طرف لگانا ہے (یوگ سوتر) گیتا میں کہا ہے کہ "سب اندریوں کے دروازوں کو بند کر کے من کو اپنے اندر روک کر ہی آدمی ایشور میں لو لگاتا ہوئے پرم گتی (نجات) کو حاصل کر سکتا ہے" (۸-۱۲ اور ۱۳)

مولانا رومی کی مثنوی میں لکھا ہے:-

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِ حق، بر من بہ خند

اپنی آنکھوں، ہونٹوں اور کانوں سب کو بند کر لے۔ پھر اگر تجھے اللہ کا بھید دکھائی نہ دے تو ہم پر ہنسنا۔

یوگ یا سلوک کے اُوپر ہندو اور مسلم کتابیں دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ

یہ دونوں ایک ہی سی باتوں اور ایک ہی طرح کے ابھیاسوں (شغلوں) سے بھری پڑی ہیں۔ شاید ہی کوئی ابھیاس یا شغل ایسا ہو جو ایک میں ہو اور دوسرے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود نہ ہو۔

---

(۳)

ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ سب مذہبوں کی اور انھیں کے ساتھ گیتا اور قرآن کی بتائی ہوئی بنیادی باتوں اور طور طریقوں میں کتنی گہری یکتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سب مذہب کے لوگوں میں یا ہندو اور مسلمانوں میں جو گیتا اور قرآن کو اپنے اپنے مذہب کی خاص کتابیں بتاتے ہیں ایکتا اور محبت ہے۔ اس کے خلاف ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں مذہب آدمی کو ایک خاندان کے سانچے میں ڈھالنے کے بجائے اُسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑنے اور اُن ٹکڑوں کے ایک دوسرے سے ٹکرانے میں مدد دے رہا ہے۔ یہ بڑے اچرج کی اور بڑے دکھ کی بات ہے۔ آج تک دنیا میں بیماری کا ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا علاج نہ کر سکی۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہبوں کے قائم کرنے والے اوتار نبی یا تیرتھنکر ہر طرح کے سوالوں کا حل — جیسے یہ کہ آدمی کے سبھاؤ اس کی طبیعت میں کون کون سی چیزیں ہیں جو اُسے اُس کے بھلے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ اور کون کون اُسے نقصان پہنچانے والی ہیں۔ اُسے اپنے اندر کے کن کن جھکاؤں کو دبانا چاہیے اور کن کن کو بڑھانا چاہیے، انسانی سماج کی حقیقت کیا ہے؟ اُس کی

اصلی ضرورتیں کیا ہیں، اور کن کن باتوں میں ہر آدمی کا اور سارے سماج کا اصلی اودِکاس کا بھلا ہے؟ ان اور اس طرح کے اور سب سوالوں کا حل ایسی گہرائیوں میں بیٹھ کر نکالتے ہیں کہ جن گہرائیوں تک معمولی آدمی نہیں پہنچ پاتے۔ ان سچّے اور قیمتی حلوں کو اپنی زندگی میں جگہ دینے کے لیے یہ بڑے لوگ اتنے اونچے اور کٹھن راستے نکالتے ہیں کہ جن پر معمولی آدمی نہیں چل پاتے۔ لیکن ان کے بتائے ہوئے راستے یا حل کو چھوڑ کر اور کوئی حل یا کوئی دوسرا راستہ ایسا نہیں ہے جس پر چل کر آدمی اپنے اصلی بھلے، سچی شانتی اور وِکاس، سُکھ چین تک پہنچ سکے۔ رہی روح یا آتما کی ترقی کی بات، سو اس کے لیئے تو مذہب کے حلوں اور طریقوں کو چھوڑ کر اور کوئی دوسرے حل یا طریقے ابھی تک دنیا کے سامنے آئے ہی نہیں۔

یہ حل کیا ہیں؟ سوچنے، سمجھنے کے لیئے یہ حل تھوڑے سے سیدھے سادے صاف ستھرے اصولوں میں بند ہیں۔ ان میں سب سے بنیادی خیال ایک ایشور یا ایک خدا کا ہونا ہے۔ گیتا اور قرآن دونوں اس وجود کی جیتی اور جاگتی تصویریں اپنے پڑھنے والوں کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ جب دنیا کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری طاقت ہی نہیں، تو اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق، اس کے پیدا کیے ہوئے پرانیوں میں نفرتوں، غصّوں، لڑائی دنگوں کے یہ بڑے بڑے طوفان کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ کیا ان طوفانوں کا پیدا ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ جو لوگ اپنے آپ کو ایک خدا کا ماننے والا بتاتے ہیں وہ سچ مچ پورے دل اور پورے ایمان کے ساتھ اس میں یقین نہیں رکھتے اور پھر بھی وہ اپنے آپ کو ایک

ایشور کا ماننے والا اور ایک خدا کا پرستار کہتے ہیں اور اُس کی راہ پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہر ملک اور ہر زمانے میں جو تھوڑے سے لوگ سچ مچ اپنے اندر روحانی روشنی اور روحانی طاقت رکھتے ہیں، جنھیں سادھو، سنت، صوفی اور فقیر کہا جاتا ہے، اُن کا دل لوگوں کی اِس حالت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اُن سے دیکھا نہیں جاتا کہ ایک ایشور کے ماننے والے اس طرح اپنی زندگی میں ایشور کی اچھا اور اُس کے حکم کے ٹھیک خلاف عمل کریں اور ذلیل ہوں۔ اسی لیے ہر سماج میں اور ہر دیس میں، مذہب کے اندر کے اس راج روگ کو دور کرنے کے لیے اوتاروں، نبیوں اور تیرتھنکروں کی طرح اور انھیں سے ملتی جلتی بڑی بڑی مہان آتمائیں، بڑی بڑی روحانی ہستیاں پیدا ہوتی رہی ہیں جو لوگوں کو خدا اور سچے مذہب کی طرف لے جانے کی اَن تھک کوشش کرتی رہتی ہیں۔ یہ کوششیں اِس بیماری کو پوری طرح مٹا سکیں یا نہ مٹا سکیں پر یہ آدمی کے سچے سدھار اور سماج کی سچی ترقی میں برابر نئی جان ڈالتی رہتی ہیں۔

یہ مہان آتمائیں، یہ شاندار روحانی ہستیاں دو بڑے کام کرتی ہیں۔ ایک طرف تو وہ ایشور کے سچے روپ، خدا کے سچے وجود کے الہامی نقشے، اُس کے دیدار کی جھلک کے اندر کے تجربے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے لوگ سچ مچ ایک ایشور کے بھگت، ایک خدا کی پرستش کرنے والے بنیں۔ دوسری طرف وہ اُن جھوٹے ریت رواجوں، پوجا پاٹ کے طریقوں، بے انصافیوں اور

خود غرضی کے رچے ہوئے سیکڑوں گورکھ دھندوں کو اپنی آدھیاتمک (روحانی) آگ میں جلا کر خاک کردینے کی کوشش کرتے ہیں جو آپس کی غیریت اور نفرت پیدا کرتے ہیں، تاکہ نفرتیں غصے اور لڑائی جھگڑے دور ہوں اور انسانی سماج ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بھائی بہنوں کا ایک پیارا کٹمب یا خاندان بن سکے۔ وہ چھوٹی اور بڑی آپس کی ٹکریں جڑ سے مٹ جائیں جو ہمیشہ تباہ اور برباد کرتی رہتی ہیں۔

ہمارے دیس میں بھی ایسے بڑے بڑے اللہ والوں اور ایشور بھگتوں کا ایک بہت بڑا سلسلہ ملتا ہے۔ کبیر، داؤد، تکا رام، نانک، خواجہ معین الدین چشتی، بابا فرید، میرا، نظام الدین اولیا، ریداس، بلھے شاہ، سب اس سلسلے کے بڑے اور انمول رتن ہیں۔ انھوں نے ایشور کے ایک ہونے کے گہرے سے گہرے پہلوؤں پر زیادہ سے زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے ان سب برائیوں اور بے انصافیوں کا کھلے طور پر اور کڑے سے کڑے لفظوں میں مقابلہ کیا ہے جو مذہب کے نام پر کی جاتی ہیں۔ ان لوگوں کا کلام، ان کی بانی پڑھ کر آدمی صرف اونچے اصولوں کو ہی نہیں جان جاتا بلکہ سچی اور نیک زندگی کی طرف دوسروں کی سیوا اور خدمت کی طرف اور سچی روحانیت کی طرف بھی دھیان دینے لگتا ہے۔ ہم نیچے ان سنتوں میں سے دو چار کے کلاموں کی کچھ مثالیں دیتے ہیں، جن سے آدمی اور سماج کے ساتھ مذہب کے اصلی ناتے پر روشنی پڑے گی۔ ان سے یہ پتا چلے گا کہ ایک خدا میں سچا یقین آدمی کو آدمی بنانے

اور سماج کو سُکھ اور شانتی کی طرف لے جانے کا کتنا بڑا ذریعہ ہے۔ اوپر کے ریت رواج کس طرح آدمی کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑے رکھتے ہیں، اور کس طرح یہ چھوٹے موٹے ریت رواج ہی سماج میں بے اتفاقی پیدا کرنے، فساد جھگڑے کرنے اور سماج کی ترقی کے راستوں کو روک دینے کا سب سے بڑا کارن بن جاتے ہیں۔ اب ہم کچھ مثالیں دیتے ہیں۔

کبیر صاحب نے نیچے لکھے ہوئے بچنوں میں صرف گیتا اور قرآن ہی کی نہیں بلکہ تمام ہندو اور مسلمان زندگی کی ایکتا کی تصویر بڑی خوبصورتی سے کھینچی ہے۔ آدمی آدمی میں کوئی ایسا فرق کرنا جو انھیں ایک دوسرے سے الگ کرے، پھر وہ فرق چاہے کھانے پینے کا ہو، چاہے اونچ نیچ کا ہو، شادی بیاہ کا ہو، چاہے پوجا پاٹ کا ہو، کبیر صاحب کے روحانی دل کو ہلا دیتا ہے۔ وہ ایسے لفظوں میں جو تیر کی طرح سننے والوں کے دل کے پار ہو جاتے ہیں ان بھید بھاؤں پر اپنا دُکھ طرح طرح سے ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے زمانے کے ہندو اور مسلمانوں کو سامنے رکھ کر انھوں نے کہا ہے:-

بھائی رے اِدُو ئی جگدیش کہاں تے آیا۔ کہو کونے بھرمایا
اللہ، رام، کریما، کیشو، ہری، حضرت نام دھرایا
گہنا ایک کنک تے گہنا اِن مَنہ بھاو نہ دُوجا
کہن سُنن کو دوٗ کر تھاپِن، اِک نماج اِک پُوجا
وہی مہادیو، وہی محمد، برہما آدم کہیئے
کوہ ہندو کو ترک کہاوے، ایک جمین پر رہیئے

وید کتیب پڑھیں وی کُتبہ، وَی مُلنا وَی پانڈے
بگر بیگر نام دھرائے اک مٹیا کے بھانڈے
کہہ ہیں کبیر وی دو نو بھُولے رام ہیں کنہوں نہ پایا
وی گھستی وی گائے کٹاویں بادہیں جنم گنوایا

اے بھائی! اس دنیا کے دو مالک دو خدا کیسے ہو سکتے ہیں
ہو تمھیں کس نے بہکا دیا؟ اللہ اور رام، کریم اور کیشو، ہری اور
حضرت یہ سب صرف الگ الگ نام رکھ لیئے گئے ہیں، جیسے
ایک سونے سے طرح طرح کے گہنے گڑھ لیئے جاویں۔ یہ دو
الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ کہنے سننے کے لیئے ایک نماز کہتا
ہے دُوسرا اُسی کو پوجا کہتا ہے۔ جو مہادیو ہے وہی محمد ہے، جو برہما
ہے وہی آدم ہے۔ کون ہندو ہے اور کون مسلمان؟ دونوں ایک
ہی زمین پر رہتے ہیں۔ کوئی وید پڑھتا ہے، کوئی خطبہ پڑھتا ہے۔
کوئی مولانا کہلاتا ہے، کوئی پنڈت۔ نام الگ الگ ہیں۔ اصل
میں سب ایک ہی مٹی کے برتن ہیں۔ کبیر کہتا ہے اس جھوٹے بھید
بھاؤ میں پڑکر یہ دونوں اصلی راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اِن
میں سے کسی کو ایشور نہیں ملا۔ ایک بکرا کاٹتا ہے دوسرا گائے۔
اسی بحث میں ان دونوں نے اپنی زندگی برباد کر دی۔

مندر اور مسجد، پورب اور پچھم کے فرق کو بیان کرتے ہوئے

کبیر صاحب نے کہا ہے:۔

جو خدائے مسجید بست ہے اور ملک کہی کیرا
تیرتھ مورت رام نواسی دوئی منہ کنہو نہ ہیرا
پورب دسا ہری کو باسا پچھم اَلَہ مکا ما
دل منہ کھوج دل ہی منہ کھوجو، ابئ کریما راما
وید کتیب کہو کن جھوٹا جھوٹا جو نہ بچارے
سب گھٹ ایک ایک کر جانے دوجا کہی مارے
جیتے عورت مرد اُپانے سو سب روپ تمھارا
کبیر پونگرا اَلَہ رام کا سو گرو پیر ہمارا

اگر خدا مسجد ہی میں رہتا ہے تو باقی مُلک کس کا ہے؟ ہندو سمجھتے ہیں رام تیرتھ اور مورت میں رہتا ہے پر ان دونوں میں کسی کو بھی رام نہیں ملا جو سمجھتے ہیں ایشور پورب میں ہے یا اللہ پچھم میں ہے وہ دونوں دھوکے میں ہیں۔ اُسے ڈھونڈھنا ہے تو اپنے دل کے اندر ڈھونڈھو وہ وہیں ملے گا۔ وہی کریم ہے اور وہی رام ہے۔ وید اور قرآن جھوٹے نہیں ہیں، جھوٹا وہ ہے جو اُن کا نام لیتا ہے پر سوچتا بچارتا نہیں۔ جو آدمی سب کے اندر ایک ہی اللہ کو دیکھتا ہے اور سب کو اپنی ہی طرح سمجھتا ہے وہ کسی کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ دنیا میں جتنے عورت اور مرد ہیں سب تمھارے ہی

روپ ہیں۔ کبیر کہتا ہی کہ جو آدمی اللہ اور رام کا پونگرا ہی یعنی دونوں کو ایک سمجھتا ہی وہی ہمارا گرو اور پیر ہی۔

آدمی آدمی سب ایک ہی ہیں، اسے دکھاتے ہوئے کبیر صاحب کہتے ہیں:۔

ایسو بھرم بگرُ جَن بھاری، وید کتیب دین اُو دوجگ کو مسٹا کوناری،
ماٹی کے گھٹ ساج بنایا نادے بند سمانا، گھٹ بِن سے کا نام دھر ہو گئے احمق کھوج بھلانا
ایکی تچا ہاڑ مَل موترا اک رُدھر اِک گوُدا، اک بوند سوں سسٹی کیو ہی کو برہمن کو سودرا،
رج گُن برہما تم گن سنکر ست گنا ہر سوئی، کہہ ہیں کبیر رام رم رہیے ہندو ترک نہ کوئی،

ساری دنیا ایک بہت بڑے دھوکے میں پڑی ہوئی ہی جو اُسے برباد کر رہا ہی۔ کوئی وید کی دُہائی دیتا ہی، کوئی قرآن کی؛ کوئی دین کی بات کرتا ہی، کوئی دوزخ کی۔ ان الگ الگ راستوں میں کوئی فرق نہیں ہی۔ آتما یا روح کے لیئے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ سب کے بدن ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ سب میں ایک ہی سی جان ہی۔ اس جسم کے مٹ جانے پر اوپر کی شکلوں کا بھی فرق نہیں رہ جاتا۔ ناسمجھ آدمی اصلی راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ آدمی آدمی سب برابر ہیں سب کے ایک ہی سی کھال ہی، ایک ہی سی ہڈیاں، ایک ہی سا مل موتر (پاخانہ پیشاب) ایک ہی سا خون اور ایک ہی سا گوشت۔ ایک بوند سے سب پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کوئی برہمن ہی اور نہ کوئی شودر۔ برہما،

وشنو اور مہیش تینوں آتما کی ان تینوں حالتوں کے نام ہیں۔ رجوگن یعنی حرکت، ستوگن یعنی سکون اور تموگن یعنی کاہلی۔ کبیر کہتا ہے سب کو ایک ہی ایشور خدا سے لو لگانی چاہیئے نہ کوئی ہندو ہے نہ کوئی مسلمان۔ یہ سب فرق جھوٹے ہیں۔

اوپری ریت رواجوں کے ہلکے پن کو دکھاتے ہوئے کبیر صاحب کہتے ہیں:۔

مَر ہو رہے تَن کا لے کرِ ہو' پران چھُٹے باہر لے ڈرہو
کایا بگرُجن انُ بن بھانتِ کوئی جاری کوئی گاڑی باٹ
ہندو جارین تُرک لے گاڑیں یہی بدھ انت دُنوں گھر چھانڈیں

اے لوگو! جب آدمی مر جائے گا تو اُس کے جسم کو کیا کرو گے؟ جان نکل جانے پر باہر ڈال دو گے۔ جسم کے بے جان ہو جانے پر لوگ طرح طرح سے برتاؤ کرتے ہیں: کوئی جلا دیتا ہے اور کوئی مٹی میں گاڑ دیتا ہے۔ ہندو جلاتے ہیں اور مسلمان گاڑتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ آخر دونوں اس جسم کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں

ہندو کہیں موہے رام پیارا' تُرک کہیں رحمانا
آپس میں دُوُ لَر لَرِ مُوُئے مَرَم کاہُ نہیں جانا

ہندو کہتے ہیں ہمارے پیارے کا نام رام ہے، مسلمان کہتے ہیں ہمارے پیتم کا نام رحمان ہے۔ دونوں آپس میں لڑ لڑ کر مرے جاتے ہیں۔

اُس کی اصلیت سے دونوں ناواقف ہیں۔

جات پات اور چھوا چھوت کو غلط بتاتے ہوئے کبیر صاحب نے کہا ہے:۔

گُپت پرگٹ ہے ایکی مُودرا، کاکو کہیئے برہمن شُودرا

جھوٹے گرب بھولو مت کوئی، ہندو ترک جھوٹ کُل دوئی

سب کے اندر اور باہر ایک سا بناؤ ہے۔ نہ کوئی براہمن ہے نہ کوئی شودر۔ جات پات کا یہ سب گھمنڈ جھوٹا ہے، اس میں کسی کو نہیں پڑنا چاہیئے۔ یہ بات بھی جھوٹی ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ خاندان ہیں۔ آدمی آدمی سب برابر ہیں۔

دادُو کا کلام بھی ایسی ایسی ہی تصویروں اور اسی طرح کی چیزوں سے بھرا پڑا ہے۔ کچھ مثالیں یہاں دی جاتی ہیں:۔ دادُو نے کہا ہے:۔

ایکی الٰہ رام ہے سمرتھ سائیں سوئی

میدے کے پکوان سب کھاتاں ہوی سو ہوی

دادُو سرجن ہار کے کیتے ناؤں اَننت

چت آدے سو لیجیئے یوں سادھو سمرِن سنت[۱]

وہی اللہ ہے وہی رام ہے۔ وہی سمرتھ (صمد) ہے وہی سب کا مالک

---

[۱] "اسے اللہ کہہ کے پکارو یا رحمٰن پکارو، سب اچھے نام اُسی کے ہیں"۔ (قرآن۔ اسرائیل "۱۱۰")

ہی۔ یہ سب الگ الگ نام ایسے ہی ہیں جیسے ایک میدے کے الگ الگ پکوان۔ جسے جو اچھا لگے کھاوے۔ اے دادُو! اُس سرجن ہار کے اَن گِنت نام ہیں، جس نام سے چاہو اُسے پکارو۔ بھلے لوگ ان ناموں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

ہندو مارگ کہیں ہمارا، تُرک کہیں رہ میری
کہاں پنتھ ہی کہو اَلہ کا؟ تم تو ایسی ہیری
دُئی دَرُوگ لوگ کوُں بھاوَی، سائیں سانچ پیارا
کَون پنتھ ہم چلیں کہو سادھوں، سادھو کرو بچیارا
کھنڈ کھنڈ کرِ بَرہم کوُں، پکھ پکھِ لیا بانٹ
دادُو پُورَن بَرہم تَج۔ بندھے بھَرم کی گانٹھ

ہندو کہتے ہیں ہمارا راستہ ٹھیک ہی، مسلمان کہتے ہیں ہمارا راستہ ٹھیک ہی۔ ان سے پوچھو کہ بتاؤ کہ اللہ کا راستہ کون سا ہی؟ یہ دونوں اصلی راستے سے بھٹکے ہوے ہیں۔ لوگوں کو یہ دوئی، یہ الگ الگ راستے پسند آتے ہیں؛ پر یہ دوئی جھوٹی ہی۔ اس مالک کو سچ ہی پیارا ہی۔ اے بھلے لوگو! سوچو کہ ہم کس راستے پر چلیں اور کب تک؟ ان لوگوں نے ایشور کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور اُن الگ الگ ٹکڑوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اے دادُو! یہ سب لوگ اس پورن برہم، اس ایک اللہ سے بھٹک کر

دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

داڈو ایکی آتما، صاحب ہی سب ماہنہ
صاحب کے ناتے ملی، بھیکھ پنتھ کے نانہ
داڈو دونیوں بھرم ہیں، ہندو ترک گنوار،
جے دُہواں تھیں رہت ہی، سو گہ تت بچار
اپنا اپنا کر لیا بھنجن ماہیں بانہ
داڈو ایکی کوپ جل، من کا بھرم اُٹھائے

ای داڈو! ایک ہی جان سب کے اندر ہی۔ سب میں وہی ایشور موجود ہی۔ اس ایک ایشور کے ناتے ہی سے ہمیں ایک دوسرے سے ملنا چاہیے، الگ الگ بھیسوں اور پنتھوں کے فرق میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ اے داڈو! ہندو اور مسلمان دونوں دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، دونوں نا سمجھ ہیں۔ سوچ سمجھ کر اُس اصلی راستے کو پکڑنا چاہیئے، جس میں کوئی غیر نہیں رہ جاتا۔ ان لوگوں نے ایک کنوئیں کے پانی کو الگ الگ برتنوں میں ڈال کر اپنا اپنا الگ الگ کر لیا ہی۔ دوئی کا یہ دھوکا اپنے من سے ہٹا دینا چاہیئے۔

آگے چل کر داڈو کہتا ہی:۔

الّہ رام چھوٹا بھرم مورا۔

ہندو ترک بھید کچھ نا ہیں، دیکھوں درشن تورا
سوئی پران پینڈ پُن سوئی، سوئی لوہی ماسا
سوئی نین ناسکا سوئی، سہجیں کین تماسا
سرونوں سبد باجتا سنیئے، جیبھا میٹھا لاگی
سوئی بھوک سبن کوں بیاپئے، ایک جگت سوئی جاگی
سوئی سندھ بندھ پُن سوئی، سوئی سکھ سوئی پیرا
سوئی ہست پاؤں پُن سوئی، سوئی ایک سریرا
یہو سب کھیل کھالک ہر تیرا، تے ہیں ایک کر لینا
دادو جگت جان کر ایسی تب یہو پران پتینا

میرے دل سے یہ دھوکا جاتا رہا کہ اللہ اور رام دو ہیں۔ ہندو اور مسلمان میں مجھے کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا۔ اے ایشور! میں سب کے اندر تیرا ہی درشن کرتا ہوں۔ سب کو ایک ہی سا سانس آتا ہے۔ سب کے ایک ہی سا جسم، ایک سا خون، ایک سا گوشت، ایک سی آنکھ ناک ہے۔ سب میں ایک ہی جان کھیل رہی ہے۔ سب کے کان ایک ہی سی آوازیں سنتے ہیں۔ سب کی زبانوں کو میٹھا میٹھا لگتا ہے۔ سب کو ایک سی بھوک لگتی ہے۔ ایک ہی طرح سب کی بھوک مٹتی ہے۔ سب کے ایک سے ہڈی اور جوڑ ہیں۔ سب کو ایک ہی طرح دکھ سکھ

ہوتا ہی۔ ایک ہی طرح درد ہوتا ہی۔ سب کے ایک ہی سے ہاتھ پاؤں، ایک ہی سا بدن ہی۔ یہ سب کھیل اُسی ایک خالق کا ہی۔ وہی خالق ہی، وہی ہری ہی۔ اسی نے سب کے اندر مجھے اپنے اور اس ایکتا کے درشن کرائے ہیں۔ اس طرح دیکھ اور سمجھ کر ہی دادو کی آتما کو یقین ہوا ہی۔

دھرم یا مذہب کے اصل جوہر کو بیان کرتے ہوے دادو نے کہا ہی:۔

آپا میٹی ہر بھجی، تن من تجی بکار،
نربیری سب جیو سوں، دادو یہ مت سار

نربیری سب جیو سوں، سنت جن سوئی،
دادو ایکی آتما، بیری نہیں کوئی،

ہم سب دیکھیا سودھ کر، دوجا ناہیں آن
سب گھٹ ایکی آتما، کیا ہندو مُوسلمان

ناری پُرکھ کا ناؤں دھر، اِہ سنسی بھرم بھلان،
سب گھٹ ایکی آتما، کیا ہندو مُوسلمان

دونوں بھائی ہاتھ پگ، دونوں بھائی کان،
دونوں بھائی نین ہیں، ہندو مُوسلمان

دادو سنسا آرسی، دیکھت دُوجا ہوئی،
بھرم گیا دُبدھا مٹی، تب دُوسر ناہیں کوئی

کس سوں بَیری ہووے رہا، دوُجا کوئی ناہیں
جس کے انگ تھیں اُوپجا سوئی ہی سب ماہیں

اپنی خودی یعنی اہنکار کو مٹانا، ایک ایشور کی پوجا کرنا، اپنے تن کو بُرے کاموں سے اور من کو بُرے خیالوں سے بچانا، اور کسی جاندار کا بُرا نہ چاہنا، اے دادو! یہی مذہب کا نچوڑ ہے۔ وہی آدمی سنت ہے جو کسی جاندار سے بھی دشمنی نہ کرے۔ اے دادو! سب کے اندر ایک ہی آتما ہے۔ کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے۔ ہم نے سب اچھی طرح کھوج کر دیکھ لیا ہے۔ کوئی غیر نہیں ہے، کیا ہندو اور کیا مسلمان، سب کے اندر ایک ہی آتما کام کر رہی ہے۔ مرد اور عورت کے الگ الگ نام رکھ کر لوگ دھوکے میں پڑ گئے ہیں۔ مرد اور عورت، ہندو اور مسلمان سب کے اندر ایک ہی آتما کام کر رہی ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ دونوں ایک ہی جسم کے دو ہاتھ، دو پیر، دو کان اور دو آنکھوں کی طرح ہیں۔ شک کی آڑ ہی میں ہمیں دو دکھائی دیتے ہیں، اسی سے ہم دھوکے میں پڑ جاتے ہیں۔ جب یہ دھوکا جاتا رہتا ہے اور شک مٹ جاتا ہے تو پھر کوئی دوسرا نہیں رہ جاتا۔ اے دادو! تو کس سے دشمنی کر رہا ہے؟ کوئی غیر ہے ہی نہیں۔ وہی اللہ جس نے تجھے اپنے سے پیدا کیا، وہی سب کے اندر موجود ہے۔

مندر اور مسجد کے فرق کا ذکر کرتے ہوئے دادو کہتا ہے:-

ہندو لاگی دیہرے، مسلمان مسیت،
ہم لاگیں اک الیکھ سوں، سدا نرنتر پریت،

نا تہاں ہندو دیہرا، نا تہاں ترک مسیت،
دادو آپے آپ ہی، نہیں تہاں رہ ریت،

یہو مسیت یہو دیہرا، ست گرو دیا دکھائے،
بھیتر سیوا بندگی، باہر کاہے جائے

دونیوں ہاتھی ہوئی رہے، مل رس پیا نہ جائے،
دادو آپا میٹ کر، دونیوں رہے سمائے

دادو دوئی پکھ دور کر، نرپکھ نرمل ناؤں،
آپا میٹے ہر بھجے، تاکے میں بل جاؤں

دادو پنتھوں پر گئے، بپرے بارہ باٹ،
ان کے سنگ نہ جائیے، الٹا اوگھٹ گھاٹ

ہندو مندر سے چپٹا ہوا ہے، مسلمان مسجد سے، ہم اسی ایک اللہ سے لو لگائے ہیں، جو بے نشان ہے۔ ہماری ہر وقت اس سے لو لگی ہوئی ہے۔ نہ وہاں مندر کی ضرورت ہے نہ مسجد کی۔ وہاں وہ آپ ہی آپ موجود ہے۔ اس کی پوجا کے لیے کسی خاص ریت رواج کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ سچے گرو نے ہمیں دکھا دیا ہے کہ آدمی کا یہ جسم ہی

مسجد ہے اور یہی مندر ہے۔ اس کے اندر ہی آدمی خدا کی سیوا بندگی کر سکتا ہے، باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں دو پاگل ہاتھیوں کی طرح ہو رہے ہیں۔ اسی لیے دونوں مل کر پانی نہیں پی سکتے یعنی دونوں مل کر زندگی کا لطف نہیں اٹھا سکتے۔ اپنی خودی کو مٹا کر دونوں آنند کے ساتھ ایک جگہ سما سکتے ہیں۔ اے دادو! ان دونوں کے میرے تیرے سے ہٹ کر تو اس مالک کا پاک نام لے جو اس سب میرے تیرے سے اوپر ہے۔ میں اسی آدمی پر قربان ہوں جو اپنی خودی کو مٹا کر ایشور کا بھجن کرتا ہے۔ اے دادو! یہ لوگ اپنے اپنے پنتھوں میں پڑ گئے، اسی لیے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ان کا ساتھ چھوڑ، ان کا راستہ الٹا اور بربادی کا ہے۔

خدا سب کے اندر کس طرح موجود ہے اسے بیان کرتے ہوئے دادو نے کہا ہے:۔

جَیسیں تِیل بِیس گندھ پُھلَن،
جیسیں ماکھ بِیسیں رَبّ رُحمَن،
ایسیں رَبّ رُحمَن میں، جیسیں رُوح رَگَن،
جیسیں جِیرو سُور میں ٹھنڈو چندر بسن،

جن یہ دِل مَندر کیا، دِل مَندر میں سوی،
دِل ماہیں دِلدار ہے، اور نہ دُوجا کوی،

جس طرح تلوں میں تیل، پھولوں میں خوشبو اور دودھ میں مکھن ہی، اُسی طرح سب روحوں میں خدا ہی۔ خدا سب روحوں میں اُسی طرح موجود ہی جس طرح رگوں کے اندر روح موجود ہی، جس طرح سورج میں روشنی اور چاند میں ٹھنڈک موجود ہی۔ جس خدا نے ہمارے اس دل کے مندر کو بنایا ہی وہی اس دل کے مندر میں بیٹھا ہوا ہی۔ ہر دل میں دلدار موجود ہی۔ کوئی غیر نہیں ہی۔

اللہ کے ناموں کا ذکر کرتے ہوئے دادُو نے کہا ہی:۔

بابا نہیں دُوجا کوئی۔
ایک اَنیک ناؤں تمہارے، موپئی اور نہ ہوی،
اَلکھ الٰہی ایک تُوں، تُوں ہی رام رحیم،
توہی مالک موہنا، کیشو ناؤں کریم،
سائیں سِرجن ہار توں، توں پاوَن توں پاک،
توں قائم کرتار توں۔ توں ہری حاضر آپ،
رَمتا رازق ایک توں، توں سارنگ سُبحان،
قادر کرتا ایک توں، توں صاحب سُلطان،
اَوِگت اللہ ایک توں، غنی گوسائیں ایک،
عجب اَنُوپَم آپ ہی، دادُو ناؤں ایک

ان سب کے معنے صاف ہیں۔

اس سوال پر گرو نانک اور گرو گوبند سنگھ کے شبد بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ سکھ مذہب کے چلانے والے گرو نانک، کبیر صاحب ہی کے آخری دنوں میں ہوئے ہیں۔ کبیر اور داؤد ہی کی طرح گرو نانک کے چیلوں میں بھی ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ گرو نانک خود کبیر صاحب کے بہت بڑے پریمی تھے۔ سکھوں کی مذہبی کتاب "آدی گرنتھ" میں سکھ گروؤں کی بانی کے ساتھ ساتھ کبیر صاحب اور کئی دوسرے دوسرے مسلمان سنتوں اور فقیروں کی بانی بھری ہوئی ہے۔ سکھ مذہب جس طرح شروع ہوا، وہ ہندو مسلمان کے میل کا مذہب تھا۔ گرو ارجن کو جب امرت سر کے گردوارے کی نیو رکھنے کے لیئے کسی ایشور بھگت کی ضرورت ہوئی تو انھوں نے مشہور مسلمان فقیر سائیں میاں میر کو اس کام کے لیئے چنا۔ گردوارے کی نیو سائیں میاں میر ہی کے ہاتھ کی رکھی ہوئی ہے۔

گرو نانک نے اپنے زمانے کے ہندو اور مسلمانوں کی ناسمجھی پر دکھی ہو کر کہا ہے۔

نہ ہم ہندو نہ مسلمان، دونوں بیچ بسی شیطان
تگ نہ ہندو پایا، تگ نہ مسلمان،

دعویٰ رام رحیم کر، لڑ دے بلے ایمان
ہم نہ ہندو ہیں نہ مسلمان، ان دونوں کو غیریت کے شیطان نے

بہکا رکھا ہے۔ اسی لیے نہ ہندو کو راستہ ملتا ہے نہ مسلمان کو۔ یہ دونوں رام اور رحیم کو دو سمجھ کر لڑتے ہیں۔ انھیں کسی کو ایک خدا پر ایمان نہیں ہے۔

گرو گوبند سنگھ نے کہا ہے:۔

کوؤ بھیو منڈیا سنیاسی، کوؤ یوگی بھیو،
کوؤ برہم چاری، کوؤ جتین مان بو
ہندو ترک کوؤ، رافضی امام شافعی،
مانس کی جات، سبَے ایکَے پہچان بو
کرتا کریم سوئی، رازق رحیم اوئی،
دوسرو نہ بھید کوئی بھول بھرم مان بو
ایک ہی کی سیو سب ہی کو گُرو دیو ایک،
ایک ہی سروپ سبَے ایکَے جوت جان بو
دیہرا مسیت سوئی پوجا او نماج اوئی
مانس سبَے ایک پَے انیک کو بھرماو ہے
دیوتا ادیو جچھ گندھرو ترک ہندو،
نیارے نیارے دیسن کے بھیس کو پربھاو ہے
ایکَے نین ایکَے کان ایکَے دیہہ ایکَے بان،
خاک باد آتش او آب کو رلاؤ ہے

اللہ ابھید سوئی پُران او قرآن اوئی
ایک ہی سروپ سبھی ایک ہی بناو ہی

کوئی اپنے کو منڈیا کہتا ہی کوئی سنیاسی، کوئی یوگی، کوئی برہم چاری اور کوئی جتی، کوئی ہندو کوئی مسلمان، کوئی رافضی اور کوئی سُنّی۔ یہ سب فرق جھوٹے ہیں۔ آدمی آدمی سب کی ایک ہی ذات ہی، سب برابر ہیں۔ سب کا ایک ہی خدا ہی۔ وہی سب کا کرتا (بنانے والا) ہی۔ وہی کریم (سب کا بھلا کرنے والا) وہی رازق (سب کو روزی دینے والا) ہی۔ وہی رحیم (سب پر دیا کرنے والا) ہی۔ کسی کا کوئی الگ خدا نہیں ہی۔ یہ سب فرق بھول اور دھوکا ہیں۔ سب کو اسی ایک خدا کی سیوا بندگی کرنی چاہیے۔ وہی سب کا گرو دیو ہی۔ سب آدمیوں کی ایک ہی سی شکل ہی۔ سب کے اندر ایک ہی اللہ کی جُوت کام کر رہی ہی۔ جو مندر میں ہی وہی مسجد میں ہی، جو پوجا ہی وہی نماز ہی۔ سب آدمی ایک ہیں۔ ہم جو الگ الگ سمجھ بیٹھے ہیں یہ صرف ہمارا وہم ہی۔ دیوتا، دیو، یکش، گندھرب، ہندو، مسلمان سب صرف الگ الگ دیشوں کے الگ الگ ریت رواج کا نتیجہ ہیں۔ سب کی ایک ہی سی آنکھیں، ایک ہی سے کان، ایک ہی سا جسم، ایک ہی سی زبان۔ سب کے جسم اسی مٹی، ہوا، آگ اور پانی سے بنے ہیں۔ جو اللہ ہی وہی ابھید ہی۔ جو پُران میں ہی وہی قُرآن میں ہی۔ سب کا ایک ہی روپ اور ایک ہی

بنا دی۔

اب تک ہم نے ان سنت مہاتماؤں کی بانی میں سے اس طرح کی چیزیں دی ہیں جن میں سب مذہبوں کی بنیادی ایکتا ایشور کا ایک ہونا اور سارے انسانی سماج کی موٹی موٹی تا سمجھیوں کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ خاص کر کبیر اور دادُو نے جگہ جگہ الگ الگ مذہب والوں کی ایک ایک بُرائی کو بھی بڑے ہی جلتے ہوئے لفظوں میں دکھایا ہے۔ اب ہم اس طرح کی کچھ مثالیں نیچے دیتے ہیں۔ ہندوؤں کی چھوا چھوت کا ذکر کرتے ہوئے کبیر صاحب کہتے ہیں:-

پانڈے! بُوجھ پیہُ تم پانی،

جہ مٹیا کے گھر مَنہ بیٹھے تا مَنہ سِرشٹی سمانی،
چھپّن کوٹی جادو جنماں بیجے مُنی جن سہس اٹھاسی،
پیگ پیگ پیغمبر گاڑے سو سب سَری بھوما ئی،
تِہ مٹیا کے بھانڈے پانڈے! بوجھ پیہُ تم پانی،
مچھ کچھ گھریار بیانے رُدھر نیر جل بھریا،
ندیا نیر نرک بہی آوے پسُو مانس سب سَریا،
ہاڑ جھر جھر گُود گری گری دُودھ کہاں تے آیا؟
سو لے پانڈے! جیوَن بیٹھے مٹیا ہی چھوت لگایا،
وید کتیب چھانڈ دیو پانڈے! اِی سب مَن کے بھرما،
کہہ ہیں کبیر! سُنہُ او پانڈے! اِی سب تہرے کرما

اے پانڈے! تم آدمی کی ذات پوچھ کر اُس کے ہاتھ سے پانی پیتے ہو۔ جس مٹی کے گھر میں تم بیٹھے ہوئے ہو اسی مٹی میں ساری مخلوق (سرشٹی) کھپ گئی ہے۔ اسی مٹی میں چھپن کروڑ یادو اور اٹھاسی ہزار منی مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ قدم قدم پر پیغمبر گزرے ہوئے ہیں۔ وہ سب بھی گل کر اسی مٹی میں مل گئے ہیں۔ اے پانڈے! اسی مٹی کے بنے ہوئے ایک برتن تم بھی ہو۔ پھر بھی تم دوسرے آدمی کی جات پوچھ کر اُس کے ہاتھ سے پانی پیتے ہو۔ جس ندی کا تم پانی پیتے ہو اس کے اندر اَن گنت مچھ کچھ اور گھڑیال بیاتے رہتے ہیں۔ اُن سب کا خون اور پانی اسی میں ملتا رہتا ہے۔ دنیا بھر کا نرک بہہ بہہ کر ندی میں آتا ہے۔ آدمی اور جانور سب اُسی میں سڑتے رہتے ہیں۔ جس دودھ کو لے کر تم کھانے کے لیے بیٹھتے ہو وہ کہاں سے آتا ہے؟ ہڈیاں جھر جھر کر اور گوشت گل گل کر انھیں سے دودھ بنتا ہے اور تم مٹی کو چھوت لگاتے ہو۔ اے پانڈے! وید اور شاستروں کے حوالے دنیا چھوڑ دو یہ سب تمھارے مَن کی گھڑنت ہیں۔ کبیر کہتے ہیں: اے پانڈے! یہ سب تمھاری کرتوت ہیں۔

پنڈت بھولے پڑھ گُنی ویدا، آپ اَپن پَوں جان نہ بھیدا،
سندھیا ترپن اور کھٹ کرما، ای بہ رُوپ کریں اس دھرما،
گائتری جُگ چار پڑھائی، پُوچھو جائے مُکتی کن پائی،
اور کے چھیئے لیت ہو سینچا، تم تے کہو کون ہے نیچا،
ای گُن گرب کرو ادھکائی، ادھکے گرب نہ ہوئی بھلائی،
جا سُونام ہی گرب پرہاری، سو کس گرب رہن سکے ہماری،

کُل مرجادا کھوے کے کھوجیں پَدِ نِربان،
ایکرُ نیچ نسائے کے بھئے بدیہی تھان

اے پنڈت! تم وید پڑھ پڑھا کر بھی بھول گئے۔ تم نے اپنے آپ کو نہ پہچانا، سندھیا ترپن اور طرح طرح کے کرم کانڈ تم کرتے ہو، گائتری بھی جپتے جپاتے ہو، یہ کر تے کراتے تمھیں جُگ بیت گئے، پر اس سب کے کرنے سے تمھیں مُکتی (نجات) نہیں ملی۔ کیوں کہ دوسرے آدمی کے چھو جانے سے تم اپنے اُوپر پاک ہونے کے لیے پانی چھڑکتے ہو۔ بتاؤ تم سے زیادہ نیچ اور کون ہو سکتا ہے جو آدمی کے چھونے سے پرہیز کرتے ہو؟ تم اپنے کو اونچا سمجھتے ہو اور اس کا تمھیں گھمنڈ ہے۔ اس سے تمھارا بھلا نہیں ہو سکتا۔ جس ایشور کا نام گرب پرہاری (گھمنڈ کو دور کرنے والا) ہے وہ تمھارے اس جھوٹے گھمنڈ کو کیسے سہ سکتا ہے؟ موکش (نجات) اُسی کو مل سکتی ہے جو جات پات خاندان اور اونچ نیچ کے سب گھمنڈوں کو اسی طرح اپنے اندر سے مٹا دے جس طرح بیج اپنے آپ کو مٹی میں ملا کر ختم کر دیتا ہے۔ تب ہی اُس میں سے مُکتی کا انکھوا پھوٹ سکتا ہے۔

خود ماس کھانے والے اور دوسرے سے پرہیز کرنے والے براہمنوں سے کبیر صاحب کہتے ہیں:-

پنڈت اَچرج اِک بڑ ہوئی
ایک مرے مودے ان نہیں کھائی ۔ اِک مرے سِجّی رسوئی،
کَری سنان دیوَن کی پوجا ۔ نَوگنی کاندھے جنیو،
ہنڈیا ہاڑ ہاڑ تھریا مُکھ ۔ اب کھٹ کرم بنیو،

دھرم کتھی جہاں جیو بدھی تہاں اکرم کری مورے بھائی
جو تہرا کو براہمن کہئیے کا کو کہئیے قصائی
کہیں کبیر سنو ہو سنتو! بھرم بھولی دنیائی
اپرم پار پار پرشوتم یا گتی برلے پائی

اے پنڈت! مجھے بڑا اچرج ہو رہا ہے کہ جب کوئی گھر کا یا محلّے کا آدمی مر جاتا ہے تب تم ناپاکی مان کر کھانا نہیں کھاتے۔ اور بکرا مرا ہوا لے کر اس کی رسوئی پکاتے ہو اور پھر نہا کر پوجا کر کے کندھے پر جنیو ڈال کر کھانے بیٹھتے ہو۔ تمہاری ہنڈیا میں بھی ہڈیاں ہوتی ہیں اور سامنے تھالی میں بھی مردے کی ہڈیاں رہتی ہیں۔ کہو یہ کیسا دھرم کرم ہے؟ جہاں تم دھرم کی بات کرتے ہو وہیں دوسرے کی جان لیتے ہو۔ اے بھائی! یہ ٹھیک کام نہیں ہے۔ اگر تمھیں براہمن کہا جاوے تو قصائی کس کو کہا جاوے؟ کبیر کہتے ہیں۔ اے سنتو! سنو۔ یہ سب دنیا دھوکے میں پڑی ہوئی ہے۔ اس بات کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک ہی پرماتما سب کے گھٹ گھٹ میں موجود ہے۔

ہندو اور مسلمان دونوں اپنے اپنے دھرموں کے بہانے سے زبان کے سواد میں پڑے ہوئے ہیں، اسے بیان کرتے ہوئے کبیر صاحب کہتے ہیں:۔

سنتو! راہ دونو ہم دیکھا،
ہندو ترک ہٹا نہیں مانیں سواد سبھنی کو میٹھا،
ہندو برت اکادسی سادھیں دودھ سنگھارا سینتی،
ان کو تیاگیں من کو نہ ٹھکیں پارن کریں سگوتی،

ترک روجا نماج گذاریں بسمل بانگ پکاریں،
ان کوں بھست کہاں تے ہوئی سا بجھے مُرگی ماریں،
ہندو کی دیا مہر ترکن کی دونوں گھٹ سوں تیاگی
وے حلال وے جھٹکا ماریں آگ دُنوں گھر لاگی
ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرو راہئ بتائی،
کہہ ہیں کبیر سُنہو ہو سنتوا رام نہ کہوں خدائی

اے سنتو! ہم نے ان دونوں راستوں کو اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں اپنی اپنی ضدمیں پڑے ہوئے ہیں۔ دونوں زبان کے سوادمیں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہندو ایکادشی کا برت کرتے ہیں اور اپنے سب سگوں کو ساتھ بٹھا کر دودھ اور سنگھارا اڑاتے ہیں، اناج سے پرہیز کرتے ہیں، پر اپنے من کو مزیدار چیزوں سے نہیں روکتے۔ مسلمان روزہ رکھتے ہیں، شام کو نماز پڑھتے ہیں، اذان دیتے ہیں اور اسی شام کو زبان کے سواد کے لیئے مرغی مارتے ہیں۔ بہشت میں جانے کا یہ راستہ نہیں ہے۔ ہندوؤں نے اپنے دل سے دیا کو مٹا دیا۔ مسلمانوں نے اپنے اندر سے مہر کو چھوڑ دیا۔ ایک حلال کھاتے ہیں تو دوسرے جھٹکا کھاتے ہیں، چھوٹے پن کی آگ دونوں گھروں میں لگی ہوئی ہے۔ سچے گرو نے ہمیں بتایا ہے کہ حقیقت میں ہندو اور مسلمان دونوں کے لیئے راستہ ایک ہی ہے۔ کبیر کہتے ہیں اے سنتو! سنو! رام اور خدا میں فرق نہیں ہے، پر ہندو اور مسلمان دونوں اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

رکھوٹے مذہبی گروہوں کی حالت بیان کرتے ہوئے کبیر صاحب کہتے ہیں:-

سنتو! دیکھت جگ بورانا،

سانچ کہوں تو مارن دھاویں — جھوٹے جگ پتیانا
نیمی دیکھا، دھرمی دیکھا — پرات کرہیں اسنانا
آتم ماری پکھا نہیں پوجیں — اُن منہ کچھو نہ گیانا
بہوتک دیکھا پیر اولیا — پڑھیں کتیب قرانا،
کے مرید تدبیر بتاویں — اُن منہ اُہی جو گیانا
آسن مار ڈمبھ دھر بیٹھے — من منہ بہت گمانا،
پیتر پاتھر پوجن لاگے — تیرتھ گرب بھلانا،
مالا پہریں ٹوپی پہریں — چھاپ تلک انمانا،
ساکھی شبدے گاوت بھولے — آتم کھبر نہ جانا
ہندو کہیں موہی رام پیارا — ترک کہیں رحمانا،
آپس منہ دوؤ لر لر موئے — مرم کاہو نہیں جانا
گھر گھر منتر دیت پھرت ہیں — مہما کے ابھمانا،
گرو سہت سیس سب بوڑے — انت کال پچھتانا
کہہ ہیں کبیر سنو ہو سنتو! — ای سب بھرم بھلانا،
کیتی کہوں کہا نہیں مانیں — سہجے سہج سمانا

....

کاجی سو جو کاج بناوے — نہیں اکاج سے راجی،
جو اکاج کی بات چلاوے — سو کاجی نہیں پاجی
کبیر سوئی پیر ہے — جو جانے پر پیر،

جو پر پیر نہ جانئی سو کافر بے پیر

اے سنتو! دیکھتے دیکھتے دنیا پاگل ہو رہی ہے۔ سچی بات کہو تو مارنے کو دوڑتے ہیں، جھوٹ میں سب کو یقین ہے۔ بہت سے نیمی اور دھرمی دیکھے۔ صبح اٹھ کر نہاتے ہیں، زندہ جانور کو مار کر کھا جاتے ہیں، اور پتھر کے دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو کچھ بھی سمجھ نہیں ہے۔ ایسے ہی بہت سے پیر اور اولیا دیکھے جو قرآن پڑھتے ہیں۔ یہ اپنے مریدوں کو کیا تدبیر بتائیں گے۔ انھیں خود کچھ بھی پتہ نہیں ہے۔ یا اس طرح کے جھوٹے گرد آسن لگا کر ڈھونگ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ دل میں اپنے کو بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ پیتل اور پتھر کی مورتیوں کو پوجتے ہیں۔ تیرتھوں کے گھمنڈ میں پھولے ہوئے ہیں۔ مالا پہنتے ہیں، ٹوپی پہنتے ہیں، بڑے بڑے تلک لگاتے ہیں، ساکھی سبد گاتے ہیں۔ پر انھیں اپنے اندر کی خبر نہیں ہے۔ ہندو کہتے ہیں ہمارا خدا رام ہے، مسلمان کہتے ہیں ہمارا خدا رحمٰن ہے۔ دونوں آپس میں لڑ لڑ کر مرے جاتے ہیں۔ اصلیت کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ اپنے گیان کے گھمنڈ میں گھر گھر چیلے مونڈتے اور منتر دیتے پھرتے ہیں۔ گرو اور چیلے یہ دونوں ڈوب گئے۔ آخر میں دونوں کو پچھتانا پڑے گا۔ کبیر کہتے ہیں، اے سنتو! یہ سب دھوکے کی چیزیں ہیں۔ کہاں تک کہا جاوے، لوگ کہنا نہیں مانتے۔ وہ ایشور سب کے اندر اور سب میں ایک برابر موجود ہے۔ اصلی قاضی وہ ہے جو دوسروں کا کام سنوارے اور جو کسی برے کام سے راضی نہ ہو۔ اور جو کوئی برا کام کرنے کو کہے اسے قاضی نہیں پاجی کہنا چاہیئے۔ اے کبیر سچا پیر وہی ہے جو دوسروں کی پیر یعنی تکلیف کو سمجھے۔ جو دوسروں کی تکلیف کو تکلیف نہ سمجھے وہ پیر نہیں، کافر اور بے پیر ہے۔

مندر اور مسجد کے جھگڑے کے بارے میں دادو نے کہا ہے:-

آپ چناوے دیہرا، تِس کا کریں جتن — پرتکھ پرمیسر کیا، سو ڈھانے جیو رتن
مسیت سنواری مانسوں، تس کوں کرے سلام — عین آپ پیدا کیا، سو ڈھاوے مسلمان
دیسیت یہ دیہرا، ست گرو دیا دکھائی — بھیتر سیوا بندگی، باہر کاہے جائی
خود خجوری دل ہی بھیتر، غسل ہمارا سارم — اُجو ساج اَلٰہ کے آگے، تہاں نماج گزارم
کایا مسیت کر پنج جماتی، من ہی ملا امام — آپ الیکھ الٰہی آگے، سجدہ کرے سلام

جس مندر کو ہندو اپنے ہاتھوں سے چنتے ہیں اُس کی تو بڑی دیکھ ریکھ کرتے ہیں پر آدمی یا جانور کا جسم جو خود ایشور کا بنایا ہوا مندر ہے اُسے توڑ ڈالتے ہیں یعنی مار ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان آدمی کی بنائی ہوئی مسجد کی تو عزت کرتے ہیں اور خود خدا کی بنائی ہوئی عمارت (یعنی کسی بھی جاندار کے جسم) کو ڈھا دیتے ہیں۔ سچے گرو نے ہمیں دکھا دیا ہے کہ آدمی کا یہ جسم ہی مسجد ہے اور یہی مندر ہے۔ اسی کے اندر بیٹھ کر ہم اللہ کی سیوا بندگی کر سکتے ہیں، کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دل کے اندر ہی ایشور کے وجود کا حوض بھرا ہوا ہے۔ اس میں ہم اچھی طرح نہا سکتے ہیں اور وضو کر کے وہیں پر اللہ کے سامنے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ہمارا یہ جسم ہی مسجد ہے۔ ہمارے پانچوں حواس اندریاں جماعت (ساتھ ساتھ نماز پڑھنے والے) ہیں۔ ہمارا اپنا من ہی ملا اور امام ہے۔ اس امام کو سامنے کر کے ہمیں اُسی الیکھ اللہ کے سامنے سجدہ کرنا چاہیے اور اسی کو سلام کرنا چاہیے۔

مورتی پوجا کا ذکر کرتے ہوئے دادو نے کہا ہے:-

مورت گڑھی پکھان کی، کیا سرجن ہار — دادو سانچ سوجھی نہیں، یوں ڈوبا سنسار

آتم ماہیں رام ہے۔ پوجا تاکی ہوئی   سیوا بندن آرتی۔ سادھ کریں سب کوئی
ماہیں نرنجن دیو ہے۔ ماہیں سیوا ہوئی   ماہیں آپا ہیں آرتی۔ دادو سیوک سوئی

پتھر کی مورت بنا کر لوگ اسے ایشور ماننے لگتے ہیں۔ اے دادو! ان لوگوں کو سچا ایشور دکھائی نہیں دیتا، اسی لیئے دنیا ڈوب رہی ہے۔ رام اپنی آتما کے اندر ہی موجود ہیں۔ وہیں ان کی پوجا کرنی چاہیئے۔ سچے بھگت اپنے اندر رام کی ہی سیوا بندگی کرتے ہیں۔ اے دادو! سچا سیوک وہی ہے جو اپنے اندر کے نرنجن دیو کی آرتی کرے۔

اوپر کے ریت رواجوں، پوجا پاٹھوں پر دادو نے کہا ہے:-

دادو باندھے وید بدھ۔ بھرم کرم اُرجھائی   مرجادا ماہیں رہے۔ سمرن کیا نہ جائی
اس کل کیتے ہوئے گئے ہندو مسلمان   دادو سانچی بندگی جھوٹا سب ابھمان
پوتھی اپنا پنڈ کری۔ ہر جس ماہیں لیکھ   پنڈت اپنا پران کر۔ دادو کتھو الیکھ
کایا کتیب بولیے۔ لکھ راکھوں رحمٰن   منواں ملا بولیے۔ سرتا ہے سبحان

اے دادو! لوگوں کو وید شاستروں کے ریت رواجوں نے جکڑ رکھا ہے۔ اسی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ لوگ اوپر کے ریت رواجوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اسی لیے اس مالک کا سچا سمرن یعنی اس کی دل سے یاد نہیں کر پاتے۔ اس کل جگ میں کتنے ہی ہندو اور مسلمان ہو گئے۔ اے دادو! اس ایشور کی بندگی ہی سچی ہے۔ باقی سب گھمنڈ جھوٹا ہے۔ اپنے جسم ہی کو کتاب بنانا چاہیئے۔ اس کتاب کے اندر ایشور کا نام لکھا ہوا موجود ہے۔ اپنی جان ہی کو پنڈت ماننا چاہیئے اور اسی پنڈت سے اس الیکھ ایشور کا نام اپنے جسم کی کتاب میں پڑھنا چاہیئے۔ اسی کتاب میں رحمٰن لکھ کر اپنے من کو ملا بنا کر اس سبحان ایشور کے سامنے دعا مانگنی چاہیئے۔

دادُو پاتی پریم کی، برلا پاچے کوئے　　وید پُران پُستک پڑھے، پریم بنا کا ہوئے

اس کا مطلب صاف ہے۔

اوپری ریت رواج کو فضول بتاتے ہوئے دادُو نے کہا ہے:-

سانچا رام نہ جانے رے سب جھوٹ دکھانے رے

جھوٹے دیوا جھوٹی سیوا جھوٹا کرے پسارا　　جھوٹی پوجا جھوٹی پاتی جھوٹا پوجن ہارا

جھوٹا پاک کرے رے سیرانی جھوٹا بھوگ لگاوے　　جھوٹا آڑ اڑ دادیوے، جھوٹا تھال بجاوے

جھوٹے بکتا جھوٹے سُرتا جھوٹی کتھا سناوے　　جھوٹا کلی جگ سب کو مانے جھوٹا بھرم دڑھاوے

تھاور جنگم جل تھل مہیں گھٹ گھٹ تیج سمانا　　دادُو آتم رام ہمارا۔ آدِ پُرش پہچانا

لوگ سچے رام کو نہیں پہچانتے سب جھوٹی باتیں کرتے ہیں جھوٹے دیوتا، جھوٹی سیوا جھوٹا پھیلاؤ جھوٹی پوجا، جھوٹا چڑھاوا، جھوٹا پوجنے والا، جھوٹا کھانا، اور جھوٹ موٹ کا بھوگ جھوٹا پردا، جھوٹا تھال بجانا، جھوٹا کہنے والا، جھوٹا سننے والا، اور جھوٹی کتھا۔ کل جُگ کے آدمی ان سب جھوٹی چیزوں کو مانتے ہیں، اور جھوٹی باتوں میں لوگوں کا یقین جماتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ جاندار اور بے جان سب کے اندر جل اور تھل سب میں سب کے گھٹ کے اندر اسی ایک ایشور کا تیج (نور) سمایا ہوا ہے۔ اسے دادُو ہم سب کی آتما دل کے اندر رہنے والا ہے وہی ہمارا رام ہے وہی ایک ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اصلی دین یا دھرم کیا ہے؟ اسے بیان کرتے ہوئے دادُو نے کہا ہے:-

سوئی سادھ سِدھی۔ گوبند گُن گاوے　　رام بھجے وِشیا تجے۔ آپا نہ جناوے

تِھیا مکھ بولے نہیں۔ پر نندیا ناہیں　　اوگن چھاڑی گُن گہے۔ من ہر پد ماہیں

نربیری سب آتما۔ پر آتم جانے　　سکھدائی سمتا گہے۔ آپا نہیں آنے

آیا پرانتر نہیں۔ نرمل پنچ سہارا ست یا دی سا چا کہے، لے لین بچارا
نر بھی نیارا رہے۔ کا ہولیت نہ ہوئی دادو سب سنسار میں، ایسا جن کوئی

وہی بھگت سب سے اچھا ہے جو اُس ایک ایشور کے گن گا دے، اُسی کا بھجن کرے
اپنے نفس پر قابو رکھے، کسی سے گھمنڈ نہ کرے، منہ سے جھوٹ نہ بولے، کبھی دوسرے
کی برائی نہ کرے، بُرے کاموں سے بچے، نیک کام کرے، جس کا دل خدا کے
قدموں میں لگا رہے، جو کسی کے ساتھ دشمنی نہ کرے، دوسروں کو اپنی ہی طرح سمجھے،
سب کو سکھ پہنچا دے، سب کو برابر سمجھے، اپنی خودی کو بیچ میں نہ لادے۔ اپنے اور
پرائے کا کوئی فرق نہ کرے، سب میں ایک ہی پاک پروردگار کا نور دیکھے، ہمیشہ سچ
بولے، اپنے مذہب پر ڈٹا رہے، نڈر ہو کر خدا کی بندگی کرے، کسی سے موہ یا لگاؤ نہ
رکھے۔ اسے دادو! اس سارے سنسار میں ایسے آدمی بہت ہی کم ہیں۔

(۴)

دنیا میں ہزاروں برس سے "وسودیو کٹمبکم" کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔
یعنی یہ کہ اس وسودھا (اس زمین) کے سب رہنے والے ایک چھوٹا سا کٹمب ایک
خاندان ہیں۔ ہم نے ابھی دیکھا ہے کہ کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اپنے ماننے والوں
کے سامنے یہ مقصد، یہ لکشن نہ رکھا ہو۔ ہم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کوئی سنت یا مہاتما
صوفی یا فقیر ایسا نہیں ہوا جس کے دل کی سب سے بڑی امنگ یہ نہ رہی ہو کہ انسانی
دنیا کے بیچ میں جو دیواریں آدمی کو ایک دوسرے سے الگ کرنے والی رہ گئی ہیں
اور جو انھیں ایک نہیں ہونے دیتیں، وہ کسی طرح ٹوٹ جائیں۔ قدرت کا جھکاؤ
بھی اسی طرف ہے۔ وہ بھی انسانی سماج کو اسی طرف لیے جا رہی ہے۔ وید میں آیا ہے کہ:

سمانی وآکوتہ سمانا ۔ ہردیانی وہ، سمانم استُ وو منو،
یتھا وہ سُوسہا ستی، سمانی پرپا سہ وو انّ بھاگہ،
سمانے یوکترے سہ وو یُنجم، سمینچو اگنم سپریت،
ارانابھم وا امتہ سم یچھدھوم سم وو دھوم اہم وو منا لسٹی یجاتام،

تم سب کی غرض ایک ہو۔ سب کے من ملے ہوئے ہوں! اسی میں سب کا بھلا ہے۔ تم سب مل کر کام کرو، مل کر کھاؤ پیو۔ ایشور نے تم سب کو ایک ہی بڑے کام میں لگا رکھا ہے۔ آتما کی آگ تمھیں اسی طرح ایک طرف لے جا رہی ہے جس طرح پہیے کے سب آرے پہیہ کو ایک ہی طرف چلاتے رہتے ہیں۔ تم سب مل کر چلو، ایک آواز سے بولو؛ سب کے دماغ ایک طرح کام کریں اور ایک سچائی کو سمجھیں۔

جس دنیا کی تصویر اس وید منتر میں کھینچی گئی ہے اسی دنیا کے آنے کی نوید یعنی خوشخبری ہر مذہب میں دیتا رہا ہے اور ہر مذہب نے دنیا کو ایسا ہی بنانے کی کوشش کی ہے۔

جیسے دنیا کے سب ملکوں اور سب زمانوں کے رسولوں کو سامنے رکھ کر قرآن کہتا ہے کہ۔

"اے رسولو! سچ مچ تمھاری یہ سب الگ الگ امتیں (مذہب یا فرقے) ایک ہی امت ہیں اور میں تم سب کا رب ہوں۔ سو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔ لیکن لوگوں نے اپنے دین کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں پھولا ہوا ہے۔" مومنون: ۵۲-۵۳ ۔ انجیل [illegible]

کہ "تم سب کے دماغ مل کر چلیں۔ سب کو ایک دوسرے سے ہمدردی ہو۔ سب بھائی بھائی کی طرح ایک دوسرے سے پیار کریں۔ سب کے دل میں دیا ہو۔ سب میں دینتا ہو۔ کوئی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دے۔ نہ گالی کے بدلے گالی دے بلکہ اس کے خلاف سب ایک دوسرے کا بھلا چاہیں۔ سب کے دل ملے ہوں۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہیں (کورنتھیوں کے نام خط) "ایشور آدمی آدمی میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ کوئی کسی بھی قوم کا ہو۔ جو کوئی اُس سے ڈرتا ہی اور نیک کام کرتا ہی ایشور اسے اپناتا ہی" (رسولوں کے اعمال) "نہ کوئی یہودی ہی نہ کوئی یونانی۔ نہ کوئی غلام ہی نہ کوئی آزاد۔ نہ کوئی مرد ہی نہ کوئی عورت۔ عیسیٰ مسیح کے لیے تم سب ایک ہو" (گلیتوں کے نام خط)۔

چین کے مہاتما کنگ فوتزے کا کہنا ہی کہ "اپنے سب پڑوسیوں کے ساتھ میل ملاپ سے رہنا سیکھو۔ سب بھائیوں کے ساتھ مل کر پریم سے رہو" (شوکنگ) مہاتما بدھ نے کہا ہی کہ "اور یہ سب چلتے پھرتے آدمی کیا ہیں؟ یہ سب ایک ہی جسم کے حصے ہاتھ پیر ہیں۔ اس لیے ہر حصے کو ہر دوسرے حصے کی فکر رکھنی چاہیے"

ہندو دھرم کا مشہور اپدیش ہی:-

اَیم نِجہ پَرو ویتی گننا لگھو چیتسام
اُدار چرتا نا نتُ وسُدھیو کُٹمبکم

"یہ میرا اپنا ہی اور یہ غیر ہی۔ اس طرح کی گنتی وہ لوگ کرتے ہیں جو چھوٹے دل کے ہیں۔ لیکن جو لوگ بڑے دل کے ہیں وہ اس زمین کے سب رہنے والوں کو اپنا ہی کٹمب (خاندان) سمجھتے ہیں۔"

غرض یہ کہ مذہبی کتابوں میں اس طرح کی تعلیم بھری پڑی ہے۔ پھر بھی انسانی دنیا اپنی اس منزل سے ابھی دور دکھائی دیتی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس کے دو ہی سبب ہیں: ایک تو یہ کہ کچھ لوگ اس سچائی کو سمجھ نہیں پاتے۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ سمجھ لیتے ہیں وہ بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ منزل تک پہنچنے میں دیر لگنے کی ذمہ داری اُن پر نہیں ہے جو سمجھ نہیں پاتے۔ اس کی ساری ذمہ داری اُن لوگوں پر ہے جو سمجھتے ہیں اور پھر بھی اُس پر عمل نہیں کرتے۔ سچ یہ ہے کہ دنیا میں انقلاب کرنے والی، دنیا کو بدلنے یا اُسے سدھارنے والی سب سے بڑی طاقت عمل ہے۔ ہماری باتوں، ہمارے اندیشوں اور ہماری لفظی بحثوں سے ہمارے کاموں کا دوسروں پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ گیتا اور قرآن اپنے پڑھنے والوں کے سامنے رکھنے سے ہماری غرض لوگوں کو صرف ایک طرح کا دماغی بھوجن کرانا نہیں ہے، بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ اس سے ہم میں عمل کرنے کی طاقت پیدا ہو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ دونوں پاک کتابیں عمل کی نگاہ سے پڑھی جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے ایشور، خدا ہم میں وہ طاقت پیدا کر دے کہ ہم اپنے الگ الگ مذہب، اپنی قوم، اپنے ملک، اپنے گاؤں، اپنے خاندان کے اُن الگ الگ اور خود غرضی بھرے شکنجوں کو چکنا چور کر دیں جو ہمیں ایک دوسرے سے توڑ توڑ کر الگ کیے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے لڑاتے ہیں۔ ہمارا صرف اتنا محسوس کر لینا یا سمجھ جانا ہی کافی نہیں ہے کہ ہم سب ایک ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نجی اور سماجی دونوں طرح کی زندگی میں سے وہ سب باتیں مٹا دیں جو ہمیں آدمی آدمی میں فرق کرنے پر مجبور کرتی ہیں، چاہے

وہ باتیں ریت رواج کی صورت میں ہوں اور چاہے قانونی اور مذہبی پابندیاں (بندھن) ہوں۔

ہمیں کسی نئے مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مانو دھرم، وہ انسانیت کا مذہب جس پر سارے دھرموں اور مذہبوں کی بنیادیں قائم ہیں ہمارے لیے کافی ہے۔ اب ہمیں ضرورت ہے ایک نئے سماج، نئی کلچر کی، جس میں میری اور تیری، اس گروہ کی یا اُس گروہ کی نہیں، بلکہ انسانیت کی سوچ پھنکی ہوئی ہو جس کے رہن سہن اور ریت رواجوں میں ہر آدمی کو برابر کی جگہ دی جائے۔ اور جس کے قاعدے قانون ہماری دل بندیوں اور ہماری پھوٹ کو ٹکڑے اور امٹ بنا دینے کا سادھن نہ بنیں۔ ہمیں اس طرح کے جیون کی ضرورت ہے جس کی عمارت آپس کی محبت اور ایک دوسرے کی مدد کی گہری اور مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو۔ ہمیں اُس مذہبی سانچے کی ضرورت ہے جو ہمیں ایک برادری، ایک قوم، ایک خاندان کے جیتے جاگتے سانچے میں ڈھال دے ہمارا یہ نیا دھرم، ہماری یہ نئی ملت آج کل کے مذہبوں کی طرح ایک دوسرے سے غیریت اور نفرت کرنے اور گھن برتنے کا مذہب نہ ہو۔ ہم سب کا خدا ایشور اس کھلی لامذہبی کو، اس ادھرم کو ہمارے دلوں اور ہمارے کاموں سے ہمیشہ کے لیئے نکال دے۔ ہمارا مذہب انسانیت کا مذہب، محبت کا مذہب، تیاگ یعنی ایثار کا مذہب، عشق کا مذہب پریم کا مذہب ہو! یہی وہ سچا مذہب ہے جسے دنیا کے سب اوتاروں اور نبیوں، سنتوں، ولیوں، سادھوؤں اور فقیروں نے حقیقی مذہب، سچا دھرم، مانو دھرم یا الدین بتلایا ہے۔

ہم ایشور سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ گیتا اور قرآن اپنے پڑھنے والوں میں وہ صاف سمجھ، وہ ہمت اور وہ طاقت پیدا کردے جس سے وہ ان پاک کتابوں کی سچی تعلیم پر عمل کرسکیں۔ یعنی آج کل کی ہمیں برباد کرنے والی رواجی اور سماجی جکڑبندیوں کو توڑ تڑا کے اپنے کو آزاد کرسکیں اور نئے سرے سے ایک ملی جلی زندگی، ملی جلی کلچر اور سچے مانو دھرم (مذہب انسانیت) کے سانچے میں اپنے کو ڈھال کر اس ملک میں پھر ایک بار پریم کے سوتے بہا سکیں۔ اس کے سوا ہمارے لیے انسانی قوم کی سیوا یا اپنی نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے!

گیتا

جن کتابوں کو ہندو اپنی دھرم کی کتابیں مانتے ہیں اُن کی تعداد ہزاروں نہیں تو سیکڑوں آسانی سے گنائی جاسکتی ہے۔ دنیا میں جتنے "دھرم" چل رہے ہیں اُن میں شائد ہی کسی دوسرے دھرم کی اتنی کتابیں ہوں۔ یہ بات قدرتی بھی ہے۔ یوں تو دنیا کے سب دھرم ایک دوسرے سے ملتے چلے آتے ہیں، سب ایک ہی سناتن دھرم پرا کے حصّے یعنی ایک پرانے سلسلے کی کڑیاں یا ایک ہی پرانے بڑے پیڑ کی چاروں طرف پھیلی ہوئی ڈالیوں کے الگ الگ پھول ہیں، پھر بھی جہاں تک الگ الگ دھرموں، مذہبوں کے الگ الگ سلسلوں کا سوال ہے ہندو دھرم کا سلسلہ دنیا میں شائد سب سے پرانا ہے۔ یہودی دھرم کا سلسلہ اس کے بہت بعد کا ہے۔ چینی دھرم پرم پرا بھی جہاں تک معلوم ہے اس سے زیادہ پرانی نہیں۔ اس کے علاوہ آج سے دو ڈھائی ہزار سال پہلے چین کے دھرم نے جس زور کا پلٹا کھایا ہندو دھرم نے ویسا کبھی نہیں کھایا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ کھاتے کھاتے رہ گیا۔

آدمی کا اتہاس یعنی انسانی قوم کی تاریخ ہندوستان اور چین سے کہیں زیادہ پرانی ہے۔ ہندوستان اور چین کی پرانی تہذیبوں (سبھیتاؤں) سے ہزاروں سال

پہلے اور بھی بڑی بڑی نامور قومیں ہو چکی ہیں اور ترقی کی چوٹی تک پہنچ چکی ہیں۔ دنیا کے لکھے اور بے لکھے اتہاس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک طرف ایران کے پہاڑوں سے لے کر عرب ساگر اور ہند مہاساگر تک اور دوسری طرف افریقہ کی نیل ندی کے کنارے کنارے بہت پرانے زمانے میں کم سے کم دو بہت بڑی قومیں جنم لے کر ہندوستان اور چین سے کہیں پہلے ہزاروں برس تک آدمی کو زندگی کا راستہ دکھا چکی تھیں۔ پر اب ان کی صرف زمین میں گڑی ہوئی جڑیں یا سوکھی ہوئی شاخیں ہی کہیں کہیں ڈھونڈھنے سے ملتی ہیں۔ قسمت کے انجوک اور اٹل چکر میں ٹھیک وقت پر اپنا رہا سہا خون بعد میں آنے والی قوموں کو دے کر اور اپنے سڑے گلے ہاڑ مانس سے ان کے لئے کھاد تیار کر کے وے قومیں اور ان کی شاندار تہذیبیں دنیا سے مٹ گئیں۔ جس طرح اس دنیا کا بنانے والا بے انت ہے اسی طرح اس کی بنائی ہوئی دنیا بھی بے انت ہے۔ ہمیں ادھر یا ادھر اس دنیا کا اور یا چھور دیکھنے کا حوصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہماری چھوٹی سی سمجھ کے لئے یہ ناممکن بھی ہے۔ لیکن اتنی بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جو کتابیں آج ملتی ہیں ان میں رگ وید سب سے پرانی کتاب ہے اور دنیا کے بچے ہوئے مذہبی سلسلوں میں ہندو سلسلہ سب سے پرانا ہے۔ رگ وید کی آج کل کی دس ہزار پانچ سو اسّی رچاؤں (آیتوں) میں کتنی شروع کی ہیں اور کون سی کب کب شامل کی گئیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کل کے تمام دھرموں اور ان کی کتابوں کو ملا کر دیکھنے سے اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ سب دھرموں کا اصلی نکاس ایک ہی ایشور یعنی اللہ سے ہے۔ سب دھرم پیشکوں کی

اصلی ماں جسے قرآن میں اُمُّ الکتاب کہا گیا ہے اسی ایشور کے پاس ہے۔ ساتھ ہی ان سب دھرموں کے زیادہ تر رسم رواجوں، نام روپوں اور شبدوں تک کا نکاس رِگ وید اور خاص کر اس کی شروع کی رچاؤں سے ہے۔ اسی لیے بہت سے یورپ کے ودوانوں نے رگ وید کو سب دھرموں کی ماں (مدر آف آل ریلیجنس) کہا ہے۔

ہندو دھرم کی کتابوں میں ویدوں کا اور خاص کر رگ وید کا سب سے زیادہ مان ہے۔ لیکن وید اتنی بڑی چیز ہیں۔ اُن کی زبان اتنی پرانی اور عجیب ہے اور ایک ایک منتر کے اتنے اتنے طرح سے ارتھ لگائے جا سکتے ہیں کہ بے پڑھے لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ ودوانوں کے لیے بھی ہزاروں برس سے وید ایک پہیلی رہے ہیں اور ہمیشہ پہیلی ہی رہیں گے۔ ویدوں کا نچوڑ اپنشدوں کو مانا جاتا ہے جو بہت کر کے ویدوں کے ہی حصے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اپنشدوں یا خاص خاص بارہ اپنشدوں کو جن کے سب اصلی منتروں کو ملا کر دو فرموں کی ایک کتاب بھی نہیں بنتی، بھلائی برائی، نیکی بدی اور پاپ پن کے اونچے سے اونچے اصولوں (مارل ایڈیل ازم) باریک سے باریک فلسفے یا درشن (ٹرانسنڈنٹل میٹا فزکس) برہمہ اور جیو آتما اور روح کی گہری سے گہری سچائیوں (ڈیپ اسپرچوئیلٹی) اور گہرے ادھیاتم (معرفت) کی وجہ سے دنیا کی اونچی سے اونچی کتابوں میں ایک اونچی جگہ حاصل ہے۔ ہزاروں پڑھے لکھے ہندو ایسے ہیں جن سے اگر کسی بہت بڑے طوفان یا بھونچال کے وقت پوچھا جائے کہ تم اپنے سب گرنتھوں میں سے کن خاص جواہرات کو آگے کی دنیا کے لیے سب سے زیادہ

بچاکر رکھنا چاہتے ہو تو وے کہیں گے۔ "اپنشد" ہزاروں غیر ہندو ودوان بھی اس بات میں اُن کی رائے کو ٹھیک بتائیں گے۔

لیکن اپنشد بھی عام فہم نہیں ہیں۔ انھیں سمجھ سکنا یا ان کا رس لے سکنا برلوں کو ہی بدا ہی۔ اپنشدوں کے بعد ہندوؤں میں کسی ایک پستک کا سب سے زیادہ مان ہی تو وہ "شری مد بھگوت گیتا" کا۔ گیتا کی بھاشا اور اُس کے کہنے کا ڈھنگ اتنا آسان ہی کہ اس کے پڑھنے والوں کی گنتی بھی اپنشدوں کے پڑھنے پڑھانے والوں سے ہزاروں گنا ہی۔ گیتا ماہاتمیہ میں سب اپنشدوں کو ملاکر اُن کی برابری ایک گائے کے ساتھ کی گئی ہی اور گیتا کو اُس گائے سے دُوہا ہوا دودھ اور "مہان امرت" کہا گیا ہی۔ مثال بہت درجے تک ٹھیک ہی۔ اسی ماہاتمیہ میں لکھا ہی کہ جس آدمی نے گیتا کو "اچھی طرح یاد کر لیا" اُسے پھر "دوسرے شاستروں کے جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" سچ مچ گیتا اپنے زمانے کے تمام ہندو شاستروں کا نچوڑ ہی۔ سنسکرت کتابوں میں جتنا گیتا کا پرچار ہی اتنا کسی دوسری کتاب کا نہیں ہی۔ پچھلے ہزاروں برس میں جتنی ٹیکائیں یا تفسیریں گیتا پر لکھی جا چکی ہیں اتنی ایک قرآن کو چھوڑ کر شاید ہی دنیا کی کسی دوسری کتاب پر لکھی گئی ہوں۔ اس میں شک نہیں کم سے کم اپنے زمانے تک کی ہندوستانی کلچر کا گیتا سب سے بڑھیا اور سب سے سُندر چوٹی کا پھول ہی۔ بلکہ گیتا اُن اِنی گنی کتابوں میں سے ہی جو دیش اور کال کی چوحدی سے اُوپر اٹھ کر دنیا کے ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگوں کی ایک برابر پونجی ہیں جو سب کے لیئے فائدے اور برکت کی چیزیں ہیں اور جن کا سب کو ایک سا فخر یعنی ابھمان ہونا چاہیے۔ گیتا دنیا کی ان کتابوں میں سے

ایک ہی جو ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

آدمی کی خاص خاص کٹھنائیاں یعنی مشکلیں قریب قریب ہر دیش اور ہر زمانے میں ایک ہی سی رہی ہیں۔ اِن مشکلوں یا سوالوں کے باہری روپ اور اُن کے نام بدلتے رہے ہیں۔ کبھی کوئی سوال زیادہ سامنے رہا اور کبھی کوئی۔ لیکن اِن کی اصلیت نہیں بدلی۔ ہر آدمی کی آتما کے اندر اور سارے انسانی سماج میں وہی سوارتھ اور پرمارتھ، خودی اور خدا کے بیچ لگاتار لڑائی جاری ہے۔ یہ لڑائی نئے نئے روپ بدلتی رہتی ہے۔ خودی چھوٹی چھوٹی خود غرضیوں کی شکل میں۔ آدمی کی آنکھوں پر پردہ ڈال کر، اسے اپنے اور پرائے کا فرق سکھا کر، خود اپنی اصلی اور مجموعی بھلائی کی طرف سے اُسے اندھا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی سب خاص خاص مذہبی کتابیں انسانی قوم کے لیئے سچے اپدیشوں اور سچی نصیحتوں کا ایک سرچشمہ ہیں جو کبھی سوکھ نہیں سکتا۔

مہابھارت کے بھیشم پرو کے پچیسویں ادھیائے (باب) سے بیالیسویں ادھیائے تک کا نام گیتا ہے۔ اِن ۱۸ ادھیاؤں میں وہ بات چیت لکھی ہے جو مہابھارت کی لڑائی کے شروع میں سری کرشن اور ارجن میں ہوئی تھی۔ لڑائی کے دسویں دن سنجے نے یہ بات چیت دھرت راشٹر کو سنائی تھی۔ سنجے کہتا ہے کہ "میں نے یہ بات چیت بیاس کی کرپا سے خود یوگیشور کرشن کے منھ سے سنی تھی" (۷۵-۱۸) بھیشم پرو کے دوسرے ادھیائے میں لکھا ہے کہ بیاس نے سنجے کو وہ "دویہ درشٹی" (روحانی آنکھ) دے دی تھی جس سے وہ دور بیٹھا ہوا لڑائی کا سب حال دیکھتا اور سنتا رہا۔ بہت سے ٹیکا کرنے والوں

نے یہ شک ظاہر کیا ہے کہ ٹھیک لڑائی کے میدان میں جب دونوں فوجیں تیار کھڑی تھیں، اس طرح کے کٹھن معاملوں پر شری کرشن اور ارجن کا اشلوکوں میں اتنی لمبی بات چیت کرنا اور پھر سنجے کا ان اشلوکوں کو کسی کرامات سے دور بیٹھے ہوئے سن کر یاد رکھنا ایک ان ہونی سی بات ہے اور ممکن نہیں ہے۔ یہ بحث یہاں تک چلی کہ گیتا کے سات سو اشلوکوں میں سے ایک ٹیکا کرنے والے نے سو، دوسرے نے چھتیس، تیسرے نے اٹھائیس اور چوتھے نے سات اصلی شلوک کھوج نکالے۔ ان ودوانوں کی رائے ہے کہ ان اصلی اشلوکوں میں جو بات کہی گئی ہے وہی وہ اصلی بات ہے جو شری کرشن نے ارجن کو سمجھائی تھی اور بعد میں اُسے بڑھا کر اور اشلوکوں کی شکل دے کر بیاس نے سات سو اشلوکوں کی گیتا تیار کر دی۔ اسی مشکل کو حل کرنے کے لیئے کئی ودوان گیتا کے اندر کے لڑائی کے بیان کو صرف ایک النکار (تشبیہ یا Parable) مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ سب آدمی کے آتما کے اندر ہونے والی نیکی اور بدی کی لڑائی کا ہی بیان ہے۔ اس بارے میں لوک مانیہ بال گنگا دھر تلک کی یہ رائے ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ کہ "پرنتو جن کو گرنتھ کا ہی رہسیہ (راز) جاننا ہے۔ ان کے لیئے اس بہرنگ پریکشا (باہری امتحان) کے جھگڑے میں پڑنا ناد شک (غیر ضروری) ہے۔" (گیتا رہسیہ دتیہ پردیش) مہابھارت کی لڑائی کبھی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اس میں لڑائی سے پہلے شری کرشن اور ارجن نے اس طرح کی بات چیت کی ہو یا نہ کی ہو، سنجے کو اندر کی آنکھ ملی ہو یا

نہ ملی ہو، یہ ظاہر ہے کہ گیتا کے اشلوک نہ شری کرشن اور ارجن کے بنائے ہوئے ہیں اور نہ سنجے کے، یہ اشلوک بیاس کے بنائے ہیں۔ گیتا کے اشلوکوں کو اسی شکل میں سشری کرشن یا ارجن کے منہ سے نکلا ہوا سمجھنا، یا گیتا کی بات چیت کو اتہاس کی کسوٹی پر کسنا گیتا کا ٹھیک آدر مان کرنا نہیں ہے۔ وہ "بھگوت گیتا" جو "تمام اپنشدوں کو دوہ کر" تیار کی گئی ہے، جسے پڑھنے کے بعد پھر کسی دوسرے شاستر کو پڑھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی، اپنے خاص شاندار ڈھنگ سے اپنے زمانے کی دھارمک حالت کی تصویر اور صاف صاف روپ میں ہر ملک اور ہر زمانے کی دھرم سنکٹ میں پڑی ہوئی آتماؤں کے لیئے (۱۸ - ۸۷) ایک سندر، قیمتی اور امر سندیش (پیغام) ہے۔

گیتا میں جگہ جگہ اُس زمانے کے دھرموں کی حالت، الگ الگ پنتھوں، فرقوں، مذہبی خیالوں، پوجا کے طریقوں، رسم رواجوں، جھوٹے وہموں، دارشنک (فلسفی) اصولوں وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے ٹھیک ہونے یا غلط ہونے، یا ایک دوسرے سے خلاف ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی گئی ہے۔ الگ الگ ماتاؤں اور ایک ایشور کی پوجا کے الگ الگ طریقوں میں بنیادی ایکتا دکھا کر اُن میں میل اور سمنوے (اتحاد) کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آتم سنیم یعنی اپنے اوپر قابو حاصل کرنے کو اور سداچار یا نیکی کو سب مذہبوں کی جڑ اور آتما کی ترقی کی پہلی سیڑھی بتایا گیا ہے۔ اپنے پرائے کے فرق کو یعنی غیریت یا دوئی کے پردے کو ہٹا کر "اپنی طرح سب کو" اپنے اندر سب کو اور "سب میں اپنے کو

دیکھ سکنا۔ مکتی (نجات) کے لئے ضروری بتایا گیا ہے۔ جڑ، چیتن (غیر جاندار، جاندار) ساری دنیا میں اور "سب پرانیوں کے دل میں" ایک پرمیشور کے درشن کا اپدیش دیا گیا ہے اور آخر میں ان سب راستوں کو طے کرتے ہوئے اپنی آتما کو پوری طرح پاک کرنے اور اس پر پورا قابو حاصل کرنے کے بعد آتما کے آگے کی ترقی کے راستے اُس کے طریقوں اور منزلوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہی شری بھگوت گیتا کا مضمون ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے ہر بات پر الگ گیتا سے ہمیں کیا پتہ چلتا ہے اور کیا اُپدیش ملتا ہے۔

سب سے پہلے گیتا کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُس زمانے کی حالت، وچاروں اور ریت رواجوں کو جہاں تک ان کا گیتا سے پتہ چلتا ہے، جان لیں۔

گیتا کے شروع ہی میں ارجن نے اپنی جو سب سے پہلی اور سب سے بڑی کٹھنائی شری کرشن کے سامنے رکھی ہے وہ یہ ہے:-

میں اگر اس لڑائی میں حصہ لوں گا تو ہمارا سارا خاندان مٹ جائے گا اور جب کوئی خاندان یا کل مٹ جاتا ہے تو اس کل کے سب پرانے رسم و رواج بھی (کل دھرماہ سناتنا ۱۔۴۰) اس کے ساتھ مٹ جاتے ہیں اُن کے مٹ جانے پر کل کے رہے سہے لوگوں اور خاص کر استریوں کو روک کر ٹھیک راستے پر رکھنے والی کوئی چیز نہیں رہ جاتی، ادھرم پھیلتا ہے۔ اس سے استریوں کا چلن بگڑتا ہے (۱۔۴۱) استریوں کا چلن بگڑ جانے سے ورن سنکر

(نسلوں کا مل جانا) ہونے لگتا ہے۔ پھر جنم سے ورن یا جات کا فرق نہیں رہ جاتا جب اس طرح کا ورن سنکر ہو جاتا ہے تو وے لوگ جنھوں نے اپنے خاندان والوں کی ہتیا کی ادھان کے ساتھ ساتھ خاندان کے اور سب لوگ بھی یہاں تک کہ اس کل کے مرے ہوئے پتر بھی ضرور سب کے سب "نرک" کو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان پتروں کو "پنڈ" اور "پانی" دینے والی یعنی ان کا کریا کرم کرنے والی ان کی کوئی ٹھیک ٹھیک اولاد نہیں رہ جاتی (۱-۴۲) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "کلوں" کو اپنے اپنے دھرم یعنی رواج اور جاتوں کے الگ الگ پرم پرا سے چلے آئے ہوئے پرانے دھرم یعنی ریت رواج بھی (۱-۴۳) مٹ جاتے ہیں اور ہم یہ ہمیشہ سے سنتے چلے آئے ہیں کہ جن لوگوں کے اس طرح کے کل دھرم مٹ جاتے ہیں اُن سب کو ضرور نرک میں رہنا پڑتا ہے (۱-۴۴) اس لیے اس لڑائی میں حصہ لینا ہمارے لئے مہاپاپ ہے (۱-۴۵)

ارجن نے اس ادھیائے میں تین جگہ "پاپ" لفظ استعمال کیا ہے (۱-۳۶، ۳۹-۴۵) جس پاپ کی طرف ارجن کی نگاہ جا رہی ہے وہ معمولی ہنسا یا آدمی کو مار ڈالنا نہیں ہے بلکہ اپنے خاندان کے لوگوں کو مارنے یعنی اپنے کل کے مٹانے کا پاپ ہے (کل کھشئے کرتم دوشم۔ ۱-۳۸-۳۹) ہمیں یہ بھی دھیان میں رکھنا چاہیے کہ گیتا میں جات (۱-۴۳) کا مطلب برن یعنی برہمن، کشتری، ویش، شودر نہیں ہے۔ برن کا فرق ایک الگ چیز تھی، جات کا فرق الگ تھا۔ دونوں جنم سے مانے جاتے تھے اور کل یا خاندان

الگ الگ تھے ہی۔ مہابھارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہی کہ الگ الگ "جاتیوں" میں جنھیں "گیاتیاں" بھی کہتے تھے اُن میں اور الگ الگ ورنوں میں ان دنوں شادی بیاہ کا رواج تھا۔ "جنم" سے مطلب صرف پتر پرم پرا یعنے باپ کی نسل سے ہوتا تھا۔

دوسرے ادھیائے میں ہمیں اس زمانے کے کچھ اور وچاروں کا پتہ چلتا ہی۔ ان میں ایک خاص وچار ویدوں کا ماننا ہی۔ لوگ ویدوں کے چرچوں میں مگن تھے (۲-۴۲) اس کا ان کے دلوں پر اور خود ارجن کے دل پر گہرا اثر تھا (۲-۵۳) ویدوں کی باتیں اُنھیں کہنے اور سُننے میں بڑی پیاری لگتی تھیں (۲-۴۲) وے کہتے تھے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز ہے ہی نہیں (۲-۴۳) لیکن ویدوں سے جو چیز انھوں نے اپنی زندگی میں لے رکھی تھی وہ صرف اس طرح کے اوپری کرم کانڈ یا ریت رواج تھے (۱-۴۳) جیسے یگیہ، ہون، جپ، تپ، پوجا، پاٹھ، دان وغیرہ (۹-۲۰-۲۱-۲۱ اور ۱۱-۴۸-۵۳) ان سے ان کا مقصد یا لکش صرف "بھوگ ایشوریہ" یعنی عیش آرام، اپنی دنیاوی کامناؤں (خواہشوں کو پورا کرنا) اور بہت سے بہت "سورگ" یا "اندرلوک" حاصل کرکے وہاں کے "دویہ بھوگوں" کا عیش بھوگنا ہوتا تھا (۲-۴۳-۴۴ و ۹-۲۰-۲۱) ان کا نرک (دوزخ) تکلیفوں کی جگہ تھی اور سورگ (بہشت) بھوگوں اور عیشوں کی۔ یگ کئی طرح کے ہوتے تھے (۴-۳۲) تینوں ویدوں رگ، سام اور یجر کے علاوہ (۹-۱۷-۲۰) بہت سے لوگ الگ الگ اسمرتیوں کے ماننے والے تھے اور دھرم گیتوں

کے علاوہ اسمرت یگیہ بھی ہوتے تھے (۹-۱۶) ویدک اور اسمرت دونوں طرح کے یگوں میں منتر پڑھ پڑھ کر گھی اور طرح طرح کی کھانے کی اور دوسری چیزوں کی اگن کنڈ میں آہوتیاں دی جاتی تھیں (۴-۲۴-۴ ؛ ۹-۱۶)۔ اور سوم رس پیا جاتا تھا (۹-۲۰)۔ گیتا کے دوسرے۔ چھٹے نویں ادھیاؤں میں اور اُس کے بعد بھی کہیں کہیں جس طرح ویدوں کا ذکر آیا ہے' اُس سے ظاہر ہے کہ لوگ ان دنوں ویدوں کے صرف اوپری کرم کانڈ سے ہی واسطہ رکھتے تھے' ویدوں کے گیان کانڈ یعنی اُن اونچے اور ویاپک (عالمگیر) اصولوں سے اُن کا کوئی ناتا واسطہ نہ رہ گیا تھا جو سب ملکوں اور سب قوموں کے آدمیوں کے لیئے ایک برابر فائدے کی چیزیں ہیں۔

ایک پرمیشور کے علاوہ بہت سے لوگ الگ الگ دیوتاؤں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ ان دیوتاؤں سے طرح طرح کی مرادیں اور منتیں مانگی جاتی تھیں اور دنیا کے سکھوں کی پرارتھنائیں کی جاتی تھیں۔ انھیں خوش کرنے کی طرح طرح سے کوششیں کی جاتی تھیں۔ اُن کے نام پر یگیہ کیئے جاتے اور ان یگوں میں دیوتاؤں کے نام لے لے کر آہوتیاں دی جاتی تھیں۔ (۳-۱۱-۱۲ ؛ ۴-۱۲-۲۵ ؛ ۷-۲۰-۲۳) پھول' پتی' پھل اور جل وغیرہ بھی چڑھائے جاتے تھے (۹-۲۶) دیوتاؤں کے علاوہ پتروں اور بھوتوں کی پوجا کا بھی رواج تھا۔ سب کے نام پر الگ الگ یگیہ ہوتے تھے اور سب کے سامنے طرح طرح کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے (۹-۲۵-۲۶) شگون وغیرہ کے وہموں میں بھی لوگ پھنسے ہوئے تھے (۱-۳۱)

چار ورنوں یعنی برہمن، کشتری، ویش، شودر کی طرح آشرموں (گرہست سنیاسی وغیرہ) کی بھی ریت تھی۔ اُس میں بھی دل کی حالت یا نیت پر نگاہ رکھنے کی جگہ دکھاوٹ، بھیس اور اُوپری نیموں پر زیادہ زور دیا جاتا تھا جیسے یہ کہ "سنیاسی" آگ کو ہاتھ نہ لگاوے۔ یہ یہ کام نہ کرے، وغیرہ (۶-۱)

جو لوگ صرف ایک پرمیشور کو مانتے تھے۔ وے بھی کئی الگ الگ راستوں سے اُسے جاننے یا حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے (۴-۱۱) غرض دیش میں اُس وقت طرح طرح کے پنتھ، فرقے (سمپردائے) اور "دھرم" (۱۸-۶۶) جاری تھے۔ کچھ لوگ سدھیوں (کراماتوں) کے پیچھے بھی دوڑتے تھے، اور انھیں حاصل کرنے کے دو راستے مانے جاتے تھے۔ ایک یگیہ وغیرہ کرم کانڈ اور دوسرا دنیا سے الگ رہ کر ردھا گیان۔

ان حالتوں میں قدرتی طور پر درشن شاستر یا فلسفے کی نگاہ سے دو الگ الگ خیال ایک دوسرے کے خلاف دیش میں موجود تھے۔ ان دونوں کا گیتا میں بار بار ذکر آتا ہے (۲-۳۹ ، ۳-۳ ؛ ۵-۲ ؛ ۱۳-۲۴)۔ ایک سانکھیا گیان والے، جو یگیہ وغیرہ کی جگہ گیان پر زور دیتے تھے اور گیان کو ہی نجات یعنی مکتی کا ذریعہ مانتے تھے۔ وے سب طرح ہی کے کاموں کو بُرا اور تیاجیہ (چھوڑ دینے کے قابل) مانتے تھے (۱۸-۳) اور معمولی گھر بار کی زندگی سے علیحدگی (سنیاس) کو مکتی کے لیئے ضروری بتاتے۔ دوسرے کرم والے جو اوپری رسموں جیسے یگیہ وغیرہ پر زور دیتے تھے اور اُنھیں کے ذریعے مکتی مانتے تھے۔ گیتا میں گیان اور کرم دونوں کو یوگ بتایا گیا

ہے۔ (۳-۲) دھیان، پرانایام (جبس دم)، وغیرہ کے بھی کئی طریقے اُن دنوں جاری تھے۔ (۱۴-۱۳ : ۴ - ۲۹)

گیتا میں صاف لکھا ہے کہ وہ زمانہ اس دیس میں محض پانڈوؤں کے اوپر کوروں کے ظلموں کا ہی زمانہ نہیں تھا، بلکہ چاروں طرف دھرم کی گلانی اور ادھرم کے ابھیوتھان یعنی دھرم کے گھٹنے اور ادھرم کے بڑھنے کا زمانہ تھا۔ ٹھیک وہ زمانہ تھا، جبکہ ایشور کی طرف سے اوتاروں یا مہان آتماؤں کے جنم لینے، گیتا جیسے اُپدیشوں کے دیئے جانے، اور سچے دھرم کے پھر سے قائم کیے جانے" کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۴ ۷ - ۸)

انھیں دھرموں، پنتھوں اور سمپردائیوں کے گورکھ دھندے میں پڑکر، اپنے لیئے صاف صاف راستہ نہ دیکھ، ارجن نے اپنے کو "دھرم سموڑھ چیتہ" (یعنی جس کی عقل یہ نہیں سمجھ پا رہی ہے کہ اصلی دھرم کیا ہے (۲-۷) کہہ کر شری کرشن سے راستہ دکھانے کی پرارتھنا کی ہے۔ ارجن کی اس پرارتھنا کا جواب ہی گیتا کا اپدیش ہے۔

اب ہم گیتا کے ایک ایک ادھیائے پر الگ الگ ایک سرسری نگاہ ڈالیں گے۔ ان ادھیاؤں میں کہیں کہیں الگ الگ پہلوؤں سے وہی بات دہرائی گئی ہے۔ مذہبی ہدایت کی کتابوں میں ایسا ہونا معمولی بات ہے۔

گیتا دھرم

پہلا ادھیائے

پہلے ادھیائے میں ارجن نے اپنی جن کٹھنایوں کو شری کرشن کے سامنے رکھا اُن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ وے یہ تھیں کہ اس لڑائی سے ہمارے خاندان، جات اور برادری کے سب پُرانے ریت رواج مٹ جائیں گے۔ ورن سنکر ہو جائے گا۔ مرے ہوئے پتروں کو پنڈ اور پانی نہ پہنچ سکے گا۔ یہ سب دھرم مٹ جائے گا اور اس دھرم کے مٹ جانے سے ہمارا سارا خاندان نرک (دوزخ) میں پڑے گا۔ ارجن نے یہ بات صاف کہی ہے کہ ان پرانے دھرموں کے مٹ جانے سے سب لوگ نرک میں جاتے ہیں ہم اپنے پُرکھوں سے سنتے آئے ہیں۔

دوسرا ادھیائے

شری کرشن کا جواب گیتا کے دوسرے ادھیائے سے شروع ہوتا ہے۔

ان سب باتوں کو شری کرشن نے پہلے ارجن کا حرف موہ (بیجا لگاؤ) (۲-۲)' اس کی شان کے خلاف اور اس کے دل کی کمزوری (۲-۳) بتا کر ٹالنا چاہا۔ جب اس سے ارجن کی تسلی نہ ہوئی تو شری کرشن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارجن! تو ایک طرف تو عقلمندوں کی سی باتیں کرتا ہے اور دوسری طرف ان باتوں کی فکر کرتا ہے جن کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیئے "پنڈت" یعنی سمجھ دار آدمی کا یہ کام نہیں ہے کہ کون اور کیا مٹ گیا اور کیا ابھی نہیں مٹا اس کی چنتا کرے (۲-۱۱)

اس طرح شروع میں گیتا نے ارجن کے ان سب شکوں کو "اشوچیہ" یعنی ایسی چیزیں جن کی فکر ہی نہیں کرنی چاہیئے" کہہ کر ختم کر دینا چاہا۔

یہاں پر یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے کہ لفظ دھرم کو ارجن نے ریت رواج کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ (۱-۴۳) لیکن شری کرشن نے شروع سے "دھرم" شبد کا استعمال دوسروں کی طرف اپنے کرتویہ یعنے فرض (۲-۳۱) کے معنے میں کیا ہے۔

دوسرے ادھیائے کے گیارہ سے تیس تک کے شلوکوں میں شری کرشن نے زندگی اور موت سکھ اور دکھ کا فلسفہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ آتما (روح) نتیہ یعنی ہمیشہ رہنے والی اور امر ہے اور یہ جسم اور دنیا کی سب چیزیں یہاں کے

سب نام روپ، انتیہ یعنی تھوڑی دیر رہنے والی اور فانی (مٹ جانے والے) ہیں۔ گیتا کا کہنا ہے:

زندگی کے اس سارے رہسیہ یعنی راز کو کوئی حیران ہو کر دیکھتا ہے۔ کوئی حیران ہو کر اس کا ذکر کرتا ہے اور کوئی دانتوں تلے انگلی دبا کر سنتا ہے۔ لیکن سن کر بھی جانتا یا سمجھتا کوئی نہیں (۲-۲۹)

گیتا کے اس فلسفے کا جہاں تک عمل کے ساتھ سمبندھ ہے۔ اس کا نچوڑ گیتا کے ہی شبدوں میں یہ ہے:۔

"جو کام اپنی خودی کو بالکل الگ رکھ کر، اپنے نجی سکھ دکھ، نفع نقصان اور جیت ہار کا بالکل خیال نہ کرتے ہوئے صرف فرض سمجھ کر کیا جاوے۔ اس سے کرنے والے کو پاپ نہیں لگتا (۲-۳۸)

یعنی پاپ کی ساری جڑ خودی میں ہے۔

اس کے بعد شری کرشن نے ارجن سے کہا کہ اب تک میں تجھے گیان کے راستے سے سمجھا رہا تھا۔ اب یہی بات میں کرم کے راستے سے سمجھانا چاہتا ہوں۔ اسے تو سمجھ لے گا تو اپنے فرض کو پوری طرح جان لے گا۔ (۲-۳۹)

اسی جگہ گیتا کے اس ادھیائے میں ویدوں اور ان کی تعلیم کا وہ بیان ہے جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ ارجن نے خود ویدوں کا حوالہ نہیں دیا۔ شری کرشن نے اس زمانے کی حالت کو دیکھتے ہوئے اور ارجن کے اوپر کیا کیا اثر پڑے ہوئے ہیں یہ جان کر ویدوں اور ان کی تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ ارجن کو سمجھانے

میں شری کرشن کو سب سے بڑی دقت یہی پڑی کہ ویدوں کی اُس زمانے کی تعلیم کا ارجن پر گہرا اثر تھا۔ اُنھوں نے ارجن سے کہا:۔

" ویدوں کی تعلیم سے تیری مت ماری گئی ہے اور عقل گم ہو گئی ہے (شرتی وپرتیپنا تے بدھی) جب تک تیری یہ عقل پھر سے استھر یعنی قائم نہ ہو گی تب تک تو کرم یوگ کے راستے کو نہیں سمجھ سکتا (۲-۵۳) جو لوگ ویدوں کی تعلیم میں ہی مگن ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کچھ ہے ہی نہیں، وے بے سمجھ (آدمی پشچتہ) ہیں، وے اپنی دنیاوی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وے سورگ (بہشت) کے عیش بھوگنا چاہتے ہیں' وے بھوگ اور ایشوریہ یعنی عیش و آرام کے لیئے طرح طرح کے کرم کانڈوں (ریت رواجوں) کی میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں' جن سے انھیں دنیا کے عیش و آرام مل سکیں۔ ان کا جی عیش و آرام میں ہی پھنسا ہوا ہے۔ انھیں خواہشوں نے ان کی بدھی کو نشٹ کر رکھا ہے (تیا پہرت چیت سام) اسی لیئے اُن کی بدھی ٹک کر اور یکسو ہو کر ایک طرف نہیں لگ سکتی (۲-۴۲-۴۳-۴۴-) اس طرح کے لوگوں کی بدھی بجائے ایک طرف لگنے کے' یعنی اپنی خودغرضی اور خواہشوں کو الگ رکھ کر فرض کو فرض سمجھ کر پورا کرنے کی طرف لگنے کے' ان خواہشوں کو پورا کرنے کی طرف لگی ہوئی ہے جن کا کوئی انت نہیں۔ اسی لیے اُن کی بدھی بہکی رہتی ہے۔ (۲-۴۱) ویدوں کی تعلیم آدمی کو ستو (سکون) رجس (حرکت) تمس (کاہلی) انھیں تینوں گنوں

laziness — action — contentment
passivity? — ritual? — inaction?

(صفتوں) میں پھنسائے رکھتی ہے۔ تو ان تینوں گنوں سے اوپر اٹھ جا۔ سکھ دکھ، یا اپنے پرائے کے فرق سے اوپر ہو جا۔ تو ہمیشہ ستو میں قائم رہ۔ اپنے لیئے نہ کسی چیز کو پانے کی خواہش کر اور نہ کسی چیز کو اپنائے رکھنے کی۔ تو اپنی آتما کے اندر قائم ہو (۲۔ ۴۵)۔ جو براہمن یعنے گیانی آدمی حقیقت کو جان گیا ہے، اس کے لیئے تمام وید ویسے ہی بے کار ہیں جیسے اس جگہ جہاں پانی ہی پانی بھرا ہو ایک چھوٹا سا کنواں (۲۔۴۶)

ویدوں سے یہاں مطلب ویدوں میں بتائے ہوئے اوپری ریت رواجوں (یگیوں) اور پوجا پاٹھوں وغیرہ سے ہے (۲۔۹۔۲۰۰-۲۱)۔

اس کے بعد سری کرشن نے ارجن کو پھر اپنی خودی سے الگ رکھ کر اپنے لیئے کسی طرح کی اچھا نہ کرتے ہوئے، کامیابی اور ناکامیابی دونوں میں اپنے من کو ایک سا رکھتے ہوئے، فرض کو فرض سمجھ کر پورا کرنے کا اپدیش دیا ہے، فرض سے ہٹ کر بیٹھ جانے کو برا کہا ہے اور دوسروں کی طرف اپنے فرض کے اس طرح ٹھیک ٹھیک پورا کرنے کو ہی "یوگ" بتایا ہے (یوگیہ کرسو کوشلم (۲۔۵۰)

شری کرشن کے یہ کہنے پر کہ ویدوں کے بتائے ریت رواجوں میں بھٹکی ہوئی بدھی کو استھر کرنے یعنی قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ ارجن نے پوچھا کہ "استھر بدھی" یا "استھت پرگیہ" آدمی کی کیا پہچان ہے؟ پرگیہ لفظ کے معنی بھی بدھی یا عقل کے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں دوسرے ادھیائے کے آخر کے وہ اٹھارہ اشلوک کہے گئے ہیں جو ایک طرح گیتا کے اپدیشوں

سار یا نچوڑ مانے جاتے ہیں۔ شری کرشن نے جواب دیا کہ:-

اے ارجن! جس نے اپنے من کے اندر پیدا ہونے والی تمام
خواہشوں کو جیت لیا جو نہ دُکھ سے ڈرتا ہی اور نہ سُکھ کی اچھا کرتا ہی، جسے نہ
کسی سے راگ، لگاؤ یا موہ ہی، نہ کسی سے ڈر اور نہ کسی پر کُرودھ، جس کی
اندریاں (حواس) اُس کے قابو میں ہیں، اسی کو استھت پرگیہ (ٹکی ہوئی)
سلیم عقل والا سمجھنا چاہیئے۔ اس لیئے اپنی اندریوں کو اس طرح
اندریوں کی خواہش کی چیزوں سے کھینچ کر اپنے قابو میں رکھنا چاہیئے۔
جس طرح کچھوا اپنے ہاتھ پیروں کو اندر کھینچ لیتا ہی۔ پھر بھی طبیعت اُدھر
بھٹکتی رہے گی۔ اس کا علاج دھیرے دھیرے خیال کو اُدھر سے
ہٹانا اور ایشور کی طرف لگانا ہی، جسے کسی سے راگ یا دویش یعنی موہ
دشمنی نہیں ہی اور جس کی اندریاں اس کے قابو میں ہیں۔ وہ دُنیا کے
سب کام کرتا ہوا بھی بھیتر شانت رہتا ہی۔ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا
ہی دُنیا کے سُکھ بھوگوں کی طرف سے اپنے کو ہٹاکر اپنے اندر کی صفائی
اور آتما کی ترقی کی طرف من کو لگائے رکھتا ہی۔ اصلی کام اپنے "اہنکار"
خودی کو مٹانا ہی۔ یہی سچی شانتی اور سچے سُکھ کو حاصل کرنے کا طریقہ
ہے۔ یہی ایشور کو پانا اور نجات حاصل کرنا ہی (۲۔ ۵۵ سے ۷۲)

تیسرا ادھیائے

ارجن کے دل میں پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر مکتی کے لیئے اپنی اندریوں کو جیتنا اور خودی کو مارنا ہی ضروری ہے تو پھر دُنیا کے کاموں میں کیوں پھنسا جائے۔ اس کے جواب میں تیسرے ادھیائے میں بتایا گیا ہے کہ:-

" اس طرح کے "سنیاس" سے جس میں اپنے دنیاوی فرض کو چھوڑ دیا جائے آدمی سدھی یعنی کمال کو نہیں پہنچ سکتا (۳-۴) وے کام ہی آدمی کو بندھن میں ڈالتے ہیں جو یگیہ کے طور پر نہیں یعنی دوسروں کی سیوا یا دوسروں کے فائدے کے لیئے نہیں بلکہ اپنی خود غرضی کے لیے کیے جائیں۔ اس لیے آدمی کو بنا موہ کے نسوارتھ (بے غرض) ہوکر کام کرنا چاہیئے (۳-۹) ایسے کاموں کے سہارے ہی شروع سے دنیا سنبھلی ہوئی ہے۔ جو آدمی صرف اپنے لیئے کھانا پکاتا ہے وہ پاپی ہے، وہ "پاپ" ہی کھاتا ہے، جو دوسروں کا خیال نہیں رکھتا وہ "چور" ہے (۳-۱۲، ۱۳) یہی "یگیہ" کا اصلی مطلب ہے۔ اس کے خلاف جو اپنی اندریوں کے سُکھ میں لگا رہتا ہے اس کا جینا نکما اور پاپ ہے (۳-۱۶) آدمی کو کسی بھی دوسرے سے اپنی غرض پوری کرانے کی اچھا نہیں رکھنی چاہیئے (۳-۱۸) آدمی آسکت یعنی بے لاگ اور نسوارتھ کام کرتے ہوئے ہی ایشور کو پا سکتا ہے (۳-۱۹) اس طرح دوسروں کی طرف اپنے فرضوں کو پورا کرتے

ہوئے ہی جنک جیسے لوگ کمال کو پہنچے تھے۔ اسی میں سب کا بھلا (لوک سنگرہ) ہی (۳-۲۰) جس طرح ناسمجھ آدمی اپنے اپنے سوارتھ کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ اسی طرح سمجھ دار آدمی کو نسوارتھ ہوکر دوسروں کا یعنی سب کا بھلا چاہتے ہوئے ان کی طرف اپنا فرض پورا کرنے میں لگا رہنا چاہیے (۳-۲۵) ادھیاتم یعنی روحانیت میں دل کو لگائے ہوئے، آشا اور ممتا سے اوپر اٹھ کر "آدمی" ایشور کے لئے اپنے سب فرضوں کو پورا کرے (۳-۳۰)

آدمی کی اندریاں کچھ چیزوں کی طرف تو چاہ سے لپکتی ہیں اور کچھ چیزوں سے بھاگتی ہیں۔ ان کے اِس چاہنے یا بھاگنے میں نہیں آنا چاہیے۔ یہ چاہ اور نفرت ہی آدمی کے دشمن ہیں (۳-۳۴) ہر موقعہ اور ہر حالت میں جو اپنا فرض دکھائی دے اُسی کو اپنا دھرم سمجھ کر پورا کرنا چاہیے دوسرے کسی دھرم کی طرف نہیں جانا چاہیے جیسا بھی اپنے سے بن پڑے اپنا یہ کرتویہ یا فرض پورا کرتے ہوئے ہی مرنا ٹھیک ہی (۳-۳۵) آدمی سے پاپ کرانے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ یہ دو ہی اِس دُنیا میں آدمی کے دشمن ہیں۔ ایک "کام" یعنی شہوت اور دوسرا "کرودھ" یعنی غصّہ۔ جس طرح دُھواں آگ کو ڈھک لیتا ہی اور گرد شیشے کو اندھا کر دیتی ہی۔ اُسی طرح یہ دونوں آدمی کے عقل پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ (۳-۳۷-۳۸)۔ اس لیئے سب سے پہلے اپنی اندریوں کو قابو میں

کر کے گیان اور وگیان کا ناش کرنے والے ان دونوں پاپی دشمنوں کو مارنا چاہیئے (۳-۴۱) اندریاں یعنی حواس کافی سوکشم (لطیف) چیز ہیں۔ اندریوں سے زیادہ سوکشم من ہے۔ من سے زیادہ سوکشم بدھی ہے بدھی سے کہیں زیادہ سوکشم آتما (روح) ہے۔ وہ آتما ہی سب کچھ ہے۔ دیہا وہ ہے (۳-۴۲) اسے سمجھتے ہوئے اور اپنے حواس کو جیتتے ہوئے اور اپنی خواہشوں کو مارتے ہوئے آتما کی طرف بڑھے چلو (۳-۴۲-۴۳) یہی سچا دھرم ہے۔ یہی وہ "یوگ" ہے جو پرانے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اور جسے بھول جانے کی وجہ سے آج لوگ غلط دھرموں یعنی ریت رواجوں میں پھنس گئے ہیں (۴-۱ سے ۲)۔

چوتھا ادھیائے

چوتھے ادھیائے میں کہا گیا ہے کہ جب جب دنیا کے لوگ اس سچے دھرم کو بھول کر غلط چیزوں کو دھرم سمجھنے لگتے ہیں اور اصلی دھرم سے پھر جاتے ہیں تب تب وہ بڑی بڑی آتمائیں جنم لیتی ہیں جو دنیا کو پھر سے دھرم کا راستہ بتاتی ہیں (۴-۷،۸)

جن لوگوں کے دلوں سے موہ، غصہ اور ڈر بالکل جاتے رہے جنھوں نے ایک پرمیشور کا سہارا لیا اور اسی سے اپنا من لگایا۔ انھیں سچا گیان ملتا ہے اور آخر میں وے اسی پرمیشور میں لے (فنا) ہو جاتے ہیں (۴-۱۰) مکتی (نجات) کے لئے کسی ریت رواج کی ضرورت نہیں۔ اپنے دل سے

موہ، ڈر اور غصّے کو نکال کر اُسے ایک پرمیشور کی طرف لگانے کی ہے۔
جہاں تک دھرم کے اُس اوپری حصّے کا سوال ہے جسے شریعت یا کرم کانڈ کہتے ہیں، اور جس سے الگ الگ دھرموں یا مذہبوں میں فرق دکھائی دیتا ہے وہاں تک بھگوت گیتا سب طریقوں کو ایک نگاہ سے دیکھتی ہے، اور کہتی ہے:-

یے یتھا مام پرپدینتے تانس تتھیو بھجامیہم
مم ورتما نوورتنتے منشیاہ پارتھ سروشہ (۴۔۱۱)

پرمیشور کہتا ہے کہ جو جس راستے سے چل کر میرے پاس آتے ہیں میں اُسی راستے سے انھیں ملتا ہوں۔ جس طرح کسی گول چکر کے چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگ اس کے بیچ تک پہنچنے کے لیئے الگ الگ طرفوں سے چل کر بھی ایک ہی جگہ پہنچتے ہیں، اسی طرح الگ الگ پنتھوں اور راستوں سے چل کر بھی لوگ اُسی ایک پرمیشور تک پہنچتے ہیں۔

اسی لیئے گیتا کی رائے ہیں:-
سمجھدار آدمی کو چاہیئے کہ جو کم سمجھ لوگ کسی بھی راستے پر چل کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں، ان کی سمجھ کو ڈانواں ڈول نہ کرے۔ بلکہ انھیں اسی طرح نیک کاموں میں لگائے رکھے (۳۔ ۲۶ سے ۲۹)
برہمن، کشتری، ویش اور شودر ان چاروں ورنوں کے لیئے گیتا کا کہنا ہے کہ نہ آدمی اس طرح کا کوئی فرق بنا سکتا ہے اور نہ جنم سے اس کا

واسطہ ہے پرمیشور نے ساری دنیا کے اندر چار طرح کی طبیعتوں والے اور چار طرح کے کام کرنے والے آدمی پیدا کیے ہیں۔ یہ فرق ایک قدرتی فرق ہے اور ہر آدمی کے گنوں (اوصاف) اور اس کے کاموں کے مطابق "گن کرم وبھاگ شہ" ہی اُسے برہمن، کشتری وغیرہ ماننا چاہیے (۴-۱۳)۔

آگے جاکر اٹھارھویں ادھیائے میں چاروں ورنوں کے الگ الگ گن اور کام بیان کردیے گئے ہیں (۱۸-۴۱ سے ۴۴) یعنی یہ کہ کن گنوں والا اور کس طرح کے کام کرنے والا آدمی برہمن سمجھا جانا چاہیے، کن گنوں والا کشتری، کن گنوں والا ویش، اور کس طرح کے گنوں والا شودر، اور کہا ہے کہ ہر آدمی خود اپنے سوبھاؤ کو دیکھ کر وہ کام کرے جو اس کے سوبھاؤ کے مطابق (سوبھاوج) ہو۔ یعنی جس کی طرف اس میں جھکاؤ اور قابلیت ہو۔

اس طرح اپنے اپنے سوبھاؤ کے مطابق (سوبھاؤ نیتم کرم) سچے دل سے اور ایشور کے لیے (ایشور ارپن) کام کرتا ہوا ہر آدمی اپنے ہی راستے سے سدھی یا کمال حاصل کرسکتا ہے۔ یعنی ہر آدمی کا "سودھرم" ہے (۱۸-۴۵ سے ۴۶، ۴۷)۔

جو آدمی اپنے کاموں سے خود اپنے لئے سکھ حاصل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا وہی "پنڈت" ہے۔ جس کا من اس کے بس میں ہے۔ جو دوئی سے اُوپر ہے۔ (دوندواتیتو)، جو کسی سے ایرشا (ڈاہ) نہیں کرتا (وِمتسرہ) جو ہر کام قربانی (یگیہ) کے طور پر یعنی دوسروں کے بھلے کے لیئے اور ایشور کے لیئے

کرتا ہی، وہ اپنے کاموں سے بندھن میں نہیں پھنستا (۴۔ ۱۹ سے ۲۳)۔ آدمی کو یہ سمجھ کر سب کام کرنے چاہئیں کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہی، سب ایشور کی ہی لیلا، اسی کا ظہور ہی۔ ایشور ستیہ یعنی حق اور نتیہ یعنی لازوال ہی اور باقی سب استیہ اور انتیہ یعنی باطل اور فانی ہی۔ اور آخر میں سب کو ایشور کی ہی طرف جانا اور اُسی میں لین ہوتا ہی۔ یہ سمجھتے ہوئے اپنے سب فرضوں کو پورا کرنا ہی اصلی "یگیہ" ہی۔ (۴۔ ۲۳، ۲۴)۔ لوگ اور بھی طرح طرح کے یگیہ جیسے تپ (ریاضت) پرانایام (حبس دم) وغیرہ کرتے ہیں۔ جن کا ویدوں میں ذکر ہی۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر اصلی یگیہ وہ "گیان" ہی، جسے ایک بار حاصل کرنے کے بعد پھر آدمی اس طرح کے دھوکے میں نہیں پڑ سکتا۔ وہ گیان یہی ہی کہ آدمی تمام خاندانوں کو اپنے اندر اور سب کو ایشور کے اندر اور سب کے اندر ایشور کو دیکھے (ییَن بھوتانیہ شیشین درکشسی آتمنی متھو میٔی)۔ (۴۔ ۲۵ سے ۳۵)

سب کو اپنی طرح سمجھنا اور سب کے اندر ایک ایشور کے درشن کرنا یہی گیتا کے اندر بار بار گیان کی آخری حد بتائی گئی ہی۔

اِس گیان سے بڑھ کر آدمی کو پاک کرنے والی دوسری چیز اس دنیا میں نہیں ہی۔ یوگی دھیرے دھیرے خود اپنے اندر اسے صاف دیکھ لیتا ہی (۴۔ ۳۸)۔ اس کے لیٔے محض اشردھا (یقین) کی اور اپنی اندریوں کو قابو میں رکھنے کی ضرورت ہی (۴۔ ۳۹)۔

پانچواں ادھیائے

پانچویں ادھیائے میں ارجن نے پھر وہی سوال کیا کہ "سانکھیہ مارگ" اور کرم مارگ" ان دونوں میں کون اچھا ہے یعنی سب کاموں سے الگ ہوکر "سنیاس" اور "گیان" کا سہارا لینا "یا دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے سب کام کرتے ہوئے آتما کی بھلائی کی کوشش کرنا۔ اس سوال کے جواب میں گیتا نے ان دونوں راستوں کو اصلیت میں ایک بتاتے ہوئے دونوں کا ایک سندر میل یا سمنویہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ شری کرشن نے جواب دیا:-

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سانکھیہ مارگ اور کرم مارگ دونوں دو الگ الگ راستے ہیں وہ بچے ہیں۔ پنڈت یعنی سمجھدار لوگ انھیں الگ الگ نہیں مانتے۔ ہر آدمی ان دونوں میں سے کسی ایک راستے پر بھی ٹھیک ٹھیک چل کر دونوں کا پھل پا سکتا ہے۔ سانکھیہ مارگ سے چل کر لوگ جس استھان (مقام) تک پہنچتے ہیں، کرم یوگ کے راستے سے چل کر بھی اسی استھان تک پہنچتے ہیں۔ جو آدمی سانکھیہ مارگ اور کرم مارگ دونوں کو ایک سمجھتا ہے وہی ٹھیک ٹھیک سمجھتا ہے۔ (۵ - ۴، ۵)۔

اس کے بعد کہا ہے:-

وہ آدمی سچا سنیاسی ہے جو نہ کسی سے نفرت کرتا ہے اور نہ کچھ چاہتا ہے، جو دوئی سے اوپر ہے، جو اپنے فرض کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے، جس کا دل

صاف ہی جس نے اپنے اوپر قابو حاصل کرلیا ہی جس کی اندریاں (حواس) اس کے بس میں ہیں جو سب کسی کی آتما کو اپنی ہی آتما کی طرح سمجھتا ہی (سرو بھوتا تم بھوتا تما) اور جو سب کاموں کو موہ چھوڑ کر ایشور کے لیے (برہمنیا دھائے) کرتا ہی۔ اس طرح وہ اپنی آتما کو شدھ کرتا ہی (۵۔ ۷ سے ۱۱)

جو لوگ اس طرح سمجھ بوجھ کر اپنے فرض کو پورا کرتے ہیں اُن کے اندر اپنے آپ سورج کی طرح اس گیان کی روشنی پھوٹتی ہی۔ جس میں انھیں اپنے اندر ہی پرمیشور کے درشن ہو گئے ہیں۔ پھر اُنہی سے لو لگائے ہوئے وے مکتی (نجات) حاصل کرتے ہیں۔ اُن کے سب پاپ دُھل جاتے ہیں (۵۔ ۱۵ سے ۱۷)

ودیا ونیہ سمپنّے برہمنے گوی ہستنی
شنی چیو شو پاکے چہ پنڈتاہ سمدرشنہ

سچا پنڈت وہی ہی جو ودیا (علم) اور ونے (انکسار) والے برہمن کو گائے کو اور ہاتھی کو کتّے کو اور چانڈال کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہی (۵۔ ۱۸)

جنھوں نے اس طرح کی سمتا (مساوات) میں اپنے من کو قائم کرلیا انھوں نے اسی دنیا میں سب کچھ جیت لیا کیونکہ پرمیشور سب میں سم (برابر) ہی اور سمتا ہی پرمیشور ہی۔ (۵۔ ۱۹)

اندریوں کے سب سکھ آخر میں دکھ ہی پیدا کرتے ہیں۔ سمجھدار آدمی اُن میں نہیں پھنستا۔ جو کوئی مرنے سے پہلے اسی زندگی میں کام اور کرودھ یعنی اپنے

نفس اور غصّے کے زور کو روک سکتا ہے وہی یوگی ہے' وہی سُکھی ہے۔ جو کوئی اپنی آتما کے اندر ہی سکھ' آنند اور روشنی پاتا ہے' وہی پرمیشور میں لین (فنا) ہو کر مکتی حاصل کرتا ہے۔ یہ بات انھیں کو حاصل ہوگی جن کی دوئی مٹ گئی' جنھوں نے اپنے آپ کو جیت لیا۔ اور جو ہمیشہ سب کی بھلائی کے کاموں میں لگے رہتے ہیں (سرو بھوت ہتے رتاہ) مکتی صرف ایسوں ہی کے لیئے ہے (۵۔ ۲۲ سے ۲۶)

اس کے بعد کے تین اشلوکوں میں آتما کی آگے کی ترقی کے راستے یعنے ۔گا بھیاس (سلوک) کا ذکر ہے۔ لکھا ہے۔

آدمی اپنی اندریوں کے سمبندھ کی باہر کی تمام چیزوں کو باہر رکھ کر دونوں آنکھوں کو بھوؤں کے بیچ میں لاکر' اندر جانے والے اور باہر آنے والے سانسوں کو برابر کر کے' اندریوں' من اور بدّھی کو اِدھر اُدھر جانے سے روک کر اچھا' ڈر اور غصّے کو دُور کر کے' اور یہ جان کر کہ پرمیشور سب دنیاؤں کا مالک' سب کی پوجا بندگی لینے والا اور سب پرانیوں کا بھلا چاہنے والا ہے' اس کا دھیان کرے اُسے ایسا جان کر ہی آدمی سچی شانتی حاصل کر سکتا ہے (۵۔ ۲۷ سے ۲۹)

چھٹواں ادھیائے

پھر سانکھیہ اور کرم دونوں راستوں کو ایک بتاتے ہوئے کہا گیا ہے

جو آدمی اپنے نتیجے کی پرواہ نہ کر' جسے اپنا فرض سمجھتا ہے اُسے پورا کرتا ہے وہی سنیاسی ہے اور وہی یوگی ہے۔ سنیاس کے اوپری نیموں پر عمل کرنے والا' جیسے آگ کو نہ چھونے والا' یا یہ کام اور وہ کام نہ کرنے والا سنیاسی نہیں ہے (۶۔ ۱' ۲)

یعنی سنیاس دل کی ایک حالت کا نام ہے، کسی اوپری نیم یا لباس وغیرہ کا نہیں۔

جو آدمی یوگ کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیئے دنیا کی طرف اپنے فرضوں کا پورا کرنا ہی یوگ کا راستہ ہے اور ایک بار یوگ حاصل ہو جانے کے بعد اس کے اندر شانتی اور سمتا خود اپنے آپ اُس سے اُس کے سارے فرض پورے کراتی رہتی ہے (۶-۳)

آدمی آپ ہی اپنا دوست ہے اور آپ ہی اپنا دشمن۔ جس کسی نے اپنے آپے (خودی) کو جیت لیا وہ اپنا دوست ہے اور جس کا آپا اُس پر سوار ہے وہ آپ اپنا دشمن ہے (۶-۵، ۶)۔

جس نے اپنی خودی کو جیت لیا، جو شانت ہے اور جو سردی، گرمی، سکھ، دکھ، مان، اپمان میں یکساں رہتا ہے اس کی آتما ہی پرماتما ہے (۶-۷)۔ جو دوست اور دشمن، اپنے اور پرائے، دھرماتما اور پاپی سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے، وہی ٹھیک ہے (۶-۹)

اس کے بعد اندر کی سادھنا یا یوگ کا ذکر ہے۔ لکھا ہے:-

اس طرح کا آدمی کسی صاف ستھری جگہ میں چپ چاپ نڈر اور اکیلا بیٹھ کر، اپنے من کو روک کر، اپنے دل سے سب طرح کی خواہشوں اور سب چیزوں کے موہ کو نکال کر، آتما کو ایک طرف لگا کر، سر، گردن اور جسم کو بالکل سیدھا اور اندریوں کو اڈول رکھتے ہوئے، اپنی ناک کے سرے کو

ایک ٹک دیکھتا ہوا ادھر ادھر نگاہ نہ ڈالتا ہوا اپنی آتما کو شانت رکھتے ہوئے آتما کی شدھی کے لیے پرماتما میں دھیان جمائے، تو دھیرے دھیرے پرم شانتی اور وہ سب سے بڑھ کر حالت حاصل ہوگی جس سے پھر بڑے سے بڑا سکھ دکھ بھی اسے ڈگا نہیں سکتا۔ اسی حالت کا نام مکتی یعنی نجات ہے (۶۔ ۱۰ سے ۱۵ اور ۲۲)۔

پھر بتایا گیا ہے کہ یہ یوگ نہ دنیا میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لیے ہے اور نہ دنیا کے فرضوں سے بھاگ کر دنیا سے الگ بیٹھنے والوں کے لیئے ہے۔

یہ اسی کے دکھوں کو مٹا سکتا ہے جو اپنے آہار اور وہار میں یعنی کھانے پینے اور رہن سہن میں نہ کوئی زیادتی کرتا ہے اور نہ بالکل کمی، جو ٹھیک بیچ کے راستے پر چلتا ہے، جو اپنے سب فرضوں کو پورا کرنے اور کاموں کے کرنے میں ایک بیچ کا راستہ پکڑتا ہے، ٹھیک سوتا بھی ہے اور ٹھیک جاگتا بھی ہے (۶۔ ۱۷)

اٹھارہویں سے انتیسویں اشلوک تک اس راستے کو کچھ اور کھول کر بیان کیا گیا ہے اور اس کا آخری نتیجہ آتما کا پرماتما میں لین (فنا) ہو جانا (برہم بھوتم) بتایا گیا ہے۔ اسی حالت کو صوفیوں کے شبدوں میں "فنا فی اللہ" ہو جانا کہتے ہیں۔ پھر کہا گیا ہے:-

جس آدمی کا دل یوگ میں لگا ہوا ہے وہ سب پرانیوں کے اندر اپنے کو اور اپنے اندر سب پرانیوں کو دیکھتا ہے۔ وہ سب کو ایک نگاہ سے اور ایک برابر دیکھتا ہے۔ جو سب کے اندر پرمیشور کو اور پرمیشور کے اندر سب کو دیکھتا ہے۔ اس کا

پھر پرمیشور سے ناتا نہیں ٹوٹتا۔ جو دوئی سے اُوپر اُٹھ کر سب پرانیوں کے اندر پرمیشور کا بھجن کرتا ہی۔ وہ کہیں بھی رہے اس کا ناتا پرمیشور سے جڑا ہوا ہی۔ جو سب کے سُکھ دکھ کو اپنا ہی سُکھ دکھ سمجھتا ہی اور اپنی ہی طرح سب کو ایک برابر دیکھتا ہی وہی پرمیشور کا سب سے بڑھ کر پیارا ہی (۶۔ ۲۹ سے ۳۲)۔

ارجن نے سوال کیا کہ چنچل من کو اس طرح قابو میں کرنا بہت مشکل ہی

جواب ملا کہ:۔

اس کے لیے ابھیاس یعنی مشق کی اور "ویراگ" یعنی دنیا کے بھوگوں کی طرف سے طبیعت کو ہٹانے کی ضرورت ہی (۶ - ۳۵)۔ جسے اپنے اوپر قابو نہیں ہی وہ اس یوگ کو حاصل نہیں کر سکتا (۶۔ ۳۶)۔ اُوپر کے ریت رواج اس میں مدد نہیں دے سکتے کیونکہ اس یوگ کی خواہش بھی جس کے اندر پیدا ہو گئی ہی اسے ویدوں اور ان کے رسم رواجوں کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ وہ اُن سے اُوپر اُٹھ جاتا ہی۔ (۶ - ۴۴) اور جو اس طرف تھوڑی سی بھی سچی کوشش کر لیتا ہی پھر چاہے اُس کا من ڈگ جائے اور اسے پوری کامیابی نہ مل سکے تب بھی اُس کی کوشش فضول نہیں جاتی اور نہ اُس کی آگے کی گتی خراب ہوتی ہی۔ اگلے کی زندگی میں اس کی ترقی برابر جاری رہتی ہی۔ تپ (ریاضت) گیان (معرفت) اور کرم کانڈ (شریعت) سب سے یہ راستہ کہیں بڑھ کر ہی (۶۔ ۳۷ سے ۴۶)

ساتواں ادھیائے

جو لوگ پرمیشور کو جاننا چاہتے ہیں ان کے لیے ساتویں ادھیائے میں یہ بتانے

کی کوشش کی گئی ہی کہ پرمیشور ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہی۔ ایک پرمیشور اور بہت سے دیوتاؤں کا فرق بتایا گیا ہی اور صرف ایک پرمیشور اور اللہ تعالیٰ کی ہی پوجا بندگی کرنے پر زور دیا گیا ہی۔

پرمیشور کی پرکرتی (قدرت) کے دو پہلو ہیں۔ انھیں دونوں سے ساری دنیا اور سب جاندار پیدا ہوئے ہیں۔ مٹی، پانی، آگ، ہوا، آکاش (ایتھر) من، بُدھی، اور اہنکار (خودی) یہ آٹھوں پرمیشور کی "اپرا" یعنی استھول (جلی) پرکرتی ہیں اور جو چیز جان کی شکل میں اس ساری دنیا کو سنبھالے ہوئے ہی اور اسے چلا رہی ہی وہ ایشور کی "پرا" یعنی سوکھشم (خفی) پرکرتی ہی۔ ایشور ہی ساری دنیا کا پیدا کرنے والا اور اسے ختم کرنے والا ہی۔ اس کے اندر یہ سب دنیا اس طرح پروئی ہوئی ہی جس طرح ایک ڈورے کے اندر مالا کے دانے۔

وہ ایشور ہی پانی کے اندر رس، چاند سورج کے اندر روشنی، ویدوں میں اوم، آکاش میں آواز، آدمیوں میں مردانگی، مٹی میں خوشبو، آگ میں دمک، تپسویوں میں تپ، اور سب جانداروں کی جان وہی سب کا اصلی بیج ہی، وہی بدھیمانوں کی بُدھی اور تپسویوں کا (جلال والوں کا جلال) ہی۔ وہی ان بلوانوں کا بل ہی جو کام (شہوت) اور موہ ممتا سے آزاد ہیں۔ وہی جانداروں کے اندر جائز خواہش ہی۔ ستو (سکون)، رجس (حرکت)، اور تمس (کاہلی)، سب حالتیں ایشور سے

ہی پیدا ہوئی ہیں، لیکن وہ خود ان تینوں سے پرے ہے۔ ان تینوں کے جال میں پڑ کر ہی دنیا اُسے نہیں پہچانتی۔ وہ نت (غیر فانی) اور سب سے الگ ہے (۷۔ ۴ سے ۱۳)

کچھ لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے پیچھے پڑ کر نا سمجھی سے دوسرے دیوتاؤں کی پوجا بندگی کرتے ہیں۔ جو جس کی پوجا شردھا (اعتقاد) سے کرنا چاہتا ہے پرمیشور اُسے اسی میں شردھا دیتے ہیں۔ جو پھل ان لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں وہ بھی پرمیشور ہی کے ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ لیکن ان نا سمجھوں کے یہ پھل ناش ہونے والے یعنی فانی ہیں۔ دیوتاؤں کی پوجا کرنے والے دیوتاؤں کو پہنچتے ہیں اور ایک پرمیشور کی پوجا کرنے والے پرمیشور کو۔ بات یہ ہے کہ کم سمجھ لوگ پرمیشور کی اصلیت کو نہیں سمجھ پاتے وے اس کی پوجا کسی نہ کسی اوپری شکل میں ہی کرنا چاہتے ہیں۔ ایک طرح سب دیوتاؤں کے روپ پرمیشور کے ہی روپ ہیں۔ لیکن پرمیشور نرگن یعنی بنا کسی روپ کا کبھی پیدا نہ ہونے والا، گھٹنے بڑھنے اور زندگی موت سے الگ یعنی لازوال اور سب سے اُوپر ہے۔ کم سمجھ آدمی اُسے نہیں سمجھ پاتے پر پرمیشور پچھلی اگلی اور اس وقت کی سب باتوں کو جانتا ہے۔ جو آدمی راگ اور دویش، محبت اور نفرت سے ہٹ کر دوئی سے اوپر اٹھ کر، سب طرح کے پاپوں سے بچتا ہوا، نیک کام کرتا ہوا صرف ایک پرمیشور کی پوجا کرتا ہے وہی حقیقت کو جان سکتا ہے اور وہی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ (۷۔ ۲۰ سے ۳۰)

آٹھواں ادھیائے

آٹھویں ادھیائے میں پھر کہا گیا ہی کہ:-

آدمی کو مرتے وقت ایک پرمیشور کو یاد کرتے ہوئے ہی یہ تن چھوڑنا چاہیے تب ہی آدمی پرمیشور کو پہنچ سکتا ہی۔ جو لوگ دوسرے دیوتاؤں یا دوسری چیزوں کا دھیان کرتے ہیں وہ اپنے انھیں چھوٹے چھوٹے خیالوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ دنیا میں اپنے سب فرضوں کو پورا کرتے ہوئے بھی ہمیشہ ایک پرمیشور کی ہی یاد کرتے رہنا چاہیے۔ وہ پرمیشور سب کچھ اور سب کو جاننے والا ہمیشہ سے ہمیشہ تک رہنے والا، سب کا چلانے والا، سب کا پالنے والا، باریک سے باریک یعنی آنکھ، کان وغیرہ کوئی جسے دیکھ یا سن نہ سکیں، خیال کی پہنچ سے پرے، اندھیرے سے دور اور جوت ہی جوت یعنی نور ہی نور ہی۔ وید کے جاننے والے اسے اکشر (لازوال) کہتے ہیں۔ نہ اس کا شروع ہی نہ آخر۔ یہ سب جاندار اسی کے اندر ہیں۔ وہ ان سب میں سما رہا ہوا ہی۔ اسی روپ میں سب کے اندر اس کی پوجا بندگی کرنی چاہیے۔ ویدوں کے راستے سے یعنی ہون تپ، دان وغیرہ تمام اوپری ریت رواجوں سے یہ راستہ کہیں بڑھ کر اور کہیں اونچا ہی (۸۔ ۵، ۶، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۲۲، ۲۸)۔

بیچ بیچ کے اشلوکوں میں یہ بتایا گیا ہی کہ مرتے وقت آدمی کو کس طرح پرمیشور میں دھیان لگانا چاہیے اور اپنے دل میں کیا کیا خیال رکھنا چاہیے۔ کچھ اشلوکوں میں بتایا گیا ہی کہ کب کب اور کن کن حالتوں میں مرنے سے آدمی

اندھیرے راستوں سے جاکر سورگ اور نرک (جنت اور دوزخ) وغیرہ میں پھنستا ہے اور کب کیسے اور کن کن حالتوں میں مرکر روشنی کے راستوں سے ہوکر اصلی مکتی (نجات) کی طرف بڑھتا ہے۔ گیتا کے یہ اشلوک اس ادھیائے کے ۲۴ سے ۲۷ تک ساری کتاب کے سب سے مشکل اشلوک مانے جاتے ہیں۔ ٹیکا کرنے والوں نے ان پر طرح طرح سے اپنی ودّیا اور بدھی کو آزمایا ہے۔ لوک مانیہ تلک نے اپنی کتاب "گیتا رہسیہ" میں کچھ اور پہلے کے ٹیکاکاروں کی رائے کو ٹھیک مانتے ہوئے ان اشلوکوں کا یہ مطلب بتایا ہے کہ جو آدمی اخیر تک اوپری روڑھیوں یعنی ریت رواجوں اور کرم کانڈ (شریعت) میں پھنسا رہتا ہے وہ مرنے کے بعد اندھیرے راستہ سے جاکر سورگ اور نرک کے چکر میں پڑتا ہے اور جو ان سب چیزوں سے اوپر اٹھ کر سب جانداروں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہوا دنیا کی بے لوث بے لگاؤ (نشکام) اور بے غرض (نسوارتھ) سیوا کرتا ہوا شریر چھوڑتا ہے وہ روشنی کے راستے سے چل کر مکتی کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ (گیتا رہسیہ۔ ۲۹۵ سے ۲۹۸)۔

نواں ادھیائے

نویں ادھیائے کے شروع میں کہا گیا ہے کہ حقیقت کا راز (رہسیہ) وہی آدمی سمجھ سکتا ہے جو کسی سے دویش نہ رکھتا ہو (ان سویوے)۔ ایسا آدمی ہی سچے دھرم کو پال سکتا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے:-

پرمیشور خود اویکت (المخفی) یعنی نگاہ اور خیال دونوں سے اوجھل ہے۔

پر یہ سارا جگت اُسی سے رما ہوا ہی۔ سب جاندار (مخلوق) اُسی کے اندر ہیں۔ جس طرح سب جگہ جانے والی ہوا ہمیشہ آکاش کے اندر رہتی ہی۔ اسی طرح سب جاندار پرمیشور کے اندر رہتے ہیں (۹-۴ '۶)

جو لوگ سمجھ بوجھ کر پرمیشور کی اُپاسنا کرتے ہیں، وے ایک میں انیک اور انیک میں ایک کو" یعنی وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کو دیکھتے ہیں۔ وہ جدھر دیکھتے ہیں اُدھر ہی انھیں ایشور کا منھ دکھائی دیتا ہی۔ سب دھرموں اور فرقوں میں سب طرح کے یگیوں اور ریت رواجوں میں وہی پرمیشور موجود ہی۔ ہوں میں وہی ہون ہی۔ وہی سامگری ہی۔ وہی آگ ہی وہی منتر ہی۔ وہی امرت اور وہی موت ہی؛ وہی اس دُنیا کا پتا ہی، وہی ماتا ہی، وہی سنبھالنے والا اور وہی پتامہ (رب کا مورث اعلیٰ) ہی۔ وہی اونکار ہی۔ وہی رگ وید، سام وید اور وہی یجر وید ہی وہی حرکت ہی، وہی پالنے والا، وہی مالک، وہی دیکھنے والا، وہی سب کے رہنے کی جگہ، وہی سب کا سہارا، وہی سب کا بھلا چاہنے والا، سب کا پیدا کرنے والا، سب کا ناش کرنے والا، سب کا آدھار، سب کا اخیر اور سب کا بیج ہی۔ ایسا بیج جو کبھی خراب نہیں ہوتا۔ وہی سورج کے روپ میں تپتا ہی، وہی بارش کو روکتا اور پھر برساتا ہی (۹- ۱۵ سے ۱۹)

ویدوں کے ماننے والے ہون اور ایسے ہی ریت رواجوں کے ذریعہ سورگ (بہشت) وغیرہ کے سکھ بھوگنے کی لالسا کرتے ہیں۔ پران کے اُن کاموں

کے نتیجے تھوڑی دیر تک ہی رہتے ہیں (۹ - ۲۰ '۲۱)۔

جو لوگ سچائی کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ وے بھی ایک طرح ایک پرمیشور ہی کی پوجا کرتے ہیں کیونکہ سب اوپری ریت رواجوں کو اپنانے والا ایک پرمیشور ہی ہے۔ سب روپ اُسی کے رُوپ ہیں۔ لیکن ان لوگوں کا راستہ ٹھیک نہیں یہ لوگ پرمیشور کو ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھتے، اسی لئے گرتے ہیں۔ جو جس روپ کی پوجا کرتا ہے وہ اسی روپ کو پاتا ہے۔ دیوتاؤں کی پوجا کرنے والے دیوتاؤں کو، پتروں کی پوجا کرنے والے پتروں کو، آدمیوں کی پوجا کرنے والے آدمیوں کو اور ایک پرمیشور کی پوجا کرنے والے پرمیشور کو پاتے ہیں۔ پھول، پتی، پھل یا جل جو چیز بھی کوئی پرمیشور کو بھگتی کے ساتھ چڑھاتا ہے۔ پرمیشور اُسے پریم کے ساتھ منظور کرتے ہیں۔ اس لیئے:-

یت کروشی یدشناسی یجّہوشی ددا سی یت
یتّپیسی کو نتیہ تت کُرشو مدرپنم۔ (۲۷)

اے ارجن! کھانا پینا، کرنا دھرنا، دینا لینا جو کچھ بھی تو کرے سب اُسی ایک پرمیشور کے لیئے کر اپنے لئے نہیں۔ یہی پرمیشور کے پانے کا طریقہ ہے۔ اُس پرمیشور کو جو سب جانداروں میں ایک برابر موجود ہے (سموہم سَرو بھوتیشو) اور جسے نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے موہ، جو آدمی اس طرح سب کے اندر رہنے والے پرمیشور کے ساتھ اپنے دل کو لگاتا ہے وہی پرمیشور کو پاتا ہے۔ وہ پرمیشور میں

رہتا ہے اور پرمیشور اس میں (۹ - ۲۳ سے ۲۹، ۳۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ طرح طرح کے سمپردائے، فرقے، پوجا بندگی کے الگ الگ طریقے، ریت رواج سب اُسی ایشور سے ہیں۔ آدمیوں کے سب "اشٹ دیو" یعنی معبود اسی کے روپ ہیں۔ اس نگاہ سے یہ سب راستے سچے ہیں۔ لیکن یہ سب ادھورے ہیں۔ سمجھدار آدمی کو چاہیے کہ ان سب کو چھوڑ کر اسی ایک پرمیشور کی پوجا بندگی کرے جو سب کے اندر موجود ہے، جو سب کی جان ہے۔ اپنے اندر سے دوئی اور غیریت کے خیال کو مٹا کر کسی سے ڈاہ دشمنی نہ رکھتے ہوئے اپنی آتما کو شدھ کرے اور پھر سب کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کرتے ہوئے سب کی آتما کے اندر پرماتما کی آراد ھنا (پوجا) کرے۔

دسواں ادھیائے

دسویں اور گیارھویں ادھیاؤں میں اس پرمیشور کی جو "ستیہ" (حق) ہے، جس کی سچائی کے سامنے باقی سب چیزیں جھوٹی ہیں، جو ہر طرح کے ویکتتو (شخصیت) سے الگ ہے، جہاں نہ "میں" ہے، نہ "تو" ہے، نہ "وہ" ہے، جو سب طرح کی علیحدگی اور دوئی سے اوپر ہے، جس تک خیال کی پہنچ نہیں، جو سب میں اور سب جگہ رما ہوا ہے، اس پرمیشور کی بے انت وبھوتیوں (ظہوروں) اور اس کے وِشوَروپ کو، اس کے ہمہ گیر وجود کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، لکھا ہے۔

وہ کبھی پیدا نہیں ہوا، اُس کا کوئی شروع نہیں ہے، وہ سب دنیاؤں کا مالک ہے (لوک مہیشورم)، سب دیوتا اور مہرشی اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔ انسانی قوم کے سب پُرکھے جن کی نسلوں سے دنیا کے تمام لوگ پیدا ہوئے ہیں، وے سب اِس ایک پرمیشور کے مانس پُتر ہیں یعنی خیال سے پیدا ہوئے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں جتنی ترنگیں اُٹھتی ہیں، سب اُسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہی ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ وے لوگ سمجھدار ہیں جو اس پرمیشور سے لَو لگائے ہوئے ایک دوسرے سے ہمیشہ اس کا ذکر کرتے ہیں، آپس میں سمجھتے سمجھاتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر سنتوش اور آنند پاتے ہیں۔

مچِّتا مدگت پرانا بودھینتہ پرسپرم
کتھینتشچ مام نِتیم تُشینتی چ رمنتی چ

ایسے لوگ ہی سچے گیان کو حاصل کرتے ہیں۔ وے ہی پرمیشور کو پا سکتے ہیں۔

وہ پرشوتم اتّ اپنے کو اپنے ہی سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ آدمی اس کو صرف اس کی وبھوتیوں (ظہوروں) کے ذریعہ ہی سے سمجھ سکتا ہے۔ یہ ایشوری وبھوتیاں بے انت ہیں۔ مثال کے طور پر اُس کی تھوڑی سی وبھوتیاں یہ ہیں:-

سب جانداروں میں وہی جان ہے۔ وہی سب کا شروع، بیچ اور آخر ہے۔ آدتیوں میں (الگ الگ برہمانڈوں کے سورجوں میں) وہ وشنو ہے۔ چمکتی ہوئی چیزوں میں وہ سورج ہے، نچھتروں میں وہ چاند ہے، ویدوں میں وہ سام وید ہے، دیوتاؤں میں اِندر ہے،

اندریوں میں من ہی، رودروں میں شنکر، اناریہ لوگوں میں یعنی ایکشس اور راکشسوں میں کبیر، دسوؤں میں اگنی، پرتوں میں میرو۔... پانی کی جگہوں میں ساگر، مہرشیوں میں بھرگو... ٹکی ہوئی چیزوں میں ہمالیہ، درختوں میں پیپل، دیورشیوں میں نارد ... گھوڑوں میں اوچہ شروا ... ہاتھیوں میں ایراوت، آدمیوں میں راجا، ہتھیاروں میں بجر (بجلی)، پیدا کرنے والوں میں کامدیو، سانپوں میں واسکی، ناگوں میں شیش ناگ، حاکموں میں یم، کھا جانے والوں میں کال (وقت)، جانوروں میں شیر، پرندوں میں گرڑ، ہتھیار بندوں میں رام، پانی کے جانوروں میں مگر، ندیوں میں گنگا، ودیاؤں میں ادھیاتم ودیا (روحانیت)، اکشروں (حرفوں) میں اکار (الف)... سب طرف اس کے منہ ہیں، وہی سب کو ختم کرنے والی موت ہے، وہی سب کو پیدا کرنے والا ہے، وہی کیرتی (شہرت) ہے... وہی میدھا (سمجھ) ہے... چھندوں میں گائتری چھند... مہینوں میں اگھن، موسموں میں بسنت، چھلیوں میں جوا، تیجسیوں میں تیج، جیت، محنت، اصلیت یادوؤں میں واسدیو، پانڈوؤں میں ارجن، منیوں میں ویاس، کبیوں میں اوسنا کوی (شکراچاریہ)، دمن کرنے والوں میں ڈنڈ، جیت چاہنے والوں میں انصاف، چھپی ہوئی چیزوں میں مون (خاموشی)... گیانیوں کا گیان سب جانداروں کا بیج وہی ہے، چراچر میں کوئی چیز نہیں ہے جو بنا اس کے ہو، اس کی لیلا کا کوئی اور چھور نہیں ہے...

یدید دبھو تمتستوم شری مذ درجیتمیو وا
تتدیوا دبگچھ توم مم تیجو شسمبھوم (۱۰ - ۱۹ اسے ۴۱)۔

یعنی دنیا میں جو چیز بھی شان والی شوبھا والی یا تیج والی ہے وہ اسی کے تیج کے ایک ذرے (انش) سے پیدا ہوئی ہے (۱۰ - ۱۹ سے ۴۱)۔

اس نگاہ سے سب دیشوں، سب قوموں اور سب دھرموں کے مہاپرش اوتار، پیغمبر، تیرتھنکر وغیرہ اور سب کے اشٹ دیو (معبود) اسی پرمیشور کے انش ہیں۔

وہ اپنے صرف ایک انش سے اس سارے جگت کو سنبھالے ہوئے ہے (۱۰ - ۴۲)

اس سب کا مطلب یہ ہے کہ "پرمیشور اچنتیہ یعنی خیال کی پہنچ سے پرے اور اویکت یعنی رنگ روپ سے دور ہے لیکن سب میں رما ہوا ہے۔ اس لیے سب کے ساتھ اپنے ایک پن یا اپنے پن کو محسوس کر کے ہی آدمی سب کے اندر پرمیشور کے درشن کر سکتا ہے۔

اسی کو گیارھویں ادھیائے کے شروع میں ادھیاتم (روحانیت) کہا گیا ہے

گیارھواں ادھیائے

اس کے بعد یوگ کے مالک شری کرشن کی کرپا سے ارجن کی گیان کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے اپنی گیان کی آنکھوں سے پرمیشور کے اس 'وشوروپ' کو دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ:۔

پرمیشور کے سیکڑوں اور ہزاروں طرح طرح کے روپ ہیں۔ ساری دنیا جاندار

اور سب جہان اُسی کے اندر ہیں اُس کے سب طرف مُنہ ہیں۔ ہزاروں سورج کی
ایک ساتھ روشنی سے بڑھ کر اس کی جوت ہے۔ آریہ قوم کے سب رشی مُنی اور آریہ
قوموں کے سب بڑے بڑے لوگ (اُدر کانشچہ ردیان) اُسی پرمیشور کے اندر ہیں سب دیوتا اور
سب پرانی اسی کے اندر ہیں۔ اس کے بہت سے بھجائیں بہت سے پیٹ بہت سے مُنہ
بہت سی آنکھیں اور بہت سے روپ ہیں یہاں تک کہ سب روپ اسی کے روپ ہیں
سب طرف وہی وہ ہے۔ اس کا نہ درمیان ہے نہ شروع نہ آخر وہ وشو روپ ہے۔ وہ وشو (سارے جہان)
کا مالک۔ اس کا پرکاش (روشنی) چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ سورج اور چاند اُس کی آنکھیں
ہیں۔ اس کی شکتی بے انت ہے۔ وہ آسمان اور زمین کو اور دسوں دشاؤں کو پائے ہوئے ہے۔
سب ڈرنے والے اُسی سے ڈرتے ہیں۔ سب استتی (حمد) کرنے والے اسی کی استتی کرتے
ہیں سب مذہبوں اور دیشوں کے لوگ اسی کی طرف ٹکٹکی لگاتے ہیں وہی ہمیشہ رہنے والا
ہے وہی ہمیشہ سے دھرم کی حفاظت کرتا ہے جس طرح سب ندیاں سمندر میں جا گرتی ہیں۔
اسی طرح سب دنیا اور سب جاندار آخر میں پرمیشور ہی میں جا ملتے ہیں۔ وہ دیش (مکان)
اور کال (زمان) دونوں سے پرے ہے۔ وہی کال (موت) ہے۔ باقی سب محض کیول ایک بہانہ
ہے۔ وہی اکشر (لازوال) وہی ویکت (ظاہر) ہے۔ وہی اویکت (بے نشان) ہے وہی دونوں سے پرے ہے۔
وہی ادی دیو ہے۔ وہی جاننے والا اور وہی جاننے کی چیز ہے۔ وہ اپنے بے انت روپ سے سارے
وشو میں رما ہوا ہے۔ وہی وایو ہے وہی یم ہے وہی اگنی ہے وہی ورن ہے وہی چندرما ہے وہی پرجاپتی
(رہنما) ہے وہی سب کا پردادا ہے۔ اُسے ہزار بار نمسکار! پھر پھر نمسکار! سامنے سے اور پیچھے سے
سب طرف سے نمسکار! وہ انت ویریہ ہے۔ وہ بے انت ہمت والا ہے۔ وہ سب کو اپنے اندر سما کر بھی

سب کا سب باقی ہے۔ سب کا پتا سب کا پوجیہ اور سب سے بڑا ہے۔ اس کی کوئی دوسری مثال یا اُس جیسا کوئی نہیں وہ اکیلا آپ ہے۔ وہ آدمی کی شکل میں سب کا دوست ہے وہ سب کا پیارا ہے (۱۱-۸ سے ۴۴)

وہ نہ ویدوں کے ذریعہ سے جانا جا سکتا ہے، نہ یگوں کے، نہ پوجا پاٹ کے، نہ دان کے، نہ طرح طرح کی رسموں کے نہ بڑے بڑے تپوں کے آدمی اُسے صرف "اُتم یوگ" کے ذریعہ یعنی اپنے نفس کو قابو میں کر کے اور "اننیہ" بھگتی کے ذریعہ ہی وہ بھگتی جس میں کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ کیا گیا ہو، اُسے جان سکتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک دیکھ سکتا ہے اور اُسی میں سے یا فنا ہو کر اُسی میں سما سکتا ہے (۱۱-۴۸، ۵۳، ۵۴)۔

اس کا سب سے سہاونا روپ، سب سے پیارا روپ، جس سے آدمی کو تسلی اور شانتی مل سکتی ہے "منش روپ" ہے (۱۱-۵۱)* وہ سب روپوں میں ہے۔ یہ سبھی اس کا "وشوروپ" ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اسی کے لیے سب کام کرے، اسی کو اپنا مقصد سمجھے، ایک اُسی کی بھگتی کرے اپنے سوارتھ، خودی اور موہ سے الگ رہے اور دنیا کے سب پرانیوں کے ساتھ دوستی اور میل رکھے (نرویرہ سرو بھوتیشو) بس ایسا ہی آدمی ایشور کو پا سکتا ہے (۱۱-۵۵)۔

---

* شکلِ انساں میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا چاند بادل میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
(رضوی)

بارھواں ادھیائے

بارھویں ادھیائے میں جس کا نام بھگتی یوگ ہے ارجن نے پھر یہ سوال اٹھایا کہ پرمیشور کی سگن روپ میں یعنی اس کی صفتوں کا خیال کرتے ہوئے پوجا کرنے والے اور نرگن روپ میں خالص لامکان کا دھیان کرنے والے ان دونوں میں سے کون زیادہ ٹھیک راستے پر ہے؟ گیتا کا جواب ہے کہ :-

جو لوگ پوری شردھا کے ساتھ بھگوان کے سگن روپ کی اپاسنا کرتے ہیں وے بھگوان کی نظر میں زیادہ ٹھیک ہیں۔ لیکن جو لوگ بھگوان کے اس پربرہم روپ کی اپاسنا کرتے ہیں جو اکشر یعنی ہمیشہ ایک رس ہے " اندیشیہ ہے یعنی جس کی بابت کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا جو اویکت (بے نشان) ہے جو سب جگہ رما ہوا اور اچنتیہ یعنی خیال سے پرے ہے جو کوٹستھ اچل اور اٹل ہے وے بھی اسی پرمیشور کو پہنچتے ہیں بشرطیکہ انھوں نے اپنی سب اندریوں پر قابو پالیا ہو وے سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہوں اور ہمیشہ سر دبھوت ہتے رتاہ یعنی سب جانداروں کی بھلائی کے کاموں میں لگے رہتے ہوں (۱۲-۲، ۳، ۴)۔ لیکن اویکت کی اپاسنا کا راستہ زیادہ مشکل ہے (۱۲-۵) اس لیے سب کاموں کا نتیجہ ایشور پر چھوڑ کر اسی کا دھیان کرتے ہوئے اپنے کرتویہ پالن میں لگے رہنا چاہیئے (۱۲-۶) جو کسی سے بیر نہیں کرتا۔ جو سب کا دوست ہے جو سب پر دیا کرتا ہے جس میں میرے تیرے کا خیال نہیں ہے جس میں اہنکار یعنی خودی نہیں جو سکھ دکھ میں ایک سا اور سب کو معاف کر دینے والا جو ہمیشہ سنتشٹ (راضی) ہے جس نے اپنے کو جیت لیا ہے جس کا ارادہ پکا ہے اور جس نے

اپنے من اور بدھی کو ایشور میں لگا رکھا ہی ایسا ایشور کا بھگت ایشور کو پیارا ہی۔ (۱۲-۱۳، ۱۴)۔ جس سے دنیا کے کسی آدمی کو کسی طرح کا ڈر نہیں اور نہ جسے کسی سے کسی طرح کا ڈر ہی، جو خوشی، رنج اور ڈر سے اوپر اٹھ گیا ہی، وہ ایشور کا پیارا ہی (۱۲-۱۵)۔ جو ہر حال میں راضی، پاک، بنا آسیہ میرے تیرے سے اوپر اور دُکھ سے پرے ہی، جو نتیجہ کی پرواہ نہ کر ہمیشہ اپنے فرض کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہی، وہی بھگت ایشور کو پیارا ہی (۱۲-۱۶)۔ جو نہ آنند سے پھولتا ہی اور نہ دکھوں سے دکھی ہوتا ہی۔ جسے نہ کسی چیز کے جانے کا رنج اور نہ پانے کی خوشی، جس نے اپنے لیے اچھے اور بُرے دونوں طرح کے نتیجوں کا تیاگ کر دیا ہی، وہ بھگت ایشور کو پیارا ہی (۱۲-۱۷)۔ جو آدمی دوست اور دشمن دونوں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہی، جو مان اور اپمان دونوں میں ایک برابر رہتا ہی، جو سردی، گرمی، سکھ دکھ میں ایک سا ہی، جسے موہ نہیں ہی، جس کے لئے بدنامی اور نیک نامی برابر ہی، جو فضول نہیں بولتا، جو ہر حال میں راضی رہتا ہی، جو کسی گھر کو اپنا گھر نہیں مانتا، جس کا دل اٹل ہی، وہ بھگت ایشور کو پیارا ہی (۱۲-۱۹)۔ جو لوگ اس "دھرم امرت" کو شردھا کے ساتھ پالتے ہیں اور اسی پر چلتے ہیں، جو ایشور میں لو لگائے ہیں، وہ بھگت ایشور کو بہت ہی پیارے ہیں (۱۲-۲۰)

تیرھواں ادھیائے

تیرھواں ادھیائے گیتا کا سب سے زیادہ دارشنک (فلسفیانہ)

ادھیائے ہی۔ ویدانت شاستر (برہم سوتروں) کا گیتا میں صرف ایک بار نام آیا ہی اور وہ اسی ادھیائے میں۔ آتما کے علاوہ جاننے کی چیزیں کیا ہیں یعنی گیان کا میدان کیا ہی اور آتما جو اس سب کو جانتا ہی کیا ہی۔ سچے گیان کو پانے کا کیا راستہ ہی، اصلی چیز جاننے کی کیا ہی؟ اور سچا گیان یا ٹھیک نگاہ کسے کہتے ہیں۔ یہ سب اس ادھیائے میں بتایا گیا ہی۔

موٹے طور پر یہ شریر (بدن) جاننے کی چیز ہی اور آتما اسے جاننے والا، لیکن بدن میں صرف یہ جڑ جسم ہی نہیں ہی۔ پانچ مہابھوت (مٹی، پانی، ہوا، آگ اور آکاش)، اہنکار (خودی) بدھی (عقل) پرکرتی (قدرت)، پانچ گیان اندریاں (حواس)، پانچ کرم اندریاں (ہاتھ پیر وغیرہ)، من اور پانچوں گیان اندریوں کے الگ الگ وشے (مضمون)، ایسے ہی خواہش، دشمنی، سکھ، دکھ، فکر، ہوش، دھیرج، اور ہوا یہ سب جاننے کی چیزیں ہیں۔ ان سب میں الٹ پھیر ہوتے رہتے ہیں اور جو شدھ پرش اور جو جان ان سب میں رمی ہوئی ہی اس میں الٹ پھیر نہیں ہوتے۔ وہی جاننے والا ہی وہی اس دیہ کا مالک ہی، وہی پرماتما اور پرم پرش ہی، وہی ہمیشہ رہنے والا اور ایک رس ہی (۱۳ - ۱، ۲، ۵، ۶، ۲۲) جاننے والا اور جاننے کی چیزیں ان دونوں کے میل سے ہی دنیا بنی ہی (۱۳ - ۲۶)

سچے گیان یعنی سچی جانکاری کے حاصل کرنے کا یہ راستہ بتایا گیا ہی۔
گھمنڈ نہ کرنا، کسی سے چھل نہ کرنا، اہنسا، سب کو معاف کر دینا،

ایمانداری، گرو کے پاس بیٹھنا، پاک صاف رہنا، اڈگ رہنا، من کو اور دل
کو اپنے اوپر قابو رکھنا۔ اندریہ وشیوں یعنی شہوت کی چیزوں سے دل کو ہٹانا،
اہنکار یا خودی کا نہ ہونا، جنم، موت، بڑھاپا، بیماری اور دکھ، ان کی برائی کو
سمجھنا، کسی سے موہ نہ ہونا، عورت استری، بچوں، گھر وغیرہ میں اپنے کو بھول
نہ جانا، چاہے کوئی بات اپنے من چاہتی ہو یا اس کے خلاف ہو، ہر حالت
میں اپنے دل کو ایک سا رکھنا، ایشور میں بھگتی، کبھی کبھی اکیلے میں رہنے
کی عادت، بھیڑ سے بچنے کی خواہش، ادھیاتم (روحانیت) کی طرف لگن،
سچائی کو جاننے کی اچھا۔ یہ سب سچے گیان کے پانے کا راستہ ہے۔ یہی سچا
گیان ہے۔ اس سے الٹا سب اگیان (جہالت) ہے۔ (۱۳: ۷-۱۱) اس سب
سے بڑھ کر جاننے کی چیز کیا ہے؟ وہ پرم برہم (اللہ) جس کا کوئی شروع نہیں، جس
کے بارے میں نہ "ہے" کہا جا سکتا ہے نہ "نہیں"۔ جس کے سب طرف ہاتھ، پیر،
کان، سر اور منہ ہیں، جو سب میں رما ہوا اور سب سے پرے ہے۔ جس میں سب
اندریوں (حواس) کے گن معلوم ہوتے ہیں پر جس کے کوئی اندریہ نہیں ہیں، جسے
کسی سے موہ نہیں، پر جو سب کا سہارا ہے، جو نرگن (بے صفات) ہے لیکن سب
گنوں (صفتوں) کا خزانہ ہے، جو سب جانداروں کے اندر اور سب کے باہر ہے،
جو چل بھی ہے اور اچل بھی، جو اتنا سوکشم (لطیف) ہے کہ جانا نہیں جا سکتا، جو
دور سے دور اور پاس سے پاس ہے، جو سب پرانیوں میں ایک اٹوٹ روپ
سے کبھی موجود ہے اور الگ بھی ہے، سب کا پالنے والا ہے، سب کا مارنے والا اور

پھر اُن کے روپ میں خود پیدا ہونے والا ہے اندھیرے سے دُور، سب جیوتیوں کی جیوتی (نور کا بھی نور)۔ سب کے دلوں میں رہنے والا وہی گیان ہے اور وہی گیئے یعنی جاننے کی چیز (۱۳-۱۲ سے ۱۷)۔ دھیان، گیان اور کرم تینوں اُسے جاننے کے راستے ہیں (۱۳-۲۴)۔ اُسی آدمی کی نگاہ صحیح نگاہ ہے جو سب جانداروں میں ایک برابر موجود ایک پریشور کو دیکھتا ہے۔ جو پریشور کو سب جگہ رہا ہوا دیکھ کر کسی دوسرے کو دُکھ دے کر اپنے ہاتھ سے اپنی ہنسا نہیں کرتا۔ وہی پرم گتی (کمال) کو پاتا ہے۔ جب آدمی سب الگ الگ جانداروں کے اندر ایک ہی پریشور کو دیکھنے لگتا ہے، تب وہ اس پورن برہم کو، اُس پرماتما کو پہچانتا ہے، جو ہمیشہ ایک رس، نرگن (بے صفات) اور نرِدکار (تبدیلیوں سے اوپر) ہے۔ جس طرح اکاش سب جگہ رہتے ہوئے بھی بے داغ رہتا ہے۔ اسی طرح آتما بھی سب جسموں میں رہتے ہوئے بھی بے داغ رہتا ہے، جس طرح ایک سورج ساری دنیا کو روشنی دیتا ہے، اسی طرح ایک آتما اس سارے میدان کو روشن کرتی ہے (۱۳-۲۷ سے ۳۳)۔

چودھواں ادھیائے

اس ادھیائے میں ستو (سکون) رجس (حرکت) اور تمس (کاہلی)، ان تینوں گنوں کو بیان کیا گیا ہے۔

ستو، رجس، تمس یہ تینوں گن پرکرتی (مادے) سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تینوں ہی جیو (روح) کو جسم میں باندھ کر رکھتے ہیں۔ (گن شبد کے ایک معنی رسّی بھی

ہیں۔ اُن میں ستو ایک 'صاف اور روشن' ہے۔ وہ جیو کو سکھ اور گیان کے ساتھ باندھتا ہے۔ رجس موہ روپ ہے وہ لوبھ اور خواہش سے پیدا ہوتا ہے اور جیو کو اچھا اور کرم کاموں میں باندھے رکھتا ہے۔ تمس اگیان (جہالت) اور اندھیرے سے پیدا ہوتا ہے وہ اُسے غافلی' کاہلی اور نیند میں پھنسائے رکھتا ہے۔ ان تینوں میں برابر کھینچا تانی ہوتی ہے۔ مرتے وقت جس گن کا آدمی میں زور ہوتا ہے ویسا ہی اُسے آگے کو نتیجہ ملتا ہے۔ آتما یا پرماتما ان تینوں گنوں سے اوپر ہے۔ اس لیئے جو آدمی تینوں گنوں سے اوپر اٹھ جاتا ہے' یعنی "گناتیت" ہو جاتا ہے' وہی اِس دنیا سے نجات پاتا ہے (۱۴-۵ سے ۲۰)۔

تینوں گنوں سے اوپر یا گناتیت" اُسے سمجھنا چاہیئے جو نہ روشنی کی خواہش کرتا ہے نہ طرح طرح کے کاموں میں پھنسے رہنے کی' اور نہ سستی یا کاہلی میں پھنستا ہے اور نہ ان تینوں حالتوں میں سے کسی سے بھی گھبراتا ہے: اُداسین (بے لوث) کی طرح جو سکھ دکھ کو ایک سا مانتا ہے اور ان حالتوں کے بدلنے سے اپنے اندر بالکل ڈانواں ڈول نہیں ہوتا۔ جو سکھ' دکھ' مٹی' پتھر' سونا' چاندی' میٹھا' کڑوا' نیک نامی اور بدنامی سب میں ایک سا دھیر اور اڈول رہتا ہے' جو مان اپمان' دوست اور دشمن ان سب میں ایک برابر رہتا ہے' جو سب خواہشوں سے اوپر ہے' وہی گناتیت" ہے' جو پرمیشور ہی سے لو لگاتا ہے' وہ ان گنوں سے اوپر اٹھ کر پرمیشور کے "سادھرمیہ" کو پاتا ہے یعنی خود اُس جیسا ہو کر اُسی میں لین (فنا فی اللہ) ہو جاتا ہے' کیونکہ پرمیشور ہی آتما یعنی جان کا' امرت کا اور اکھنڈ

سکھ کا خزانہ ہے (۱۴-۲ ، ۲۲ سے ۲۸)۔

پندرھواں ادھیائے

اس ادھیائے میں بتایا گیا ہے کہ دنیا ایک بڑے پیپل کے درخت کی طرح ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ:-

اُس کی جڑیں اوپر ہیں اور شاخیں نیچے۔ یہ درخت ہی سب سے بڑا رسہ (رانا) ہے۔ ("اشوتھ" لفظ کے معنی "پیپل" بھی ہوتے ہیں اور "کل نہ رہنے والا" یعنی فانی بھی ہیں) وید (گیان) اس کی پتیاں ہیں۔ ستو (سکون) رجس (حرکت) اور تم (کاہلی) اس کی نسیں ہیں۔ وشئے واسنائیں (نفسانی خواہشیں) اُس کی ڈالیاں ہیں۔ اس کی کچھ جڑیں نیچے کو بھی نکلی ہوئی ہیں۔ یہ وہ خواہشیں ہیں جو آدمی کو دنیا کی ہوسوں میں باندھے رکھتی ہیں۔ اس ڈراؤنے درخت کو صرف ایک ہی ہتھیار کاٹ سکتا ہے اور وہی اس کے رسیے کو حل کر سکتا ہے۔ وہ ہتھیار "اسنگ شستر" ہے یعنی کسی چیز کے ساتھ بھی لگاؤ یا موہ نہ رکھنا۔ اُسی ہتھیار سے اِسے کاٹ کر آدمی شانت اور پرم پد (کمال) پا سکتا ہے اور پرم پرش اللہ سے مل سکتا ہے (۱۵-۱ سے ۴)۔ وے گیانی لوگ ہی جن میں نہ اہنکار (خودی) ہے اور نہ موہ، جن کے دلوں میں دنیا سے لگاؤ نہیں رہا، جو ادھیاتم (روحانیت) میں لگے رہتے ہیں، جن کی خواہشیں دور ہو چکیں، جو دوئی سے اوپر اٹھ گئے، جن پر سکھ دکھ اثر نہیں کرتا، وہی اس پرم پد کو پاتے ہیں جہاں نہ سورج چمکتا ہے نہ چاند، نہ آگ، اور جہاں پہنچ کر پھر وہاں سے واپس نہیں آیا جاتا۔ (۱۵-۵، ۶)

جیو (روح) ایشور کا ہی انش ہے۔ من اور اندریوں (حواس) کے قابو میں آکر

وہ سنسار کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ اچھا نے اُسے یہاں باندھ رکھا ہے (۱۵۔ ۷)۔
اس سارے رہسیہ کی اصلیت وہی ایشور ہے۔ سورج میں، چاند میں اور آگ میں سب تیج اُسی کا تیج ہے۔ وہی دھرتی کے اندر سے سب پرانیوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔ وہ چاند کے ذریعہ جڑی بوٹیوں میں رس پہنچاتا ہے۔ جانداروں میں وہ جٹھر اگنی (حرارت غریزی) ہے۔ وہی ان پچاتا ہے۔ وہی سب کے دلوں کے اندر بیٹھا ہوا ہے (سروسیہ چاہم ہردِ سنوشٹو)۔ اُسی سے علم، یادداشت وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔ یوگی اُسے اپنے اندر دھیان کر دیکھتے ہیں۔ وہی پرشوتم ہے۔ وہی سب کچھ جانتا ہے اور جو اُسے جان جائے وہ بھی سب کچھ جانتا ہے (۱۵۔ ۱۱ سے ۱۵۔ ۱۸ سے ۱۹)۔

سولھواں ادھیائے

اس ادھیائے میں کہا گیا ہے کہ :۔

اِس دنیا میں دو طرح کی طبیعتوں کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک دیوی سمپد یعنی فرشتوں کی سی طبیعت والے یا اللہ والے اور دوسرے آسری یعنی شیطانی طبیعت والے یا گمراہ۔ دیوی سمپد وہ ہے جو آدمی کو آزادی اور نجات (مکتی) کی طرف لے جاتی ہے۔ آسری سمپد اُسے بندھنوں میں جکڑے رکھتی ہے (۱۶۔ ۵)۔

دیوی سمپد میں یہ چھبیس باتیں شامل ہیں۔ (۱) کسی چیز سے ڈرنا نہیں (۲) دل کی صفائی (۳) گیان حاصل کرنے کی کوشش (۴) دان دینے کی عادت (۵) اندریوں پر قابو (۶) دوسروں کی بھلائی کرنا (۷) اچھی چیزیں پڑھنا (۸) تپ (۹) چھل کپٹ نہ کرنا (۱۰) اہنسا (۱۱) سچائی (۱۲) غصہ نہ کرنا (۱۳) تیاگ (۱۴) شانتی

(۱۵) کسی کی چغلی نہ کرنا، (۱۶) سب پر دیا کرنا، (۱۷) لوبھ نہ کرنا (۱۸) دینتا (۱۹) شرافت (۲۰) گمبھیرتا (۲۱) تیج (۲۲) بخشنا (۲۳) دھیرج (۲۴) پوترتا (۲۵) کسی سے دشمنی نہ کرنا اور (۲۶) گھمنڈ نہ کرنا (۱۶- ۱ سے ۳)۔

آسُری سمپدا والے سبھاؤ میں اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں:۔

(۱) ڈھونگ (۲) غرور (۳) اپنے کو بڑا ماننا (۴) غصہ (۵) دل کی سختی اور (۶) اگیان (جہالت) (۱۶-۴)۔

اس کے بعد تیرہ اشلوکوں میں آسُری سمپد (شیطانی طبیعت) والے کے رہن سہن اور ڈھنگ کو بیان کیا گیا ہے۔ آج کل کے کچھ لوگوں، خاص کر بڑھی ہوئی پچھمی قوموں کے بڑے بڑے نیتاؤں اور اُنھیں کے رنگ میں رنگے ہوئے لوگوں کی یہ اتنی اچھی تصویر ہے کہ ان تیرہ اشلوکوں کا پورا پورا ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے:۔

یہ لوگ نہیں جانتے کہ کس طرح کے کاموں میں آدمی کو لگنا چاہئے اور کس طرح کے کاموں میں نہیں۔ اُن میں نہ پوترتا ہوتی ہے نہ نیکی اور نہ سچائی، وہ کہتے ہیں کہ "اِس دنیا کا کوئی ایشور نہیں ہے۔ نہ اس میں کوئی سچائی ہے اور نہ اس کا کوئی چلانے والا ہے۔ جڑ پرمانوؤں یعنی ذرّوں کے ملنے سے ہی یہ دنیا بن گئی ہے۔ آتما یا روح سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ مرد اور عورت کے بیچ کی خواہش سے ہی یہ سارا سنسار پیدا ہوا ہے۔ کوئی اس کا پیدا کرنے والا نہیں ہے۔" دنیا کا بُرا کرنے والے یہ لوگ جن کی آتمائیں برباد ہو گئی ہیں۔ جن کی بدھی بہت چھوٹی ہے اور جن کے کام بہت تیز ہوتے ہیں۔ دنیا کے مٹانے کے لئے ہی ان خیالوں

کو لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ خودی (اہنکار)، ڈھونگ (دمبھ) اور غرور (مد) سے بھرے ہوئے یہ اس طرح کی خواہشوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو کبھی پوری نہیں ہوسکتیں۔ موہ میں پھنسے ہوئے ناپاک ارادے کرکے اور غلط ضدوں میں پڑکر وہ (بُری) کوششوں میں لگ جاتے ہیں۔ وہ اس طرح کی لمبی فکروں میں پڑجاتے ہیں جو موت تک انھیں گھیرے رہتی ہیں۔ انھیں اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ کاموپ بھوگ یعنی عیش پرستی سے بڑھ کر اور کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے۔ سیکڑوں امیدوں کے جال میں پھنسے ہوئے کام (شہوت) اور کرودھ (غصّے) کے شکار، وہ اپنے عیش آرام کے لیے انیائے سے دھن اکٹھا کرنے میں بھی لگ جاتے ہیں۔ وہ یہی سوچا کرتے ہیں کہ آج میں نے اپنا یہ منورتھ پورا کرلیا، کل وہ پورا کروں گا، یہ دھن میرا ہوچکا، کل وہ بھی میرا ہو جائے گا، اس دشمن کو میں نے مار ڈالا، اور دشمنوں کو بھی میں مار ڈالوں گا، میں اس دنیا کا مالک ہوں، میں بھوگنے والا ہوں، میں کامیاب ہوں، میں طاقتور ہوں، میں سکھی ہوں، میں دھنی ہوں، میں اونچی نسل کا ہوں، میرے برابر اور دوسرا کون ہے، میں ہی دنیا کا بھلا کروں گا، میں جو جسے چاہوں گا دوں گا، میں مزا اڑاؤں گا۔ اگیان سے اندھے ہوئے وہ اِسی طرح کی باتیں سوچا کرتے ہیں۔ اُن کا من طرح طرح کی خواہشوں میں بھٹکتا رہتا ہے، وہ موہ جال سے گھرے رہتے ہیں اور اپنی عیش پرستی میں لگے ہوئے آخر کو گندے

نرک میں پڑتے ہیں۔ اپنے کو وہ بہت بڑا سمجھتے ہیں، دھن اور بڑپّن کے غرور میں چور، اپنی اینٹھ میں وہ دکھاوے اور ڈھونگ کے لیئے جھوٹے کرم کانڈ یگیہ وغیرہ بھی کرتے ہیں۔ اہنکار، گھمنڈ، بل، کام اور کرودھ کے کارن دوسروں کے ساتھ بیر رکھتے ہوئے وہ سب کے اندر ایک برابر رہنے والے پرمیشور کے ساتھ بیر کرتے ہیں۔ یہ ظالم دنیا کے لوگوں میں ادھم (نیچ) ہوتے ہیں (۱۶۔ ۷ سے ۱۹)۔ ان کا انت بہت خراب ہوتا ہے۔ وہ سچائی یا حق سے دور نیچے ہی نیچے گرتے چلے جاتے ہیں (۱۶۔ ۲۰)۔

تر ودھم نرکسیدم دوارم ناشنم آتمن
کامہ کرودھستتھا لوبھستسمادیتترئم تیجیت۔ (۲۱)

یعنی آتما کو برباد کرنے والے نرک کے یہ تین دروازے ہیں۔ کام، کرودھ اور لوبھ۔ اس لیئے ان تینوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اے ارجن! جو آدمی ان تینوں اندھیرے دروازوں سے بچ جاتا ہے، وہی اپنا بھلا کرتا ہے اور وہی آخر میں پرگتی یعنی نجات پاتا ہے۔ اس لیئے آدمی کو چاہیئے کہ سداچار شاستر (نیکی کے قانون) کو ہی اپنا راستہ دکھانے والا بناوے، اسی پر چلے خود اپنی خواہشوں کے پیچھے نہ پڑے (۱۶۔ ۲۱، ۲۴)۔

سترھواں ادھیائے

اس ادھیائے میں ارجن نے پھر پوچھا:۔

جو لوگ آپ کے اِن سدا چاروں کے اصولوں کا خیال نہ کرتے ہوئے خود اپنی شردھا (یقین) سے دنیا میں اپنا فرض پورا کرتے ہیں اور اُس کے لیے مصیبتیں جھیلتے ہیں اور تیاگ کرتے ہیں، انھیں آپ کیسا سمجھتے ہیں؟ (۱۷-۱)

شری کرشن نے جواب دیا:-

لوگوں کی طبیعتیں تین طرح کی ہوتی ہیں اور تین ہی طرح کی اُن کی شردھا ہوتی ہے۔ ساتوکی، راجسی اور تامسی (۱۷-۲) جیسی جس کی طبیعت ویسی ہی اُس کی شردھا ہوتی ہے۔ آدمی شردھا کا بنا ہے۔ جس کی جیسی شردھا ہے ویسا ہی وہ خود ہے (۱۷-۳)۔ جو لوگ ڈھونگ اور اہنکار سے، اپنی خواہشوں اور موہ کے زور میں بنا سمجھے، گہری تپ بھی کرتے ہیں، مصیبتیں جھیلتے ہیں اور اپنے جسم کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اُن کے یہ تپ اور تکلیفیں بھی شیطانی (آسری) ہیں۔ سب کے اندر رہنے والا ایشور اُن کے ان تپوں سے خوش نہیں ہوتا (۱۷-۵، ۶)۔ آدمی کا کھانا، پینا، اس کا تیاگ، اُس کا تپ اور دان سب تین تین طرح کے ہیں۔ ساتوک، راجس اور تامس (۱۷-۷)۔

جو کام صرف فرض سمجھ کر کیے جاتے ہیں، جن سے اپنے لیے پھل کی اچھا بالکل نہ ہو، جو پکشپات (اپنے پرائے کے خیال) سے نہ کیے گئے ہوں، جو سوچ سمجھ کر پورے دل اور شردھا سے کیے جائیں، جن میں کامیابی یا ناکامیابی سے کرنے والے کے دل پر کوئی اثر نہ ہو اور جن کے بدلے میں کسی سے اپنے لیے فائدے کی اچھا نہ ہو، وہی کام ساتوک ہیں (۱۷-۱۱، ۱۷ سے ۲۰؛ ۱۸-۲۳،

(۲۶) - جو کام پھل کی اچھا سے، لوبھ سے، ڈھونگ سے، یا اہنکار سے یا اپنے
نام کے لئے، یا ستکار، مان، پوجا پانے کے لئے یا دوسرے کے اپکار کے بدلے میں
اپنے لیے اپکار کی امید سے زور لگا کر کئے جاتے ہیں، وہ راجس ہیں (۱۷-۱۲،
۱۸، ۲۱، ۱۸-۲۴، ۲۷) - اور جو کام سستی سے، بنا شردھا، بنا نتیجہ سوچے
بے طریقے، دوسرے کے فائدے نقصان کو نہ دیکھتے ہوئے، یا موہ رکھتا یا ضد سے
دوسرے کو برباد کرنے کی غرض سے یا جالے یا، دیش، کال، سوتھ یا ٹھیک
آدمی کا خیال نہ کرتے ہوئے، ہنسا سے، یا دوسرے کی مان مریادا عزت کا خیال
نہ کر کے کیا جائے وہ تامس ہیں (۱۷-۱۳، ۱۹، ۲۲؛ ۱۸-۲۵، ۲۸)۔ اپنے سے
بڑوں کی عزت، جسم کی صفائی، سادگی، برہمچریہ اور اہنسا یہ پانچ جسم کے تپ
ہیں۔ اپنی بات سے کسی کا دل نہ دکھانا، سچ بولنا، پیاری لگنے والی بات کہنا جو
بات دوسرے کے لئے فائدے کی ہو وہ کہنا اور اچھی چیزیں پڑھنا یہ پانچ زبان کے
تپ ہیں - خوش رہنا، شانتی، مون (خاموشی)، اندریوں کو قابو میں رکھنا اور
دل کی صفائی، یہ پانچ من کے تپ ہیں (۱۷-۱۴ سے ۱۶)۔ اے ارجن!
جو کام بنا شردھا، بے دلی سے کیا جائے وہ نہ اس دنیا میں کسی کام
کا ہے، نہ دوسری دنیا میں۔ (۱۷-۲۸)۔

گیتا کے اس چھوٹے سے ادھیائے میں آدمی کے سب کاموں اور
اس کی نیت کی بڑی سندر کسوٹی بنا دی گئی ہے۔

اٹھارہواں ادھیائے

آخری ادھیائے میں "سنیاس" کے دکھاوٹی رواج کا کھنڈن کرتے ہوئے کہا گیا ہے:-

اپنے سب کاموں کے اندر سے خود غرضی نکال دینے کو ہی سمجھدار آدمی اصلی "سنیاس" کہتے ہیں اور سب کاموں کے پھل کا تیاگ یعنی اچھے برے نتیجے کی پرواہ نہ کرنا ہی سچا "تیاگ" ہے (۱۸-۲)۔

گیتا میں جہاں جہاں "پھل کے تیاگ" یا اچھے برے نتیجے کی پرواہ نہ کرنے کا ذکر ہے وہاں مطلب صرف یہ ہے کہ اپنے فرض کو پورا کرنے میں کرنے والے کو چاہے سکھ ہو چاہے دکھ، نیک نامی ہو چاہے بدنامی، اسے اس کی بالکل پرواہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے دل پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی کام بنا نتیجہ سوچے کیا جائے۔ جو کام "بنا نتیجہ سوچے... چاہے جا... کا خیال نہ کرتے ہوئے کیا جاتا ہے اُسے پچھلے ہی ادھیائے میں تامس یعنی سب سے بُرا کام کہا گیا ہے۔ پھل تیاگ کا مطلب صرف اپنے سوارتھ یا خود غرضی کا تیاگ اور سب کے بھلے کی اچھا رکھتے ہوئے (چکور شلوک سنگرہ ۲۴-۲۵) کام کرنا ہے۔ اسی کو اس ادھیائے میں "سنیاس" یا "تیاگ" کہا گیا ہے۔

دوسروں کی سیوا کرنا، دان دینا اور تپ جیسے کام کرنے ہی چاہئیں۔ ان سے آدمیوں کی آتمائیں پاک ہوتی ہیں، لیکن ایسے کاموں کو بھی موہ چھوڑ کر پھل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صرف فرض "کرتویہ" سمجھ کر کرنا چاہیئے (۱۸-۵، ۶)۔ یہی

اصلی "ساتوک" تیاگ ہے (۱۸-۹، ۱۱) موہ میں اگر اپنے فرض کو چھوڑ دینا یا بدن کی تکلیف کے ڈر سے فرض سے پیچھے ہٹ جانا دونوں بُرے ہیں (۱۸-۷، ۸)۔ ایسے ہی گیان یا سمجھ بھی تین طرح کی ہے۔ سب جانداروں میں الگ الگ رُوپوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک ہی اویے (لازوال) اور اویکت (بے نشان) آتما کو دیکھنا' ساتوک سمجھ ہے۔ سب میں الگ الگ آتماؤں کو دیکھنا۔ راجس سمجھ ہے وہ تُچھ سمجھ جس سے آدمی بنا مطلب یا اصلیت کو سمجھے ایک ہی کام میں اندھے کی طرح لپٹا رہتا ہے اور اسے ہی سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ تامس سمجھ ہے (۱۸-۲۰ سے ۲۲)۔

ٹھیک اسی طرح سب دھرموں اور سب جاتیوں کو ایک سمجھنا ساتوک' سب کو الگ الگ سمجھنا راجس' اور اپنے ہی دھرم یا جات کو ٹھیک اور دوسروں کو غلط سمجھ بیٹھنا تامس ہے۔

سکھ بھی تین طرح کا ہوتا ہے۔ جو سکھ شروع میں زہر کی طرح اور آخر میں امرت کی طرح ہے' جس سے آتما اور بدھی کو شانتی ملتی ہے وہ سکھ ساتوک ہے۔ اندریوں کا سکھ جو شروع میں امرت کی طرح اور آخر میں زہر کی طرح ہے راجس سکھ ہے۔ جو سکھ شروع سے آخر تک آتما کو صرف موہ' نیند' آلس اور سستی میں ڈالے رکھتا ہے وہ سکھ تامس ہے (۱۸-۳۷، ۳۸، ۳۹)۔

اسی طرح کرتا' کرم' بدھی اور دھیرج سب تین تین طرح کے ہیں۔ سب دھرموں کی ایکتا' سیداچار (نیکی) اور سب میں ایک ہی آتما کو دیکھنے

زور دیتے ہوئے گیتا الگ الگ آدمیوں کے لیئے الگ الگ "دھرم" بھی بتاتی ہے۔ الگ الگ آدمیوں میں گیتا ایک ہی فرق مانتی ہے، اور وہ الگ الگ "سوبھاؤ" یعنی طبیعتوں کا فرق ہے۔ جنم، ذات، دیش، پنتھ، سمپرداے وغیرہ کے کوئی بھی فرق گیتا نہیں مانتی۔

جس آدمی کے سوبھاؤ میں (سوبھاؤ پر جھوٹی گوریخی) "سم (شانتی) دم (اپنے اوپر قابو)، تپ، شوچ (پاکی)، کشما (معاف کرنا)، آرجو (کپٹ نہ ہونا)، گیان وگیان اور آستکیہ (ایشور میں یقین)" ان چیزوں کی طرف جھکاؤ ہو، وہ ان کاموں میں لگے۔ جس میں بہادری، تیج، دھیرج، ہوشیاری، لڑائی میں ڈٹے رہنا، دان اور حکومت ان کی طرف جھکاؤ ہو وہ اس طرح کے کاموں میں لگے جو اپنے "سوبھاؤ" سے کھیتی، جانور پالنا اور تجارت وغیرہ ان کے زیادہ قابل ہو۔ وہ انھیں کرے اور جو اپنی طبیعت سے دوسروں کی سیوا، خدمت کرنے کے زیادہ قابل ہو وہ اسی میں لگے۔ چاروں میں الگ الگ گیتا نے "سوبھاؤ" پر ہی زور دیا ہے۔ یہی گیتا کی ورن ویوستھا کا مطلب ہے (۱۸-۴۱ سے ۴۴)

اس میں چھوٹے بڑے، اونچے نیچے، جنم جات کا کوئی سوال نہیں کیونکہ۔ اس طرح ہر آدمی اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہی سدھی یعنی کمال حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے سب کام اسی پرمیشور کے لیے کرے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور جو سب کے اندر رما ہوا ہے (۱۸-۴۵، ۴۶)۔ ہر آدمی کا جو "سوبھاؤ نیتم" (سوبھاؤ سے ملے) کام ہے وہی اس کا "سودھرم" ہے۔ اس کے خلاف اسے کسی

دوسرے کام یا دھرم کی طرف نہیں جانا چاہیئے (۱۸۔۴۷)

یہاں ہر آدمی کے سوبھاؤ' اس کی طبیعت اور اس کی قابلیت کے مطابق دنیا کی یعنی دوسروں کی طرف اس کے فرض کی بات کہی گئی ہے۔ کسی طرح جنم کی بات یا اونچ نیچ کا ذکر نہیں ہے۔

آدمی پر میشور کو کیسے جان سکتا ہے یہ بتاتے ہوئے پھر کہا گیا ہے کہ:۔

جس کی بدھی ہر طرح بے لوث (نرموہ) ہے' جس نے اپنے کو جیت لیا ہے' جس میں کوئی خواہش نہیں رہ گئی ہے' وہ اس نرمل بدھی کے ساتھ دھیرج سے اپنے کو سنبھالتے ہوئے اندریوں کے سکھوں سے الگ رہ کر نہ کسی سے راگ نہ کسی سے دویش' اکیلا رہ کر' تھوڑا کھا کر' اپنے من' بچن اور تن کو قابو میں رکھ کر پیچھے ویراگیہ کے ساتھ' اپنی آتما میں دھیان لگا کر خودی' زور' گھمنڈ' شہوت غصّہ' دھن جمع کرنا اور میرا تیرا' ان سب کو چھوڑ کر شانت ہو کر خود برہم روپ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ نہ کسی بات کی فکر کرتا ہے نہ خواہش' اس کا دل پھول کی طرح کھل جاتا ہے' وہ سب جانداروں کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے (سمہ سرویشو بھوتیشو) اور پرمیشور کو ٹھیک ٹھیک جان کر اسی میں لین (فنا) ہو جاتا ہے (۱۸۔۴۹ سے ۵۵)

سب کام ایشور کے لیئے ہی کرنے پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ (۱۸۔۵۷)

پھر "ایشور سب کے دلوں کے اندر ہے" "ایشور سرو بھوتانام ہردیشے ارجن تشٹھتی" (۱۸۔۶۱) یہ بات گیتا میں بار بار آتی ہے۔

آخر میں جس بات کو گیتا میں سب سے بڑے رہسیہ (راز) کی بات

"سرو گُہیتم" کہا ہے وہ یہ ہے کہ:-

صرف ایک پرمیشور ہی میں من کو لگاؤ' اُسی کی بھگتی کرو۔ اُسی کے لیے سب کام کرو' اُسی کے سامنے سر کو جھکاؤ" اور "سرو دھرمان پری تیجیہ مامیکم شرنم ورج" "سب" دھرموں یعنی ریت رواجوں' الگ الگ فرقوں کو چھوڑ کر صرف ایک پرمیشور کا سہارا لو۔ یہی ایک مکتی حاصل کرنے کا طریقہ ہے (۱۸-۶۴، ۶۵، ۶۶)۔

گیتا کا سار

گیتا کے اٹھارہ ادھیاؤں میں سے ہر ایک کا الگ الگ سار (نچوڑ)
اوپر دیا جا چکا ہے۔ اس میں جیسا ہم شروع میں کہہ چکے ہیں، ہم نے صرف اُس
"گیتا دھرم" کو دکھانے کی کوشش کی ہے جو ہماری رائے میں ہر زمانے اور ہر
ملک کے لوگوں کے لیے ایک قیمتی نصیحت ہے۔ ترجمہ کرنے میں ہم نے جہاں
بھر سک اس بات کا دھیان رکھا ہے کہ کہیں ارتھ کا انرتھ نہ ہو وہاں ہم نے ہر جگہ
ہر اشلوک، ہر شبد اور ہر واکیہ کو جیوں کا تیوں نہ دے کر سار لینے کی کوشش کی ہے
گیتا میں یوں تو جیو اور پرمیشور یعنی رُوح اور خدا میں کیا ناتا ہے؟ کس طرح پرمیشور اویکت
یعنی بے نشاں بھی ہے اور ویکت یعنی ہر چیز میں موجود بھی ہے؟ مادّہ اور روح کیا چیزیں
ہیں؟ دُنیا کیسے بنی؟ وغیرہ سب دارشنک سوالوں پر اپنے ڈھنگ سے بحث
کی گئی ہے اور گیتا کا رجحان ادیوتواد (وحدت الوجود) کی طرف ہے، لیکن پھر بھی گیتا
کہتی ہے کہ سچی دھارمک زندگی بسر کرنے کے لیئے سوائے ایک ایشور کے اور کسی اس
طرح کے اصول میں یقین کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

گیتا کا دھرم ایک کرنے دھرنے کی چیز ہے۔ دنیا میں خاص طرح سے زندگی بسر کرنا ہی دھرم ہے، یہ ماننا یہ وہ ماننا نہیں۔

اب ہم ان اٹھارہ ادھیاؤں کی تعلیم کا نچوڑ پھر سے تھوڑے سے شبدوں میں دے دینا چاہتے ہیں۔

اُس زمانے میں بہت سے الگ الگ "کل" "جاتیاں" اور "ورن" اس دیش میں موجود تھے جو سب جنم سے مانے جاتے تھے۔ کسی پرانے زمانے سے ہر کل اور ہر ذات کے بہت سے الگ الگ ریت رواج چلے آتے تھے جنھیں "کل دھرموں" اور "جاتی دھرموں" کا نام دیا جاتا تھا (۱- ۴۰، ۴۴)۔ ان الگ الگ خاندانی دھرموں اور جاتی دھرموں کا پالنا اتنا ضروری مانا جاتا تھا کہ اگر کسی خاندان کی ان ریتوں کا پالنا بند ہو جائے تو سمجھا جاتا تھا کہ اُس گھرانے کے سب استری پرش، اور اس کے مرے ہوئے "پتر" تک نرک کو جاتے ہیں (۱-۴۲)، پتروں کو "پنڈ" وغیرہ دینے کا رواج بھی تھا (۱-۴۲)، جس کا حق صرف اپنی اولاد کو ہی ہوتا تھا، قدرتی طور پر لوگ "ورن شنکر" یعنی نسلوں کے گول مال ہو جانے سے بہت ڈرتے تھے اور اسی لیے اپنے خاندان کے کسی آدمی کو مارنا، چاہے وہ "آتاتائی" ظالم بھی کیوں نہ ہو "بہت بڑا پاپ مانا جاتا تھا (۱- ۳۶، ۴۳، ۴۵)۔ گیتا ان سب ریت رواجوں کا خیال کرنا تک سمجھدار آدمی کے لیے "موہ" دھرم کی کمزوری" اور "شان کے خلاف" بتاتی ہے۔ گیتا ان سب کو غلط مانتی ہے (۲- ۲ سے ۱۰)۔

تینوں ویدوں رگ، یجور، اور سام پر اُن دنوں لوگوں کو بہت بھروسہ تھا۔ ویدوں سے انھوں نے یگیہ، ہون، جپ، تپ وغیرہ طرح طرح کے کام سیکھ رکھے تھے۔ لوگ بہت سے دیوی دیوتاؤں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ دیوتاؤں کے نام پر ہون میں طرح طرح کی آہوتیاں دی جاتی تھیں۔ چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ دیوتاؤں سے اپنے اس دُنیا کے سُکھوں کے لیے اور سورگ کے لیے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ "سورگ" کا خیال بھی "بھوگ ایشوریہ" اور "اندریہ سکھوں" کا خیال تھا۔ یگوں میں "سوم پینے کا بھی رواج تھا (۲۔ ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۵۳) وغیرہ۔

گیتا ان سب ریت رواجوں سے اوپر اُٹھنے کا اپدیش دیتی ہے۔ گیتا اس طرح کے وہموں میں پڑے ہوئے لوگوں کو ناسمجھ کہتی ہے اور بتاتی ہے کہ ان سے لوگوں کی عقل ماری جاتی ہے (تیاپ ہرت چیتسام (۲: ۴۲ سے ۴۴)۔

ویدوں کا کرم کانڈ لوگوں کو تینوں گنوں میں پھنسائے رکھتا ہے۔ آدمی کو ان تینوں سے اُوپر ہو جانا چاہیے۔ سمجھ دار آدمی کے لیے وید ویسے ہی فضول ہیں۔ جیسے اُس جگہ کنواں جہاں چاروں طرف پانی ہی پانی ہو (۲۔ ۴۵، ۴۶)۔ ویدوں کی اس طرح کی تعلیم سے لوگوں کی مَتی پھر جاتی ہے (شُرتی وپرتِپنّا بُدھی ۲۔ ۵۳)۔ اور جس آدمی کے دل میں سچے کرم یوگ کی یعنی دُنیا میں اپنا ٹھیک ٹھیک فرض پورا کرنے کی اچھا بھی پیدا ہو جاتی ہے اُسے پھر ویدوں کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی (۶۔ ۴۴)۔ ویدوں سے، یگیوں سے،

جپ تپ سے، اور ان تمام ریت رواجوں سے آدمی کو ایشور کے درشن نہیں مل سکتے" (۱۱۔ ۴۸، ۵۳)

گیتا اس بات کو بھی اچھی طرح بتاتی ہے کہ اصلی "یگیہ" اصلی "تپ" وغیرہ کسے کہتے ہیں۔ چوتھے ادھیائے میں اپنے زمانے کے طرح طرح کے یگیوں کو بیان کرنے کے بعد گیتا کہتی ہے کہ آدمی کو اپنے سب کام ہی یگیہ کے طور پر (۴۔ ۲۳) یعنی نسوارتھ بھاؤ سے اپنی خود غرضی کو الگ رکھ کر دوئی سے اوپر اٹھ کر کسی سے دشمنی نہ رکھتے ہوئے دوسروں کے بھلے کے لیئے اور "ایشور ارپن" ایشور کے لیے کرنے چاہئیں (۴۔ ۲۲، ۲۳، ۲۴ وغیرہ) یہی یگیہ ہے۔ سب سے بڑھ کر یگیہ وہ "گیان یگیہ" ہے جس سے آدمی سب کو اپنی آتما کے اندر اور سب کو ایشور کے اندر دیکھتا ہے (۴۔ ۳۵)۔ اس گیان سے بڑھ کر آتما کو پاک کرنے والی چیز اس دنیا میں دوسری نہیں ہے (۴۔ ۳۸)۔ ایسے ہی گیتا برہمچریہ (اپنے نفس پر قابو) اور اہنسا (کسی کو تکلیف نہ دینے) کو جسم کا تپ، سچی، پیاری اور ایسی بات کہنے کو جس سے کسی کا دل نہ دکھے اور جس سے دوسروں کا فائدہ ہو، زبان کا تپ اور اپنی اندریوں پر قابو، دل کو صاف اور شانت رکھنے کو "من کا تپ" بتاتی ہے (۱۷۔ ۱۴ سے ۱۶)۔

اندریوں کے سکھوں اور سورگ وغیرہ کی لالسا کو گیتا جگہ جگہ صاف شبدوں میں آتما کی ترقی میں رکاوٹ بتاتی ہے اور انھیں چھوڑ دینے کی ہدایت کرتی ہے۔ طرح طرح کے مذہبی ریت رواجوں کے بارے میں گیتا کی ایک اور رائے

بھی ہے۔ وہ یہ کہ کم سمجھ لوگ کسی طرح کے رواجوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے وشواش (یقین) کے سہارے نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ اگر اُن کے وشواش کو ہلا دینے سے ڈر ہو کہ وہ نیکی سے ہٹ جاویں گے تو سمجھ دار آدمی کو چاہیئے کہ ان کی بدھی کو ڈانواں ڈول نہ کرے (۳۔ ۲۶، ۲۹)۔

الگ الگ دیوتاؤں یا طاقتوں کی پوجا اور ایک ایشور کی پوجا کے الگ الگ طریقوں کے بارے میں گیتا کا خیال اور بھی زیادہ کھلا اور صاف ہے۔ گیتا ایشور کی بابت کہتی ہے کہ اس کا نہ کوئی شروع ہے نہ آخر، وہ سب میں رما ہوا اور سب سے الگ ہے، وہ سب کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے پر وہ خیال کی پہنچ سے بھی پرے ہے۔ نہ آدمی کا دماغ اس کی کلپنا کرسکتا ہے اور نہ اُس کی زبان اُسے بیان کرسکتی ہے، آدمی کے لیے اس طرح کے نرگُن ایشور کا دھیان کرسکنا کٹھن ہے (۱۲۔ ۳، ۴؛ ۵)۔ اس لیے آدمی اُس کی پوجا بندگی یا اُپاسنا صرف اس کے کسی ایک گُن یا صفت کو سامنے رکھ کر یا اس کے کسی ایک انش یا پہلو یا اُس کی کسی ایک طاقت کو لے کر ہی کرسکتا ہے عام طور پر الگ الگ دیوتاؤں کے نام پرمیشور ہی کی ایک ایک صفت یا طاقت کے نام ہیں۔ اس طرح سب دیوتاؤں کی الگ الگ کلپنا (تخیل) ایشور ہی کی انش کلپنا ہے اور دنیا کے سب اشٹ دیو یعنی معبود ایک پرمیشور ہی کے روپ ہیں۔ اس لیے کسی بھی دیوتا کی پوجا ایک طرح سے ایشور ہی کی پوجا ہے۔

اسلام سوائے ایک نرا کار اللہ کے کسی بھی دوسرے کی پوجا بند گی کو غلط مانتا ہی اور کڑائی کے ساتھ رد کرتا ہی۔ پر اُوپر کا خیال کچھ مسلمان صوفیوں کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہی۔ سترھویں صدی عیسوی میں شیخ محب اللہ الہ آبادی ایک مشہور صوفی فقیر ہوئے ہیں۔ ان کی اور دارا شکوہ کی خط کتابت فارسی میں چھپی ہوئی ہی جس میں شیخ محب اللہ نے 'لا الٰہ الا اللہ (نہیں ہی کوئی معبود سوائے اللہ کے) کا مطلب بتاتے ہوئے لکھا ہی:

"دنیا کے جتنے معبود ہیں سب اللہ ہی ہیں"۔ صوفی مت کی مشہور فارسی کتاب "گلشن راز" میں بھی لا الٰہ الا اللہ کے ٹھیک یہی معنی لیے گئے ہیں۔ اس طرح کے صوفی وِدوان ادویت یعنی وحدت الوجود کے ماننے والے تھے ان کی رائے میں اللہ ایک ہی، اس جیسا دوسرا کوئی نہیں اور دنیا کے سب معبود (اشٹ دیو) اسی ایک اللہ کے روپ ہیں، اسی لیے کسی بھی معبود کی پوجا ایک درجے تک اسی ایک اللہ کی پوجا ہی۔ ان صوفی ودوانوں کا خیال گیتا کے خیال سے بہت کچھ ملتا ہوا ہی۔ اسی طرح پوجا کے الگ الگ طریقوں کے بارے میں گیتا کا کہنا ہی کہ جو آدمی شردھا اور سچائی کے ساتھ جس طریقے سے بھی ایشور کی پوجا کرتا ہی ایشور اسی طریقے سے اس کی پوجا کو اپناتے ہیں۔

یے یتھا مام پرپدینتے تانست تھیو بھجامیہم
مم ورتما نو ورتنتے منشیاہ پارتھ سروشہ (۴-۱۱)

اس پر بھی دوسرے الگ الگ دیوتاؤں کی پوجا کو گیتا ایشور کی بے طریقے پوجا" (۹-۲۳) بتاتی ہے۔ دیوتاؤں کے اُپاسک دیوتاؤں کو پہنچتے ہیں۔ اور ایشور کے اُپاسک ایشور کو' (۹-۲۵)۔ اس لیے گیتا کی بار بار اور صاف شبدوں میں تعلیم ہے کہ اور سب دیوتاؤں وغیرہ کو چھوڑ کر صرف ایک ایشور ہی کی پوجا کرنی چاہیئے (۹-۲۷، ۳۴) اور۔" اور سب دھرموں کو چھوڑ کر صرف ایک ایشور کا ہی سہارا لینا چاہیے' وہی آدمی کو پاپوں سے بچا سکتا ہے" (۱۸-۶۶)
اس طرح گیتا اور قرآن دونوں صرف ایک ایشور کی پوجا کی ہی تعلیم دیتے ہیں۔

ورن بھید کو یعنی برہمن، چھتری، ویش اور شودر کے فرق کو گیتا بجائے جنم سے ماننے کے آدمی کے گُن، کام اور طبیعت کے مطابق مانتی ہے اور اس میں کسی کو اونچا یا نیچا نہیں مانتی۔ جس آدمی کو اپنی اندریوں پر قابو ہے۔ جس کا دل شانت ہے اور جس کی طبیعت گیان اور علم کی طرف جاتی ہے' اُسے اسی طرح کے کاموں میں لگنا چاہیے اور اُسے برہمن کہنا چاہیئے۔ جس میں بہادری' حکومت کرنے اور انتظام کرنے کی طاقت ہے۔ اُسے کشتری کہنا چاہیے' کسان اور بیوپاری کو ویش اور صرف دوسروں کی سیوا چاکری میں لگے ہوئے لوگوں کو شودر (۱۸-۴۲ سے ۴۴)۔ نہ اس کا جنم یا خاندان سے کوئی واسطہ ہے اور نہ کسی خاص مذہب کے لوگوں سے۔ یہ چار طرح کے آدمی ہر دیس اور ہر مذہب میں ہوتے ہیں یعنی اگر گیتا کی بات مانی جاوے تو ہندوستان میں

لاکھوں نوکری اور مزدوری کرنے والے برہموں کو چھتری یا شودر ماننا ہوگا" اور بمبئی کے بوہرے مسلمانوں کو ویش اور دین بندھو اینڈرورز، مولانا ابوالکلام جیسے ہزاروں غیر ہندوؤں کو برہمن۔

درشن شاستر یا فلسفے کی نگاہ سے اُن دنوں دو طرح کے خیال والوں کا زیادہ زور تھا۔ ایک کرم کے ماننے والے، جو ویدک کرم کانڈ اور ریت رواج کو پورا کرنے میں مُکتی (نجات) مانتے تھے اور دوسرے سانکھیہ کے ماننے والے جو دنیا کے کاموں سے الگ رہ کر سنیاس اور تیاگ کے ذریعہ مُکتی مانتے تھے گیتا نے ان دونوں کے اوپری ریت رواجوں کو فضول بتاتے ہوئے دونوں کی اصلیت کا بڑا اچھا میل یا سمنوئے کیا ہے اور دونوں کو ایک بتایا ہے (۵۔۴، ۵)۔ گیتا کہتی ہے کہ آگ کو ہاتھ نہ لگانے والا آدمی یا اسی طرح کی سنیاس کی دوسری اوپری باتوں میں پھنسا ہوا آدمی سچا سنیاسی نہیں ہے اور نہ اپنی خواہشوں کا غلام یا رسم رواجوں میں پھنسا ہوا آدمی کرم یوگی ہے، جو اپنے سوارتھ یا خود غرضی کو الگ رکھ کر دوئی سے اوپر اٹھ کر کسی سے دشمنی نہ کرتا ہوا دنیا کے لوگوں کی طرف اپنے سب فرضوں کو پورا کرتا ہے، وہی سچا سنیاسی ہے اور وہی کرم یوگی ہے۔ (۵۔۳، ۶۔۱)۔

گیتا جس چیز کو اصلی دھرم اور سب آدمیوں کے لیے ایک برابر دھرم مانتی ہے اور جس چیز پر بار بار اور طرح طرح سے زور دیتی ہے وہ یہ ہے "اپنے آپ پر قابو پا کر، اپنی اندریوں کو جیت کر" (۲۔۴۰)، دوئی سے اوپر اٹھ کر (نردوندر)،

اپنے نجی، سکھ دکھ، نفع نقصان کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے" (۲-۳۸)۔ "سب دنیا کا بھلا چاہتے ہوئے" (۳-۲۵)۔ "کسی سے دشمنی یا بیر نہ رکھتے ہوئے" (۱۱-۵۵)۔ سب کے بھلے کے کاموں میں لگے ہوئے (۵-۲۵؛ ۱۲-۴) دوسروں کی طرف اپنے "فرضوں کو فرض سمجھ کر" پورا کرتا ہے (۱۸-۹) وہی دھرماتما ہے۔ گیتا کہتی ہے۔ نرک کے تین دروازے ہیں = کام، کرودھ اور لوبھ (۱۶-۲۱)۔ دنیا کے سب آدمیوں کے لیے یہی گیتا دھرم کا سار ہے۔ اسی کو گیتا ایشور کی سچی بھگتی بتاتی ہے۔ (۱۲-۱۳ سے ۲۰)۔ گیتا کہتی ہے کہ "ایشور کو سب سے زیادہ پیارا وہ آدمی ہے جس سے دنیا میں کوئی آدمی نہ ڈرتا ہو۔ اور نہ جسے خود کسی سے کسی طرح کا ڈر ہو" (۱۲-۱۵) اس کے خلاف "اپنے سوارتھ کے لیے" گھمنڈ یا خودی کے اثر میں آدمی اگر محنت بھی کرے، تپ کرے اور تکلیفیں اٹھاوے تو اس کے یہ سب کام بھی شیطانی ہیں اور ایشور ایسے آدمیوں سے خوش نہیں ہوتا۔" (۱۶، ۵، ۶)۔ اس طرح اپنی خودی کو مار کر دوسروں کی طرف اپنے فرضوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے، سب کی بھلائی کرتے ہوئے ہی آدمی سچے گیان کو پا سکتا ہے" سچا گیان یہی ہے کہ آدمی "سب کو اپنی طرح" (۵-۷؛ ۶-۳۲)؛ "اپنے اندر سب کو" (۶-۲۹) "سب کو ایشور کے اندر" اور "سب کے اندر ایک ایشور کو" (۶-۳۰، ۳۱) دیکھے۔ صرف اس طرح "آتم سنیم" اور "دوسروں کی سیوا" کے ذریعہ ہی آدمی "اپنی آتما کو پاک کرتے کرتے" آتما کی اصلی ترقی کے راستے پر قدم بڑھا سکتا ہے اور پھر "اپنے اندر"

اور "سب کے اندر" اس پرماتما کا ساکشات کرکے' اُس کا دیدار حاصل کرکے جو سب جیوتیوں کی جیوتی ہی (۱۳-۱۷) اور سب کے دلوں میں بیٹھا ہی (۱۵-۱۵) مکتی حاصل کرسکتا ہی (۳-۱۹؛ ۵-۱۶؛ ۱۷، ۳۰)- یہی گیتا دھرم کا نچوڑ ہی-

• ۱۷ -

ہندوؤں میں بہت سی گیتائیں ہیں جیسے رام گیتا' شیو گیتا' اشٹا وکر گیتا وغیرہ۔ "گیتا" کے معنی ہیں کوئی چیز جو گا کر یا لے کے ساتھ کہی گئی ہو۔ پر گیتا لفظ سے عام طور پر بھگوت گیتا ہی کا مطلب لیا جاتا ہے۔

"قرآن" کے معنی ہیں وہ چیز جو پڑھی گئی ہو یا اعلان کی گئی ہو۔ خود قرآن کے اندر قرآن کے ہر الگ الگ حصے کو اور ایسے ہی قرآن سے پہلے کی مذہبی کتابوں کو بھی "قرآن" کہا گیا ہے۔ مولانا رومی کی مشہور کتاب "مثنوی" فارسی زبان میں قرآن کہی جاتی ہے۔

گیتا میں بھی گیتا کے ہر الگ الگ حصے کو گیتا ہی نام دیا گیا ہے۔

شری کرشن نے اکثر بانسری کی لے سے نصیحت کی ہے۔ مولانا رومی نے بانسری ہی کے ذکر سے مثنوی کو شروع کیا ہے اور اپنی کتاب کو اللہ کی بانسری کی آواز بتایا ہے۔

حق یہ ہے کہ ایک ہی حقیقت کی آواز ساری دنیا میں گونج رہی ہے۔ گیتا ہندوستان کا قرآن ہے اور قرآن عرب کی گیتا۔

خوب اللہ شاہ قلندر

رام اور رحیم

(۱)

تم رام کہو وہ رحیم کہیں، دونوں کی غرض اللہ سے ہے
تم دین کہو وہ دھرم کہیں، منشا تو اُسی کی راہ سے ہے
تم عشق کہو وہ پریم کہیں، مطلب تو اُسی کی چاہ سے ہے
وہ یوگی ہوں تم سالک ہو، مقصود دل آگاہ سے ہے
کیوں لڑتا ہے مورکھ بندے! یہہ تیری خام خیالی ہے
ہے پیڑ کی جڑ تو ایک وہی، ہر مذہب ایک ایک ڈالی ہے

(۲)

بنواؤ شوالہ یا مسجد، ہے اینٹ وہی چونا ہے وہی
معمار وہی مزدور وہی، مٹی ہے وہی گارا ہے وہی
تکبیر کا جو کچھہ مطلب ہے، ناقوس کا بھی منشا ہے وہی
تم جن کو نمازیں کہتے ہو، ہندو کے لئے پوجا ہے وہی
پھر لڑنے سے کیا حاصل ہے، ذی فہم ہو تم نادان نہیں
جو بھائی پہ دوڑیں غرا کر، وہ ہوسکتے انسان نہیں

(۳)

کیا قتل و غارت خونریزی، تعریف یہی ایمان کی ہے
کیا آپس میں لڑ کر مرنا، تعلیم یہی قرآن کی ہے
انصاف کرو تفسیر یہی کیا ویدوں کے فرمان کی ہے
کیا سچ مچ یہہ خوں خواری ہی اعلیٰ خصلت انسان کی ہے
تم ایسے برے اعمال پہ اپنے، کچھہ تو خدا سے شرم کرو
پتھر جو بنا رکھا ہے سعید اس دل کو ذرا تو نرم کرو

قرآن

" اللہ ہی نے یہ کتاب (قرآن) تمہارے (محمدؐ صاحب کے) گھٹ میں اُتاری ہے۔ اس کی کچھ آیتیں " محکمات " یعنی پکّے اور صاف صاف حکم ہیں، وے ہی اس کتاب کی جڑ بنیاد ہیں، باقی آیتیں " متشابہات " یعنی مثال یا اُپما کے طور پر ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھاپن ہے وے قرآن کے اُسی حصے پر چلتے ہیں جو مثال کے طور پر کہا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ فتنہ اور جھگڑا کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور اس کا من گھڑنت مطلب لگاتے ہیں، لیکن اُس کا مطلب سوائے اللہ کے اور اُن لوگوں کے اور کوئی نہیں جانتا جو پکّے گیانی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس سب کو مانتے ہیں۔ یہ ہمارے رب کی دین ہے۔ دُور کے سوچنے والے ہی اس بات کی پرواہ کرتے ہیں۔"
(قرآن، ۳-۶)۔

قرآن

اسلام کے پیغمبر حضرت محمدؐ کی آتما دنیا کی بڑی سے بڑی کھوجی آتماؤں میں سے تھی۔ برسوں کی تپسیا (ریاضت) اکانت (گوشہ نشینی) اور لمبے لمبے اُپواسوں (روزوں) کے بعد عرب کی اُس زمانے کی گری ہوئی اور دردناک حالت میں ایشور نے انھیں اُن کے دیش اور تمام دنیا کے بھلے کا راستہ دکھایا۔ اپنے دھرم کا پرچار شروع کرنے سے پہلے محمدؐ صاحب کی عمر ۴۰ سال کی ہو چکی تھی۔ ۶۳ برس کی عمر میں وہ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اِن ۲۳ برس کے اندر جب جب محمدؐ صاحب کے سامنے کوئی خاص روحانی مشکل آتی تھی اور راستہ نہ سوجھتا تھا تب تب وے عام طور پر رو رو کر اپنے خدا سے روشنی کی پرارتھنا کرتے تھے۔ اُن کا بدن اکثر تھر تھر کانپنے لگتا تھا۔ کبھی کبھی وہ چادر لپیٹ کر لیٹ رہتے تھے۔ آنسوؤں اور پسینے سے اُن کی چادر تر ہو جاتی تھی کبھی کبھی کئی دن تک بنا دانے اور پانی کے وہ اسی طرح پڑے رہتے تھے۔ آخر میں وہ اٹھتے تھے، جو شبد اُس وقت اُن کے منھ سے نکلتے تھے، انھیں وہ اپنے ایشور کا حکم بتاتے تھے۔ ۲۳ بر

کے اندر اس طرح وقت وقت پر اور دوسرے خاص موقعوں پر محمدؐ صاحب کے مُنھ سے نکلی ہوئی چیزوں کے مجموعے (سنگرہ) کا نام ہی "قرآن" ہے۔

قرآن شبد "قرا" سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں اعلان کرنا یا پڑھنا۔ سنسکرت "کرند" انگریزی "کرائی" اور عربی "قرا" تینوں اصل میں ایک ہی شبد ہیں۔ قرآن کے لفظی معنی ہیں وہ چیز جو اعلان کی جائے یا جو پڑھی جائے۔ رواجی معنی ہیں۔ دھرم کی کتاب۔

اسلام سے پہلے یہودی اپنی مذہبی کتاب کو "قراہ" کہا کرتے تھے۔ یہودیوں کی زبان عبرانی اور عربوں کی عربی دونوں ایک دوسرے سے بہت ملتی ہیں۔ "قرآن" اور "قراہ" کے بھی ایک ہی معنی ہیں۔ خود قرآن کے اندر اپنے سے پہلے کی مذہبی کتابوں کو بھی "قرآن" نام دیا گیا ہے۔ (۱۵-۸۰، ۹)۔

محمدؐ صاحب کی باقی سب نصیحتیں، کہاوتیں اور ان کی وقت وقت کی اور سب روایتیں "حدیث" کہلاتی ہیں اور الہامی یعنی الشوریہ نہیں مانی جاتیں۔

اس طرح ۲۳ برس کے اندر قرآن کے جو حصے الگ الگ وقتوں میں اُترتے یا ظاہر ہوتے رہے انھیں لوگ اُسی وقت، محمدؐ صاحب کے حکم سے الگ الگ تاڑ کے پتوں، چمڑے کے ٹکڑوں یا ہڈی یا پتھر کی سلیٹوں پر لکھتے رہے۔ کوئی کوئی انھیں پڑھنے کے لیے لے جاتے تھے۔ بہتوں کو وہ زبانی

یاد ہو گئے تھے۔ آخر میں یہ تار پتر، چمڑے کے ٹکڑے وغیرہ لکڑی کے ایک بکس کے اندر بنا کسی خاص ترتیب کے رکھ دیے جاتے تھے۔ مجموعہ بڑھتا چلا گیا۔ کچھ حصے محمدؐ صاحب ہی کے زمانے میں اور اُن کے حکم سے الگ الگ سوروں یعنی ادھیاؤں میں بٹ گئے۔

قرآن میں اِس بات کا بھی ذکر ہے کہ "اللہ جس آیت کو چاہتا ہے منسوخ (رد) کر دیتا ہے یا لوگوں کی یاد سے مٹا دیتا ہے اور اُس کی جگہ ویسی ہی دوسری آیت یا اس سے بہتر دوسری آیت قائم کر دیتا ہے۔ یعنی اللہ سب چیزوں پر قادر یعنی سمرتھ ہے" (۲- ۱۰۶)۔ ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ اللہ ایک آیت کو دوسری آیت سے بدل دیتا ہے اور اللہ ہی سب سے اچھا جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرتا ہے (حکم اتارتا ہے)" (۱۶- ۱۰۱)۔

اس طرح کہا جاتا ہے کہ "ساٹھ آیتیں محمد صاحب کی زندگی میں ہی منسوخ کر دی گئی تھیں اور کچھ آیتیں جن کا اب موقع نہیں رہا تھا بعد کے زمانے میں منسوخ سمجھی جانے لگیں*"

"آیت" کا قرآن میں قریب قریب وہی مطلب ہے جو ویدوں میں "رچا" کا۔

* THE WISDOM OF THE QURAN, BY MAHAMUD MUHTAR PASHA, INTRODUCTION, P. 45

محمدؐ صاحب کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ نے ان سب ٹکڑوں کو نکال کر جو اُس وقت موجود تھے اور کچھ اور حصّوں کی مدد سے جو لوگوں کو زبانی یاد تھے پہلی بار ۱۱۴ سُوروں میں ایک باضابطہ مجموعہ تیار کرایا اور اسے محمدؐ صاحب کی بیوہ حفصہ کے پاس سنبھال کر رکھوا دیا۔

پر ان الگ الگ حصوں کی کچھ نقلیں دوسرے لوگوں کے پاس بھی موجود تھیں۔ جن لوگوں کو کچھ حصّے زبانی یاد تھے انھوں نے اپنی یاد سے وہ حصّے لکھ رکھے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس پندرہ برس کے اندر ہی کئی الگ الگ قرآن تھے، مدینے اور عراق میں چل پڑے، جن میں ایک دوسرے سے کہیں کہیں کافی فرق تھا۔ آخر میں محمدؐ صاحب کے قریب بیس برس بعد تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کی اس کاپی کو جسے حضرت ابوبکرؓ نے ترتیب دی تھی مستند (پرمانک) اعلان کیا، اُس کی نقلیں کرا کر سب صوبوں میں بھجوا دیں اور جتنی دوسری کاپیاں یا نسخے اِدھر اُدھر چل پڑے تھے ان سب کو منگوا کر جلوا دیا تاکہ ایک ہی قرآن پکا اور ٹھیک مانا جاوے اور پھر کبھی اس میں کوئی ہیر پھیر نہ کیا جا سکے۔ قرآن کی ٹھیک وہی ترتیب آج تک دنیا میں چلتی ہے۔

اس پر بھی آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد سات طرح کے قرآن ملتے ہیں۔ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ کسی میں جسے ایک آیت مان لیا گیا ہے اسی کو دوسرے میں دو حصّے کر کے دو آیتیں مانا گیا ہے۔ اس سے آیتوں کی کل تعداد

میں فرق ہو جاتا ہے۔ اِن میں سے ایک قرآن میں کل آیتوں کی تعداد ۶۰۰۰ ہے۔ دو میں ۶۲۱۴ ہے۔ ایک میں ۶۲۱۹ ہے، ایک میں ۶۲۳۶ ہے۔ ایک میں ۶۲۲۶ اور ایک میں ۶۲۲۵ ہے۔ لیکن مضمون سب میں ٹھیک وہی ہے۔ شبدوں کی تعداد بھی سب میں برابر بتائی جاتی ہے۔

اس پر بھی جس شکل میں قرآن اب ہمارے سامنے ہے اس میں ایک بہت بڑی مشکل یہ ہے کہ اُس کے الگ الگ حصے اُس ترتیب میں نہیں ہیں جس ترتیب میں وہ نازل ہوئے یعنی اُترے۔ بعد کے سورے شروع میں اور شروع کے سورے بعد میں ہیں اور کبھی کبھی ایک ہی سورۃ کے اندر بعد کی آیتیں پہلے اور پہلے کی آیتیں بعد میں آتی ہیں۔ کون سی آیت کب، کس موقعہ پر اور کن حالتوں میں اُتری یعنی کون حکم کب دیا گیا اس کا پتہ بھی آیتوں سے لگنا بہت مشکل ہے۔ زیادہ تر آیتوں کے بارے میں یہ طے ہو چکا ہے کہ کون سی کب اور کس موقعہ پر اُتری لیکن بہت سی آیتوں کے بارے میں تو اِس بات میں بڑے سے بڑے مسلمان عالموں کی رائے میں بھی فرق ہے۔ اس لیے قرآن کی آیتوں کی آج کل کی ترتیب کی وجہ سے قرآن کے معمولی پڑھنے والے کو بڑی دقت اٹھانی پڑتی ہے۔ جو لوگ عربی بھاشا جانتے ہیں اور اس کا رس لے سکتے ہیں، یا جو بغیر مطلب سمجھنے کی پرواہ کیے صرف شردھا کے ساتھ قرآن پڑھ لیتے ہیں، اُن کی بات الگ ہے۔ لیکن جو دوسرے لوگ قرآن کے مطلب کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا چاہتے ہیں اُن کے لیے اصل

قرآن سے یا اُس کے اسی ترتیب میں ترجمے سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا۔ الگ الگ مضمونوں پر قرآن کی الگ الگ چنی ہوئی آیتوں سے ایسے لوگوں کو قرآن کا مطلب سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔

قرآن کی زبان

عربی کے دیشی اور ودیشی سب عالموں کی رائے ہے کہ قرآن کی زبان اونچے درجے کی بڑی سندر، رسیلی اور ایک طرح کی آزاد نظم یا سنسکرت کو یتا (پوئٹیک پروز) ہے۔ قرآن کے انگریزی ترجمہ کرنے والوں میں سب سے مشہور اور سب سے زیادہ عالم جارج سیل مانے جاتے ہیں۔ اُن کی رائے ہے کہ:-

"قرآن کا طرز (اس کی شیلی) عام طور پر سندر اور دریا کی طرح بہتی ہوئی ہے۔۔۔ ایک ایک آیت کے اندر بہت سی بات تھوڑے سے شبدوں میں کہی گئی ہے، یہاں تک کہ کہیں کہیں مطلب بھی اتنا صاف سمجھ میں نہیں آتا۔ بیچ بیچ میں زبان کی خوبصورتی کو بڑھانے والی ایشیائی ڈھنگ کی اونچے درجے کی تشبیہیں یعنی اُپمائیں ہیں، چبھتے اور چمکتے ہوئے جملوں نے زبان میں اور بھی جان ڈال دی ہے۔ بہت جگہ پر خاص طور سے جہاں اللہ کی تعریف اور اس کے گن بیان کیے گئے ہیں، زبان بہت ہی اونچی، بڑھیا اور شاندار ہے۔

قرآن کی قرأت یعنی پاٹھ کرنے کے قریب قریب اسی طرح بہت سے الگ الگ ڈھنگ مسلم ودوانوں میں جاری ہیں جس طرح وید پاٹھ کے ہندو پنڈتوں میں۔*

* SALES PRELIMINARY DISCOURSE, P. 44

محمدؐ صاحب سے پہلے کے عرب

الگ الگ مضمونوں پر قرآن کی خاص خاص آیتیں آگے جمع کر دی گئی ہیں امید ہی یہ طریقہ قرآن کا مطلب سمجھنے کی اچھا رکھنے والوں کے لیئے زیادہ آسان ہوگا۔ ان آیتوں کے علاوہ قرآن کے بہت بڑے حصے میں بہت سی پچھلی قوموں کا ذکر ہی جو الگ الگ زمانوں میں دھرم اور نیک چلنی سے بھٹک کر طرح طرح کے پاپوں میں پڑگئیں اور جنھیں اس کے برے نتیجے بھوگنے پڑے۔ کچھ اور اس طرح کے حکم یا ہدایتیں بھی ہیں جو کسی خاص موقعہ پر یا خاص حالت میں اُس وقت کے لوگوں کو دی گئی تھیں۔

قرآن کو سمجھنے کے لیئے یہ بھی ضروری ہی کہ اس وقت کے عربوں کی حالت کی ایک چھوٹی سی تصویر ہماری نظروں کے سامنے ہو۔

محمدؐ صاحب کے جنم کے وقت عرب قوم ہزاروں چھوٹے بڑے قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ان قبیلوں میں آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ہر قبیلہ اپنی جگہ اپنے کو پوری طرح آزاد سمجھتا تھا۔ ہر ایک قبیلے کا اپنا ایک دیوتا تھا جسے اس قبیلے کے لوگ پوجتے تھے۔ کوئی دیوتا لکڑی کا، کوئی پتھر کا اور کوئی گوندھے ہوئے آٹے کا۔ کوئی دیوتا مرد یا عورت کی شکل کا تھا۔ کوئی کسی جانور کی شکل کا، کوئی درخت کی صورت کا اور کوئی بالکل اَن گڑھ۔ بہت سے لوگ کئی کئی دیوی دیوتاؤں کو بھی پوجتے تھے۔ لیکن زیادہ تر عربوں میں سب کے مالک "ایک خدا" کا خیال تک نہ تھا اور نہ اُن کا کوئی

ایک دھرم تھا۔ ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک دھاگے میں باندھنے والی کوئی طاقت نہ تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ ملک کے ایک بہت بڑے حصے پر باہر کی قوموں کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ اُتر میں روم کے عیسائی شہنشاہ کی حکومت تھی، پورب میں ایران کے خسرو کی اور دکھن اور پچھم میں اتھوپیا کے عیسائی شہنشاہ کی۔ اس طرح عرب کا آدھے سے زیادہ حصہ دوسروں کے ماتحت تھا۔

بدچلنی کی یہ حالت تھی کہ شراب پی پی کر اکثر عربوں کی موتیں ہوتی رہتی تھیں۔ شراب کے ساتھ ساتھ جوا چلتا تھا اور اس درجے بڑھا ہوا تھا کہ بہت سے عرب اپنا سارا مال اسباب جوے میں ہار کر آخر میں اپنے تن کی بازی لگا دیتے تھے اور جب ہار جاتے تو باقی زندگی جیتنے والے کے غلام بن کر رہنا منظور کر لیتے تھے۔

غلاموں کے ساتھ بالکل جانوروں کا سا برتاؤ ہوتا تھا۔ جانوروں ہی کی طرح وہ بازاروں میں بیچے اور خریدے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ننھے ننھے بچے زبردستی ماؤں سے الگ کر کے بیچ ڈالے جاتے تھے۔ ماں کسی کے ہاتھ اور بچہ کسی کے۔ کسی بھی غلام کو مار ڈالنے کی کوئی سزا نہ تھی۔ غلام عورتوں کے ساتھ بدچلنی جائز سمجھی جاتی تھی اور کبھی کبھی اُن کے مالک اُن سے پیشہ کرا کر پیسہ کماتے تھے۔

عرب لوگ اپنی بدچلنیوں کا گھمنڈ کے ساتھ کھلے سب کے سامنے

بکھان کرتے تھے۔

عورتوں کے ساتھ بھی عام طور پر بہت ہی بُرا برتاؤ ہوتا تھا۔ اُن کے کوئی کسی طرح کے حق نہ مانے جاتے تھے۔ مرد جتنی چاہے شادیاں کر سکتا تھا اور جب چاہے اپنی جس عورت کو طلاق دے سکتا یعنی چھوڑ سکتا تھا۔ ایک عورت کے کئی کئی پتی (خاوند) کا بھی رواج تھا۔ کبھی کبھی ہفتے کے سات دن اس طرح بٹے ہوئے تھے کہ ایک ہی عورت کے الگ الگ دنوں کے لیئے الگ الگ پتی بندھے ہوئے تھے' اتوار کے لیئے الگ' سوموار کے لیئے اور منگل کے لیے الگ۔ باپ کے مرنے پر اُس کی جتنی بیویاں ہوتی تھیں وہ سب اُس کے بڑے بیٹے کی بیویاں سمجھی جانے لگتی تھیں۔ یعنی سوائے اُس ایک ماں کے جس نے اپنے پیٹ سے کسی کو جنم دیا ہو' یا اس عورت کے جس کا کسی نے دودھ پیا ہو؛ اور کوئی رشتہ عرب میں پاک نہ سمجھا جاتا تھا۔

عام طور پر عرب کسی کو اپنا داماد بنانا بڑی ہیٹی یعنی بے عزتی کی بات سمجھتے تھے۔ کہیں کہیں تو لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی گڑھے میں گاڑ دیا جاتا تھا اور کہیں کہیں اُن کی عمر ۵ و ۶ برس کی ہونے پر انھیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

کچھ لوگوں میں جو خاص کر لین دین اور تجارت کا کام کرتے تھے' سُود خوری کا رواج بھی بہت بڑھا ہوا تھا۔

بہادری، مہمان نوازی، بات کا دھنی ہونا وغیرہ کئی اچھی باتیں بھی اُن میں تھیں۔ لیکن اِن گنوں کے ہوتے ہوئے بھی اوپر کی شرمناک بُرائیوں کی وجہ سے اُن دنوں عربوں کی حالت خاصی نازک اور خطرناک تھی۔ اِس طرح کے دیش اور اس طرح کے لوگوں میں حضرت محمدؐ اور قرآن نے جنم لیا۔ قرآن کے اپدیشوں کو سمجھنے کے لیئے عربوں کی اُن دنوں کی حالت کو اپنے سامنے رکھنا ضروری ہے۔

قرآن کا اثر

قرآن کے اپدیشوں نے عربوں کی اِن زہریلی برائیوں میں سے بہت سی برائیوں کو جیسے شراب خواری، جوا، سود خوری اور لڑکیوں کو مار ڈالنا جڑ سے مٹا دیا۔ سیکڑوں اور ہزاروں الگ الگ دیوی دیوتاؤں کے پوجنے والوں کو اپنے اُن الگ الگ دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک نِرا کار ایشور ایک اللہ تعالیٰ کی پوجا کرنا سکھا دیا، ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک کر کے اُن سب کی ایک عرب قوم بنا دی، ساری قوم کے چلن اور رہن سہن کو پاک اور اونچا کر دیا، ان میں علم اور گیان کی چاہ پیدا کر دی، ملک کے ان سب ٹکڑوں کو جو الگ الگ ودیشی طاقتوں کے ماتحت تھے آزاد کر کے سارے دیش پر ایک آزاد اور خود مختار عرب حکومت قائم کر دی۔ یہ سب کام ۲۳ سال کے اندر اندر پورا ہو گیا۔

محمدؐ صاحب کے مرنے کے سو برس کے اندر اندر عرب کا یہ نیا مذہب چین کی دیوار سے لے کر اٹلانٹک سمندر تک، ایشیا، افریقہ اور یورپ، تینوں میں پھیل گیا۔ تمام پچھمی ایشیا، اُتری افریقہ اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہو گئی اور طرح طرح کے علموں اور ہنروں میں اُن دنوں کے عرب دنیا کی سب سے بڑی چڑھی قوم مانے جانے لگے۔

آج دنیا میں تیس کروڑ سے زیادہ آدمی قرآن کے مذہب کے ماننے والے ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ اس کتاب سے اپنی زندگی کے لئے سبق اور دھرم کا راستہ نہ سیکھتے ہوں۔

قرآن کے اس اثر اور تیرہ سو برس کے اُس کے نتیجوں کو موٹے طور پر بیان کرتے ہوئے ایک یورپین لیکھک لکھتا ہے:-

"IF A BOOK IS TO BE GAUGED BY ITS NETT RESULTS BY THE EFFECT IT HAS PRODUCED ON ALL THAT IS DEEPEST AND BEST IN HUMAN NATURE THEN THE QURAN MUST NECESSARILY TAKE HIGH RANK AS ONE OF THE WORLD'S GREATEST WORKS *

"اگر کسی کتاب کی قیمت کا اندازہ اس کے نقد نتیجوں سے لگایا جا سکتا ہے یعنی اس بات سے کہ آدمی کے سوبھاو کے گہرے سے گہرے اور اچھے سے اچھے پہلوؤں

---

* ISLAM' BY MAJER ARTHUR GLYN LEONARD, PP. 105, 106.

پر اس کا کیا اثر پڑا۔ تو ضروری ہے کہ قرآن کو دنیا کی بڑی سے بڑی اور اونچی سے اونچی کتابوں میں گنا جاوے"۔

کچھ سال ہوئے یورپ کے ایک مشہور ماہواری رسالے نے پچھمی یونیورسٹیوں کے سیکڑوں بڑے بڑے پروفیسروں اور ودوانوں سے پرارتھنا کی تھی کہ وہ اپنی اپنی رائے میں دنیا کی سو بڑی سے بڑی کتابوں کی فہرست نمبروار تیار کرکے رسالے کے ایڈیٹر کے پاس بھیج دیں۔ یورپ کے ودوانوں کے جو سیکڑوں جواب آئے اُن کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی کتابوں میں اُنھوں نے پہلی جگہ حضرت عیسیٰؑ سے ایک ہزار سال پہلے کی لکھی ہوئی مشہور یونانی کتاب "الیڈ" کو اور دوسری جگہ اُس کے ڈیڑھ ہزار سال بعد کی لکھی "قرآن مجید" کو دی۔ اور یہ اُس صورت میں جبکہ کُل رائے دینے والے یورپین عالموں میں سے بہت ہی کم ہوں گے جنھوں نے قرآن کو اصل عربی میں پڑھا ہو۔

قرآن اور اُس کی تعلیم

الفاتحہ

قرآن کی سب سے پہلی سورت یعنی سب سے پہلے ادھیائے کا نام "الفاتحہ" ہے۔ قرآن کے اندر اس سورۃ کو "قرآن العظیم" (۱۵-۸۷) یعنی "بڑا قرآن" کہا گیا ہے۔ جس طرح پوری کتاب کو قرآن کہا جاتا ہے اسی طرح قرآن کے ہر حصے کو بھی الگ الگ قرآن کہا جاتا ہے۔ خود محمد صاحب اس سورت کو "ام القرآن" (قرآن کی ماں) کہا کرتے تھے۔* اس سورۃ کو عام طور پر سارے قرآن کا نچوڑ یا سب کا سب مانا جاتا ہے اور ہر مسلمان اپنی نمازوں اور دعاؤں میں اسے بار بار دہراتا ہے۔

"الفاتحہ" کے معنی "کھلنا" یا "شروع" ہیں۔ سورۃ الفاتحہ یہ ہے:-

"اُس اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم یعنی مہر کرنے والا اور دیا کرنے والا ہے"

"تعریف اُس اللہ کی جو ساری دنیا کا رب یعنی پالنے والا ہے"

"جو رحمٰن اور رحیم ہے"

"جو اُس دن کا مالک ہے جس دن سب کو اپنے کیے کے پھل بھوگنے

---

* بخاری۔

ہوں گے ؛

"اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت (پوجا) کرتے ہیں اور تیرا ہی سہارا ڈھونڈتے ہیں؛

"تو ہمیں سیدھے راستے پر لے چل ؛*

"جو اُن لوگوں کا راستہ ہے جنھیں تو نے نعمتیں یعنی برکتیں دے رکھی ہیں؛

"اُن لوگوں کا نہیں جن سے تو ناراض ہے اور جو راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں"
(۱-۱ سے ۷)۔

اسلام کے بُنیادی اصول

"کہہ دو کہ اللہ ایک ہے، باقی سب اُسی کے سہارے ہیں۔ نہ وہ کبھی جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے۔ اس کے جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے" (۱۱۲-۱ سے ۴)۔

"یہ کتاب (قرآن) جس میں کوئی شک نہیں، ان لوگوں کے لیئے جو برائی سے بچنا چاہتے ہیں راستہ دکھانے والی ہے"

"جو غیب یعنی پرلوک میں یقین کرتے ہیں، جو اللہ سے دعا مانگتے رہتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انھیں دیا ہے اُس میں سے ضرورت مندوں کو دان دیتے رہتے ہیں؛

"اور جو اُس علم اور ہدایت پر یقین کرتے ہیں جو تم کو اللہ سے ملی ہے اور جو

---

* سپتھا اسگنے نیہ - رگ وید

کچھ محمدؐ سے پہلے اللہ نے دوسروں کو یعنی دوسرے پیغمبروں اور رسولوں کو دیا ہے اس سب پر بھی یقین کرتے ہیں اور جو آخرت یعنی مرنے کے بعد کی زندگی میں یقین رکھتے ہیں؛

"یہ لوگ ہی اپنے پالن ہار کی طرف سے ٹھیک راستے پر ہیں اور یہ لوگ ہی فلاح یعنی کلیان پائیں گے" (۲۔ ۲ سے ۵)۔

اللہ اور اُس کی تعریف

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمانوں اور زمین کے سب رہنے والے یہاں تک کہ اُڑتی ہوئی چڑیاں بھی اسی اللہ کی تعریف کرتی ہیں؟ وہ سب کی دعا اور سب کی استتی (حمد) کو سنتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب جانتا ہے؛

"اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور آخر میں سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے؛

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ بادلوں کو اُڑا کر لے جاتا ہے پھر انھیں اکٹھا کرتا ہے اور جمع کرتا ہے یہاں تک کہ اُن سے مینہ برستا ہوا دکھائی دیتا ہے؟ وہ پہاڑ جیسے بادلوں کو بھیجتا ہے جن سے اولے گرتے ہیں۔ جنھیں چاہتا ہے انھیں اُن اولوں سے نقصان پہنچاتا ہے اور جنھیں چاہتا ہے نہیں پہنچاتا۔ اُس کی بجلی کی دمک آنکھ کو چکاچوند کر دیتی ہے؛

"اللہ ہی رات سے دن اور دن سے رات کرتا ہے۔ سچ مچ جو لوگ دیکھ سکتے ہیں انھیں اُس سے کافی سبق مل سکتا ہے؛

"اللہ نے پانی سے سب جانداروں کو بنایا ہے' ان میں سے کچھ پیٹ کے بل رینگتے ہیں' کچھ دو پیروں پر چلتے ہیں' اور کچھ چار پیروں پر' اللہ جو چاہتا ہے بناتا ہے' بیشک وہ سب چیزوں پر سمرتھ یعنی قادر ہے" (۲۴ - ۴۱ سے ۴۵)۔

"وہی آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے ۔۔۔ اسی نے سب چیزوں کو بنایا ہے' وہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔

"وہ اللہ ہی تمھارا رب (پالنے والا) ہے' اس ایک کے سوائے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے* وہی سب چیزوں کا بنانے والا ہے' اس لیے اسی کی پوجا کرو۔ سب چیزیں اسی کے بس میں ہیں۔

"آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی پر وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے۔ وہ باریک سے باریک چیزوں کو جانتا ہے' وہ سب کچھ جانتا ہے" (۶ - ۱۰۲ سے ۱۰۳)۔

"اللہ وہ ہے جس کے سوائے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے' وہ ہمیشہ رہنے والا اور خود اپنے سے قائم یعنی انادی' اننت اور سویمبھو ہے اور جتنی چیزیں ہیں اسی سے قائم ہیں' نہ اسے کبھی نیند آتی ہے اور نہ سستی' جو کچھ آسمانوں اور زمین پر ہے سب اسی کا ہے۔ جب تک اس کا حکم نہ ہو کوئی اس کے کام میں دخل نہیں دے سکتا۔ وہ ہمارے آگے اور پیچھے کی سب چیزیں جانتا ہے اور ہم اس کے گیان کے بھنڈار سے صرف اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے' آسمان اور زمین سب اس کے گیان کے کشیتر یعنی اس کی معرفت کے میدان میں شامل

---

* ایکمیوادویتیم - وہ ایک ہی ہے دوسرا نہیں - اپنشد۔

ہیں وہ ان سب کو سنبھالے ہوئے ہے وہ کبھی تھکتا نہیں، وہ سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے۔" (۲-۲۵۵)۔

"اللہ کہتا ہے کہ جب کبھی میرے بندے تم سے میری بابتہ پوچھیں تو کہہ دو کہ میں سچ مچ ان کے بہت ہی پاس ہوں، جب بھی کوئی مجھ سے کسی طرح کی دعا یا التجا کرتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں، اس لیے لوگوں کو اللہ پر یقین کرنا چاہیے اور اللہ کا ہی حکم ماننا چاہیے تاکہ وہ ٹھیک ٹھیک راستہ چل سکیں۔" (۲-۱۸۶)۔

"سچ مچ اللہ ہی نے انسان کو بنایا ہے، انسان کے دل میں جو کچھ پیدا ہوتا ہے اللہ سب جانتا ہے اور آدمی کی گردن کی رگ (رگِ جان) سے بھی اللہ اس سے زیادہ نزدیک ہے۔" (۵۰-۱۶)۔

"آدمی پر جو کچھ مصیبت آتی ہے وہ سب آدمی کے اپنے ہی کاموں کی وجہ سے آتی ہے، پھر بھی اللہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔" (۴۲-۳۰)۔

"کہہ دو کہ اے اللہ کے بندو! جنھوں نے اپنی آتماؤں کے ساتھ بیاد تیاں کی ہیں اللہ کے رحم سے نراش (مایوس) نہ ہوں سچ مچ اللہ سب قصور معاف کر دیتا ہے۔ اللہ معاف کر دینے والا اور دیاوان ہے۔" (۳۹-۵۳)۔

"اللہ سب دیا کرنے والوں سے بڑھ کر دیا کرنے والا ہے۔" (۱۲-۹۲)۔

"جو لوگ بھول سے برائی کر جاتے ہیں، پھر پچھتاتے ہیں اور اپنے کو سدھارتے ہیں، سچ مچ اللہ انھیں معاف کر دیتا ہے اور ان پر رحم کرتا ہے۔" (۱۶-۱۱۹)۔

"جو کوئی بُرائی کرتا ہی یا اپنی آتما کے ساتھ ظلم کرتا ہی، لیکن پھر اللہ سے معافی مانگتا ہی، وہ اللہ کو معاف کر دینے والا اور دیاوان پائے گا۔"

"جو کوئی پاپ کرتا ہی، اپنی ہی آتما کے خلاف کرتا ہی اور اللہ سب جانتا اور سمجھتا ہی۔"

"اور جو کوئی قصور یا گناہ کرتا ہی اور پھر کسی دوسرے بے گناہ پر اُس کا جھوٹا الزام لگاتا ہی، وہ خود اپنے اوپر تہمت کا بوجھ لادتا ہی اور کھلا پاپ کرتا ہی" (۴۔ ۱۱۰ سے ۱۱۲)۔

"جو کوئی بُرائی کرنے کے بعد اُس پر پچھتاتا ہی اور آگے کے لیے اپنے کو سُدھارتا ہی، اللہ اُس پر سچ مچ رحم کرے گا۔ کیونکہ سچ مچ اللہ معاف کردینے والا اور رحم دل ہی" (۵۔ ۳۹)۔

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی اپنے پچھلے بُرے کاموں پر پچھتاتا ہی اور آئندہ کے لیئے بات مان لیتا ہی اور نیک کام کرتا ہی اور پھر ٹھیک راستے پر چلتا رہتا ہی، اللہ اُسے پوری طرح معاف کر دیتا ہی" (۲۰۔ ۸۲)

"اور لوگ تم سے کہتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے سے پہلے ابھی (اُن کے پاپوں کے بدلے میں) سزائیں دی جائیں اور اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو اپنے پاپوں کی وہ سزائیں بھگتنی پڑی ہیں جو دوسروں کے لیے ایک مثال ہیں۔ پر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمھارا رب انسانوں کو معاف کر دینے والا رب ہی، جو گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، اُن کے لیے بھی،

وہ اللہ معاف کر دینے والا ہی اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ بدلا لینے میں بھی تیز ہی" (۱۳-۶)۔

"اور اللہ معاف کر دینے والا اور پیار کرنے والا ہی" (۸۵-۱۴)۔

"اللہ حق یعنی ست ہی" (۲۲-۶۲)۔

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور یعنی روشنی ہی۔ اس کی نور کی مثال ایک ایسے کھمبے کی سی ہی جس پر ایک دیا جل رہا ہی، دیا ایک شیشے کے اندر ہی، وہ شیشہ ایک زور دل سے چمکتے ہوے تارے کی طرح ہی، وہ ایک۔ ایسے مبارک زیتون کے تیل سے جل رہا ہی جو نہ پورب کا ہی اور نہ پچھم کا جس کا تیل بنا آگ کے بھی روشنی دیتا ہی، اللہ نوروں کا بھی نور ہی * اللہ جسے چاہتا ہی اپنے نور کی طرف لے جاتا ہی اور اللہ لوگوں کو مثالوں سے تعلیم دیتا ہی اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہی" (۲۴-۳۵)۔

"جدھر بھی تم منہ کرو اُدھر ہی اللہ کا منہ ہی" ۹ (۲-۱۱۵)۔

"دھرتی کے اوپر جتنے درخت ہیں ان سب کے قلم بنا لیے جائیں اور سات سمندر مل کر سیاہی بن جائے اور اُن سے لکھا جائے تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ سچ مچ اللہ بڑا اور سب کچھ جاننے والا ہی" (۳۱-۲۷)۔

---

* جیوتشام پجیوتی ہی :- وہ روشنیوں کی بھی روشنی ہی۔ گیتا

۹ وشوتو مکھم :- اُس کے سب طرف منہ ہی۔ گیتا۔

"نرمی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے اور نیچی آواز میں صبح و شام اپنے اندر اپنے رب کو یاد کرو اور بے خبر مت ہو" (۷-۲۰۵)۔

"اور دن کے دونوں حصوں میں (صبح و شام) اور رات کے شروع کے گھنٹوں میں اللہ سے دعا مانگو۔ سچ مچ اچھے کاموں سے برے کام کٹ جاتے ہیں۔ جو لوگ خیال رکھتے ہیں، انھیں یاد دلانے کے لیے ہے۔

"اور صبر کرو یعنی دھیرج رکھو کیونکہ جو لوگ دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں، اُن کی نیکی کے پھل کو سچ مچ اللہ کبھی ضائع (نشٹ) نہیں ہونے دیتا" (۱۱-۱۱۴-۱۱۵)۔

سب انسان ایک قوم ہیں

"سب انسان ایک ہی واحد اُمت یعنی ایک ہی قوم ہیں" (۲-۲۱۳)

"اور تمام انسان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ سب ایک ہی واحد امت (ایک ہی قوم) ہیں" (۱۰-۱۹)۔

"سچ مچ تم سب انسانوں کی یہ ایک ہی قوم ہے* اور ایک ہی اللہ تم سب کا رب ہے۔ اس لیے سب اسی کی پوجا عبادت کرو۔ لوگوں نے کاٹ کاٹ کر اپنے ٹکڑے (الگ الگ گروہ) بنا رکھے ہیں، پر سب کو ایک ہی اللہ کے پاس جانا ہے" (۲۱-۹۲، ۹۳)۔

---

* عربی لفظ "اُمت" کے معنی "قوم" اور "مذہب" دونوں ہوتے ہیں۔ اور یہاں دونوں معنی لیے جاتے ہیں۔

"دھرتی پر چلنے والے جتنے جانور ہیں اور ہوا میں اُڑنے والے جتنے پنچھی ہیں سب آدمی ہی کی طرح ایک ایک اُمّت یعنی ایک ایک قوم ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی کو بھلایا نہیں ہے۔ آخر میں سب کو اُسی ایک اللہ کے پاس جانا ہے" (۶-۳۸)۔

سب مذہب ایک ہیں

"اس میں کوئی شک نہیں کہ چاہے وہ لوگ ہوں جو ایمان لائے ہیں یعنی مسلمان اور چاہے وہ ہوں جو یہودی ہیں یا وہ ہوں جو عیسائی ہیں یا وہ ہوں جو سابی * ہیں' یا چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو' جو کوئی بھی اللہ کو مانتا ہے اور آخرت میں یعنی اپنے کرموں کے پھل میں یقین کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے۔ ان سب کو اپنے رب سے پھل ملے گا' انھیں نہ کسی بات کا ڈر ہے اور نہ کسی طرح کا افسوس ہوگا" (۲-۶۲؛ ۵-۶۹)۔

"یہودی کہتے ہیں کہ سوائے یہودیوں کے اور کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ سوائے عیسائی کے کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ یہ سب ان لوگوں کے جھوٹے وہم ہیں۔ ان سے کہو اگر تم سچے ہو تو (اپنی ہی مذہبی کتابوں سے) ثبوت نکال کر دکھاؤ"۔

"نہیں، جس کسی نے اپنے آپ کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے اور جو

---

* اس زمانے کا ایک مذہب جس کے ماننے والے اللہ کو مانتے تھے اور اُس اللہ کا نور سمجھ کر سورج اور چاند کی پوجا کرتے تھے۔

دوسروں کے ساتھ نیکی کرتا ہے اُسے اپنے رب سے پھل ملے گا۔ اُسے نہ کسی بات کا ڈر ہے اور نہ کسی طرح کا غم ہوگا (۲۔ ۱۱۱ – ۱۱۲)۔

"اور اس میں شک نہیں کہ تم سے (محمد صاحب سے) پہلے بھی ہم نے (اللہ نے) دنیا میں رسول بھیجے ہیں ..... ہر زمانے کے لیے الگ الگ کتابیں ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم کر دیتا ہے۔ اور ان سب مذہبی کتابوں کی اصلی ماں (اُم الکتاب) اللہ ہی کے پاس ہے۔" (۱۳۔ ۳۸، ۳۹)۔

"ہر نبی جو پیغام (سندیش) لا کر دیتا ہے اُس سندیسے کے لیے ایک میعاد مقرر ہے جس کا تمہیں پتہ لگ جائے گا۔" (۶۔ ۶۷)۔

اُے آدم کی اولاد (آدمیو)! اگر تم میں سے کوئی رسول پیدا ہوں اور تمہیں اللہ کا پیغام آکر سنائیں تو (تمہیں کوئی ڈر نہیں)، جو کوئی بھی بُرے کاموں سے بچے گا اور نیک کام کرے گا، اُسے نہ کسی بات کا ڈر ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا۔" (۷۔ ۳۵)۔

"اور ہر اُمت یا ہر قوم میں" رسول ہوے ہیں۔" (۱۰۔ ۴۷)

"ہر قوم میں دھرم کا راستہ بتانے والے پیدا ہوے ہیں۔" (۱۳۔ ۷)

"اے محمد! سچ سچ اللہ نے تمہیں حق (سچائی) کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ تم لوگوں کو اچھے کاموں کے بدلے میں خوش خبری دو اور بُرے کاموں کے نتیجے سے آگاہ کرو، اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں اسی طرح بُرے کاموں کے

نتیجوں سے آگاہ کرنے والا کوئی نہ کوئی رسول نہیں بھیجا گیا۔" (۳۵-۲۴)۔

اور سچ مچ ہم نے تم سے پہلے سب پرانی قوموں میں رسول بھیجے ہیں۔" (۱۵-۱۰)۔

" اور سچ مچ ہم نے ہر قوم میں رسول پیدا کیے ہیں، جنھوں نے لوگوں کو یہی نصیحت کی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (برائی) سے بچے رہو۔" (۱۶-۳۶)۔

" اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ تم سے پہلے اللہ نے سب قوموں میں رسول بھیجے ہیں۔" (۱۶-۶۳)۔

" اور جو رسول جس قوم میں بھیجا گیا ہے وہ اُسی قوم کی زبان میں پیغام دے کر بھیجا گیا ہے، تاکہ انھیں صاف صاف سمجھا سکے۔" (۱۴-۴)۔

" کہہ دو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور جو گیان اللہ نے ہمیں دیا ہے (یعنی قرآن) اُسے مانتے ہیں اور اُس سب گیان یا اُن سب کتابوں کو بھی مانتے ہیں جو اللہ نے ابراہیمؑ کی معرفت، اسمٰعیل کی معرفت، اسحاق کی، یعقوب کی معرفت، اور قوموں کی، موسیٰؑ کی، عیسیٰؑ کی اور دوسرے دوسرے نبیوں کی معرفت دنیا کو دی ہیں۔ ان سب پیغمبروں میں ہم کسی قسم کا فرق نہیں کرتے اور ہم نے اپنے کو اللہ ہی کی مرضی پر چھوڑ رکھا ہے۔" (۲-۱۳۶)۔

" رسول (محمدؐ صاحب) اس گیان کو مانتا ہے جو اُس کے رب نے اُس پر اُتارا ہے۔ جو لوگ رسول کو مانتے ہیں وہ سب بھی اُس گیان کو مانتے ہیں۔ وہ سب ایک اللہ کو مانتے ہیں، اُس کے فرشتوں (اُس کی الگ الگ طاقتوں)

کو مانتے ہیں' سب الہامی یعنی ایشوریہ کتابوں کو مانتے ہیں اور ایشور کے بھیجے ہوئے سب رسولوں کو مانتے ہیں۔ ان رسولوں میں سے ہم کسی کے ساتھ کسی طرح کا فرق یعنی بھید بھاؤ نہیں کرتے ۔۔۔۔ اے ہمارے رب ہم تجھ سے ہی معافی چاہتے ہیں۔ آخر میں سب کو تیرے ہی پاس جانا ہے۔" (۲-۲۸۵)۔

"اے محمدؐ! انھیں کتاب میں سے یعنی اس پورے گیان میں سے جو اللہ کے پاس ہے) جو کچھ دیا گیا ہے اُسے پڑھو اور دُعا مانگتے رہو اور سچ مچ دعا آدمی کو گندی باتوں اور برائی سے دور رکھتی ہے اور سچ مچ اللہ کو یاد کرنا بہت بڑی بات ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

"اور جن لوگوں کے پاس دوسری مذہبی کتابیں ہیں اُن سے بحث نہ کرو اور اگر کرو تو بہت ہی میٹھاس کے ساتھ کرو۔ اُنھیں چھوڑ دو جو ظلم کرتے ہیں۔ اور اُن سے کہو کہ ہم اس کتاب میں یقین کرتے ہیں جو ہمیں دی گئی ہے اور اُن کتابوں میں بھی یقین کرتے ہیں جو تمھیں دی جا چکی ہیں۔ اور ہمارا اور تمھارا اللہ ایک ہی ہے۔ اور اسی کے ہم مسلم * ہیں (یعنی اس کی مرضی پر ہم نے اپنے

* مسلم اور اسلام دونوں لفظ قرآن میں طرح طرح سے اور بار بار آئے ہیں۔ اسلام شبد "سلم" سے ہے۔ جس کے معنی "گردن جھکانا" یا "اپنے کو کسی کی مرضی پر چھوڑ دینا" ہے۔ "اسلام" کے معنی ہیں' اپنے کو پوری طرح ایشور کی مرضی پر چھوڑ دینا"۔ "مسلمان" یا "مسلم" کے معنی ہیں' وہ جس نے اپنے کو پوری طرح ایشور کی مرضی پر چھوڑ دیا ہو۔ انھیں معنوں میں "اسلام" اور "مسلم" شبد قرآن میں بار بار آئے ہیں (۳-۱۹ وغیرہ)۔ انھیں معنوں

کو چھوڑ دیا ہی:۔ (۲۹۔ ۴۵، ۴۶)۔
اگلے پچھلے دنیا بھر کے سب ملکوں اور سب زمانوں کے سب رسولوں کو سامنے رکھ کر قرآن میں اللہ نے کہا ہی:۔
"اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، سچ مچ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہی۔
"سچ مچ تمھارے یہ سب الگ الگ مذہب یا قومیں ایک ہی مذہب اور ایک ہی قوم (اُمَّتً وَّاحِدَۃً) ہیں اور تمھارا سب کا ایک ہی رب ہی اس لیے اُسی ایک ایشور کا خیال رکھو۔
"لیکن لوگوں نے آپس میں اپنے دین کے الگ الگ ٹکڑے کر ڈالے اور ہر گروہ جو کچھ اُس کے اپنے پاس ہی اُسی میں پھولا ہی:
"یہ بڑی بھاری ناسمجھی ہی × × × (۲۳۔ ۵۱ سے ۵۴)۔
"سچ مچ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور جو

(بقایا صفحہ ۱۹۴) میں قرآن نے جگہ جگہ حضرت محمدؐ سے پہلے کے سب دوسرے پیغمبروں کے دھرموں کو "اسلام" اور اُن کے ماننے والوں کو "مسلم" یا "مسلمان" کہہ کر پکارا ہی۔ (۲۲۔ ۷۸، وغیرہ)۔

کچھ لوگ اسلام لفظ کو سلام سے بھی جوڑتے ہیں جس کے معنی "شانتی" یا "امن" ہیں۔ قرآن میں سلام شبد ان معنوں میں ایک جگہ آیا ہی (۱۰۔ ۲۵)۔ لیکن اسلام مذہب کے معنے قرآن کے مطابق اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکانا، اپنے کو ایشور کے ارپن کر دینا یعنی اُس کی مرضی پر چھوڑ دینا ہی ہیں

اللہ اور اُس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کچھ رسولوں کو مانتے ہیں اور کچھ کو نہیں مانتے اور ان کے بیچ سے اپنا ایک الگ ہی راستہ بنا لینا چاہتے ہیں۔ سچ مچ یہ لوگ ہی سچے "کافر" (ناشکرے ' کافرون تھا) ہیں اور اللہ نے ان کافروں کے لیئے ذلت کی سزا طے کر رکھی ہے۔ (۴۔ ۱۵۰ ' ۱۵۱)۔

"اے محمد! سچ مچ اللہ نے اسی طرح تمہیں وحی (ایشور پریرنا) کے ذریعہ گیان دیا ہے جس طرح نوح کو اور اُن کے بعد کے دوسرے نبیوں کو دیا تھا اسی طرح اللہ نے ابراہیمؑ ' اسمٰعیلؑ ' اسحاقؑ ' یعقوبؑ اور "قوموں اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کو گیان دیا تھا۔ اور اسی طرح داؤدؑ کو زبور * دی تھی'

"اور اللہ نے دنیا میں جو بہت سے رسول بھیجے ہیں اُن میں سے کچھ کا اُوپر قرآن میں تمہیں حال سنایا ہے اور کچھ کا نہیں سنایا۔ × × × (۴۔ ۱۶۳ ' ۱۶۴)۔

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے تم سے (محمد صاحب سے) پہلے بھی سب قوموں میں رسول بھیجے ہیں"۔ (۶۔ ۴۲)۔

"اور اللہ نے جو بھی رسول بھیجے وہ اسی لیئے بھیجے کہ لوگوں کو اچھے کاموں کے بدلے میں اچھے پھل کی خوشخبری دیں' اور بُرے کاموں کے بُرے نتیجوں سے

---

* ایک مذہبی کتاب کا نام۔

اگاہ کریں۔ پھر جو کوئی بات مان لے اور نیک کام کرے اُسے نہ کسی بات کا ڈر ہی اور نہ کوئی غم۔" (۶-۴۸)۔

"اور سچ مچ تم سے پہلے بھی اللہ نے رسول بھیجے ہیں۔ اُن میں سے کچھ کا تم سے (قرآن میں) ذکر کیا گیا ہے اور کچھ کا تم سے ذکر نہیں آیا * * *" (۴۰-۷۸)۔

"سچ مچ جن لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور جو اپنے اپنے الگ الگ مذہب یا گروہ بنا کر بیٹھ گئے ہیں اُن سے تمھارا کوئی سروکار نہیں اللہ ہی اُن کا فیصلہ کرے گا وہی انھیں بتائے گا کہ انھوں نے کیا کیا۔" (۶-۱۶۰)۔

"یہ (قرآن) وہ حق (سچائی) ہے جو اپنے سے پہلے کی مذہبی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی اُن سب کو سچ بتاتا ہے۔" (۲-۹۱)۔

"قرآن اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔" (۲-۹۷)۔

"اللہ نے کتاب (اپنے پاس کے اصل گیان) میں سے جو کچھ گیان تمھیں (محمد صاحب) وحی (الہام پر پرنا) کے ذریعہ دیا ہے وہ وہ حق ہے جو اپنے سے پہلے کی دھرم پستکوں کی تصدیق * کرتا ہے۔" (۳۵-۳۱)

---

* ٹھیک جس طرح قرآن میں اپنے سے پہلے کے سب دھرموں کو "اسلام" اور ان کے ماننے والوں کو "مسلمان" کہا گیا ہے اسی طرح قرآن میں قرآن سے پہلے کی مذہبی الہامی کتابوں کو بھی قرآن نام دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو جنھوں نے ان سب الہامی کتابوں کو الگ الگ کرکے الہامی گیتاں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے "مقتسمین" یعنی پھوٹ ڈالنے والے کہا گیا ہے۔" (۱۵-۹۰، ۹۱)

"محمدؐ سچائی کو لے کر آیا ہے اور اُس نے اپنے سے پہلے کے سب رسولوں کی تصدیق کی ہے (اُنھیں سچا ٹھہرایا ہے")۔ (۳۷ - ۳۷)۔

"اور تمھیں (محمدؐ صاحب کو) کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی جو سچ مچ تم سے پہلے کے رسولوں کو نہ کہی گئی ہو"۔ (۴۱-۴۳)۔

"اور یہ کتاب (قرآن) جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کو سچ بتاتی ہے، عربی زبان میں ہے اس لیے تاکہ یہ (عرب) لوگ جو ظلم کرتے ہیں انھیں (اُس کے بُرے نتیجے سے) آگاہ کر دے اور جو نیکی کرتے ہیں اُنھیں خوشخبری دے۔ سچ مچ جو لوگ بھی کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور نیکی پر قائم رہتے ہیں، اُنھیں نہ کوئی ڈر ہے اور نہ کوئی غم"۔ (۴۶ - ۱۲، ۱۳)۔

"اور اگر ہم نے یہ قرآن کسی دوسری زبان میں کر دی ہوتی تو یہ لوگ ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں ہمارے لیے صاف کیوں نہیں کی گئیں، یہ کیا بات ہے، ہم عرب آدمی اور دوسرے ملک کی زبان؟ کہہ دو کہ جو لوگ مان لیں اُن کے لیے یہ کتاب راستہ دکھانے والی اور اُن کے روگوں کا علاج ہے"۔ (۴۴-۵۱)۔

"اللہ نے تمھیں (رسول اللہ کو) قرآن عربی زبان میں اس لیے دیا ہے تاکہ تم خاص شہر مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر سکو"۔ (۴۲-۷)۔

"سچ مچ ہم نے (اللہ نے) اس قرآن کو عربی میں اس لیے اُتارا ہے تاکہ تم

لوگ (عرب) اچھی طرح سمجھ سکو۔" (۴۳-۳)۔

"اللہ نے تمھاری زبان میں اسے آسان کر دیا ہے تاکہ یہ عرب لوگ خیال رکھیں۔" (۴۴-۵۸)۔

"سچ مچ یہ (قرآن) رسول کریم (ایک بزرگ رسول) کا کہا ہوا ہے۔"
"یہ کسی شاعر (کوی) کے شبد نہیں ہیں۔ تم نہیں مانتے!"
"اور نہ یہ کسی جادوگر کے شبد ہیں تم پرواہ نہیں کرتے!
"یہ گیان اس اللہ کی طرف سے آیا ہے جو سب دنیاؤں کا مالک ہے۔"
(۶۹۔ ۴۰ سے ۴۳)۔

"اس میں کوئی شک نہیں یہ قرآن اس رسول کریم کا قول ہے۔"
"جو طاقت والا ہے جس کے لیئے آسمان کے مالک اللہ کے یہاں عزت کی جگہ ہے۔"
"جس کا کہنا ماننا چاہیئے جو آمین (بھروسے والا) ہے۔"
"اور اے لوگو! تمھارا ساتھی (رسول اللہ) پاگل نہیں ہے۔" (۸۱۔ ۱۹ سے ۲۲)

"اس لیئے اے محمدؐ! صبر کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ثابت ہوگا۔ اپنی غلطی کے لیئے اللہ سے معافی مانگو اور صبح و شام اپنے ربّ کی حمد (تعریف یعنی استوتی) کرو۔" (۴۰۔ ۵۵)۔

"اس لیئے اے محمدؐ! جانو کہ سوائے اس ایک کے اور کوئی اللہ نہیں ہے اور اس سے اپنی غلطی کے لیئے اور جو مرد اور عورت تمھاری بات پر چلتے ہیں ان

سب کی غلطیوں کے لیئے معافی مانگو اور اللہ جانتا ہی کہ تم کہاں رہتے ہو اور کہاں جاتے ہو۔" (۴۷-۱۹)۔

"سچ مچ اللہ نے تمھیں (محمد صاحب) کو صاف فتح دی ہی تاکہ اللہ تمھاری اگلی اور پچھلی سب غلطیوں کو معاف کر دے اور تم پر اپنی نعمتوں اور برکتوں کو پورا کرے اور تمھیں سیدھے راستے پر لے چلے اور تمھیں بہت بڑی مدد دے۔" (۴۸-۱سے ۳)۔

"اے ایمان والو! روزے رکھنا تمھارا فرض بتایا گیا ہی جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں کو بھی بتایا گیا تھا۔ یہ اس لیئے ہی تاکہ تم برائی سے بچے رہو۔" "کچھ دن تک (جو مقرر ہیں روزے رکھو) لیکن تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اُن دنوں کی جگہ اتنے ہی دن کبھی اور روزے رکھ لے۔ اور جو کوئی کر سکے، وہ روزہ رکھنے کی جگہ کسی غریب آدمی کو کھانا کھلا کر روزے سے چھٹکارا پا سکتا ہی۔ اس لیے اگر کوئی اپنے آپ دوسروں کی بھلائی کا کام کرے تو اُس کے لیے زیادہ اچھا ہی اور اگر تم سمجھو تو تمھارے لیئے روزہ رکھنا زیادہ اچھا ہی۔" (۲-۱۸۳، ۱۸۴)

"اللہ نے تم پر (محمد صاحب پر) یہ کتاب (قرآن) اُتاری ہی جو سچی ہی۔ یہ اُن کتابوں کو سچا ٹھہراتی ہی جو اِس سے پہلے آ چکی ہیں اور جو سب اُس اصلی کتاب (گیان) میں سے لی گئی ہیں جو اللہ ہی کے پاس ہی۔ یہ کتاب (قرآن) اُن سب اپنے سے پہلے کی کتابوں کی حفاظت کرتی ہی۔ اس لیئے اللہ نے

جو کچھ گیان تمھیں دیا ہی اُسی سے ان کے بیچ فیصلہ کرو اور لوگوں کے وہموں میں پڑ کر اس سچائی سے نہ پھرو جو تم پر اتری ہی۔ اللہ نے ہر ایک کے لیے الگ شرع اور منہاج (ریت رواج اور پوجا کے طریقے) بتا دیئے ہیں۔ اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ (ایک ہی رسم و رواج کے ماننے والے) بنا دیتا۔ لیکن اللہ چاہتا تھا کہ جس کو جو طریقہ بتا دیا ہی اُسی میں اس کو پرکھے) ۔اس لیئے (ان فرقوں میں پڑ کر) دوسروں کی بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہی۔ تب جن باتوں میں تم میں فرق ہی وہ اللہ تمھیں سمجھا دے گا

(۵ - ۴۸)۔

"اور اللہ یہ نہیں کرتا کہ جب تک کوئی لوگ نیک کام کرتے رہیں تب تک صرف اُن کے غلط عقیدوں یعنی غلط وشواشوں یا ماننتاؤں کی وجہ سے انھیں برباد کر دے۔ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی سے مذہبی عقیدے کے ماننے والا بنا دیتا' لیکن ان باتوں میں لوگوں میں فرق رہے گا

(۱۱ - ۱۱۷' ۱۱۸)۔

دھرم میں زبردستی کی مناہی

"مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہیے (۲)- (۲۵۶)

"تمھارا ربّ اگر چاہتا تو سچ مچ دنیا بھر کے سب آدمی تمھاری بات مان لیتے۔ تو کیا تم لوگوں کے ساتھ زبردستی کرو گے کہ وہ تمھاری بات

مان لیں (۱۰/ ۹۹)۔

"اے محمد! تمھارے رب نے تم پر جو گیان اُتارا ہے تم اُسی پر چلو، یہ کہ سوائے اس ایک اللہ کے دوسرا کوئی اللہ نہیں ہے اور جو لوگ کسی دوسرے دیوی دیوتاؤں یا مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں انھیں چھوڑ دو۔" اگر اللہ چاہتا تو وہ بھی سوا ایک اللہ کے کچھ کسی دوسرے کی پوجا نہ کرتے۔ ہم (اللہ) نے تمھیں ان کے اوپر "حفیظ" یا "وکیل" "چوکیدار" یا "ٹھیکیدار" بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

"اور اللہ کے سوا جن (دیوی دیوتاؤں، مورتیوں وغیرہ) کی وہ پوجا کرتے ہیں انھیں بُرا مت کہو تا کہ حد سے بڑھ کر کہیں وہ بھی نادانی کی وجہ سے اللہ کو بُرا نہ کہنے لگیں۔ اللہ نے ایسا کر دیا ہے کہ سب لوگوں کو اپنے ہی کام اچھے لگتے ہیں۔ آخر میں سب اپنے اُسی رب کے پاس لوٹ جائیں گے اور اللہ ان سب کو سمجھا دے گا کہ انھوں نے کیا کیا کیا۔" (۶۔ ۱۰۷ سے ۱۰۹)۔

"اُس اللہ کے نام پر جو رحمن اور رحیم ہے۔"

"اے محمد! کافروں* سے (اُن لوگوں سے جو تمھاری بات نہیں مانتے)

---

* کافر شبد عربی "کفر" سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں۔ (۱) ڈھکنا (۲) جھوٹ سمجھنا یا نہ ماننا، اور (۳) ناشکری کرنا یعنی بے قدری کرنا۔ کافر کے معنی ہیں۔ (۱) وہ آدمی جو کسی کی بات ماننے سے انکار کرے (۲) وہ جو ایشور کی دیا اور اُس کے دین کے لیے شکر گزار نہ ہو، اور (۳) کافر عربی میں کسان یعنی کھیتی کرنے والے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ کسان بیج کو مٹی سے ڈھکتا

کہہ دو کہ:-

"میں اُس کی پوجا نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو؛
"نہ تم اُس کی پوجا کرتے ہو جس کی میں کرتا ہوں؛
"نہ میں اُس کی پوجا کروں گا جس کی تم کرتے ہو؛
"نہ تم اُس کی پوجا کروگے جس کی میں کرتا ہوں۔"

(اتھلیا صفحہ ۲۰۲) ہے (غریب القرآن، مرزا ابوالفضل؛ لغات القرآن، مولوی محمد خلیل)۔

ہے۔ مگر قرآن میں یہ شبد کہیں نہ کہیں ان سب معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ عام طور پر یہ عرب کے اُن لوگوں کے لیے آیا ہے، جو محمدؐ صاحب کی "بات نہ مانتے تھے"۔

ایک جگہ قرآن میں تمام انسانی قوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:-

"اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور بادلوں سے پانی برسایا۔ پھر اُسی سے تمہارے کھانے کے لیئے زمین پر پھل پیدا کیے، اور تمہیں جہاز دیے تاکہ وہ سمندر میں اللہ کے حکم سے چلیں، اور ندیوں کو آدمیوں کے لیئے کام کا بنایا اور سورج اور چاند کو جو اپنے اپنے راستے پر چلتے رہتے ہیں اور رات اور دن کو، سب کو، تمہارے لیئے فائدے کا بنایا۔ تم جو مانگتے ہو وہ سب اللہ دیتا ہے۔ تم اگر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے، بے اِس میں شک نہیں کہ انسان بڑا "ظلم" (بے انصافی) کرنے والا اور بڑا "کافر" (ناشکرا) ہے" (۱۴- ۳۲، ۳۳، ۳۴)۔

اِن آیتوں میں اور بھی اسی طرح کچھ اور آیتوں میں بھی (۱۷- ۶۷) تمام انسانوں کو عام طور پر "کافر" کہا گیا ہے۔ "کافر" کے معنی یہاں پر "ناشکرا" یعنی "اللہ کی دی ہوئی

"اس لیئے تمھارا دین تمھارے لیئے اور میرا دین میرے لیئے۔
(۱۰۹-۱ سے ۶)۔

(بقایا صفحہ ۲۰۳) نعمتوں کی قدر کرنے والا ہے۔

کہیں کہیں ان یہودیوں کے لیئے بھی جو ایک اللہ کو اور اپنی دھرم کی کتاب "توریت" کو مانتے تھے، پر جو اپنے مذہب کی اصلی تعلیم سے بھٹک گئے تھے، انہیں معنوں میں کافر شبد استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۷-۰)۔

ایک جگہ اللہ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ:-

"جو کوئی بھی نیک کام کرے گا اور ایمان لائے گا اس کی کوششوں کے ساتھ ہم "کفر" نہیں کریں گے، یعنی اس کی نیکی کی کوششوں کو ڈھنکیں یا بھلادیں گے نہیں۔ اور سچ مچ جتنی بھی کوشش وہ کرے گا وہ اس کے نیک کاموں میں لکھ لی جاوے گی" (۲۱-۹۴)۔

ٹھیک۔ انہیں معنوں میں گیتا میں کہا گیا ہے کہ "نیکی کے اس راستے پر آدمی کی تھوڑی سی تھوڑی کوشش بھی فضول نہیں جا سکتی" (... گیتا ۲-۴۰)۔

قرآن میں ایک دوسری جگہ اللہ کہتا ہے کہ:-

جو لوگ ایمان یقین، لائیں گے اور نیک کام کریں گے ہم سچ مچ ان کے پچھلے برے سامعوں کے ساتھ "کفر" کریں گے (یعنی ان کی پچھلی غلطیوں کو ڈھک دیں گے یعنی معاف کر دیں گے ...۔" (۲۹-۷)۔

نیچے کی دو آیتیں اس زمانے کی ہیں جب کہ عرب میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے بیچ دشمنی حد کو پہنچی ہوئی تھی اور برابر لڑائیاں جاری تھیں۔

(لغایا صفحہ ۲۰۴) یہاں پر بھی "کفر" کے معنی "ڈھک دینے" (انگریزی میں cover) بھلا دینے یا معاف کر دینے کے ہیں۔ اور یہ شبد ایشور کے لیئے استعمال کیا گیا ہے۔

کہیں کہیں خود اُن لوگوں کے مُنھ سے جو محمدؐ صاحب یا دوسرے رسولوں کی بات نہ مانتے تھے یہ کہلایا گیا ہے کہ "جو کچھ تم (رسول) کہتے ہو اُس کی طرف سے ہم "کافر" ہیں۔ (یعنی ہم اُسے نہیں مانتے)" (۳۴، ۳۴)۔

ایک جگہ پر اُن لوگوں کو۔ "جو اللہ کے پیغمبروں میں سے کسی کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے یعنی اُن میں فرق کرتے ہیں" "کافرون حقاً" یعنی "سچ مچ کافر" کہا گیا ہے۔ (۴۔ ۱۵۰، ۱۵۱)۔

ایک جگہ قرآن میں "کافر" لفظ کسان کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ (۵۷۔ ۲۰)۔

عام طور پر "کافر" شبد سے قرآن میں ان عربوں سے مطلب ہے جو محمد صاحب کی باتیں ماننے سے انکار کرتے تھے، یا اُن لوگوں سے جو اللہ کی دین یعنی برکتوں سے انکار کرتے تھے۔

"اللہ تم سے یہ نہیں کہتا کہ جو غیر مسلمان تمھارے مذہب کی وجہ سے تم سے لڑتے نہیں ہیں اور جنھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کے ساتھ تم محبت کا برتاؤ نہ کرو یا انصاف نہ کرو۔ سچ مچ اللہ اُنھیں ہی پیار کرتا ہے جو سب کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔"

"اللہ کا صرف یہ حکم ہے کہ جن لوگوں نے تمھارے مذہب کی وجہ سے تم سے لڑائی شروع کر دی ہے، اور جنھوں نے تمھیں زبردستی تمھارے گھروں سے نکال دیا ہے، یا دوسروں کو تمھیں نکال دینے میں مدد دی ہے اُن سے جا کر نہ مل جاؤ۔ جو اُن سے جا کر مل جاتا ہے وہ ظلم کرتا ہے۔" (۶۰ - ۸، ۹)

"جن لوگوں نے تمھاری (محمد صاحب کی) بات مان لی ہے اُن سے کہو کہ وہ اُن لوگوں کو معاف کر دیں، جنھیں اس دن کا ڈر نہیں ہے جس دن وہ اللہ کے سامنے جاویں گے۔ اللہ سب کو اُن کے کاموں کا پھل دے گا۔

"جو نیکی کرے گا اور جو بُرائی کرے گا سو بھی اپنے لیے، آخر میں تم سب کو اپنے رب ہی کے پاس جانا ہے۔" (۴۵ - ۱۴، ۱۵)۔

سب طرف اللہ ہے

"پورب اور پچھم دونوں اللہ کے ہیں، اس لیے جدھر بھی تم ہو اُدھر ہی اللہ کا مُنہ ہے، سچ مچ اللہ خوب دینے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔" (۲ - ۱۱۵)۔

پیغمبر ہونے کے بعد محمدؐ صاحب ١٣ برس مکّے میں رہے اور اُپدیش دیتے رہے۔ جب تک وہ مکّے میں تھے تب تک نماز میں مُنہ کرنے کی کوئی خاص طرف مقرّر نہ تھی۔ مدینے میں پہنچنے کے بعد بہت دنوں تک وہ اُتّر کی طرف جدھر یہودیوں اور عیسائیوں کا پاک شہر یروشلم تھا مُنہ کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ قریب ١٦ مہینے بعد اُنھوں نے اُتّر کی جگہ دکھن یعنی جدھر مکّہ اور کعبہ تھا مُنہ کر کے نماز پڑھانا شروع کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اس تبدیلی پر اعتراض کیا۔ اس پر قرآن کی یہ آیت اُتری:

"ناسمجھ لوگ پوچھیں گے کہ یہ لوگ جس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اُسے اُنھوں نے کیوں بدل دیا۔ اُن سے کہہ دو کہ پورب اور پچھم سب اللہ ہی کے ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے اُسے سیدھے راستے پر لے چلتا ہے" (٢-١٤٢)۔

"دھرم یا نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم نے اپنے مُنہ (نماز کے وقت) پورب کی طرف کر لیے یا پچھم کی طرف۔ دھرم یہ ہے کہ آدمی اللہ کو مانے، آخرت یعنی کاموں کے پھل کو مانے، فرشتوں * کو مانے، سب مذہبی کتابوں اور

---

* ملک "یعنی فرشتوں اور "شیطان" دونوں کا قرآن میں کئی جگہ ذکر آتا ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھا مانتے ہیں کہ فرشتے اور شیطان الگ ہستیاں یا ہستیاں ہیں۔ کئی جگہ قرآن میں "شیطان" لفظ معمولی بُرے آدمیوں کے معنوں میں آیا ہے (٢-١٤، ٢-١٠٢، ٣-٢٢)۔ قرآن کی تفسیر یعنی ٹیکا لکھنے والے کئی عالم مسلمانوں کی رائے ہے کہ فرشتوں سے مطلب آدمی کے دل کے اندر کے

سب نبیوں یا رسولوں کو مانے، اللہ کے پریم کے ناتے یعنی اس کے نام پر
اپنے مال اور دولت میں سے اپنے ناتے داروں کو، یتیموں کو، ضرورت
مندوں کو راستے چلتوں کو اور مانگنے والوں کو دان دے اور غلاموں کو
آزاد کرانے میں اپنی دولت خرچ کرے، اللہ سے دعا مانگتا رہے، زکوٰۃ
(اپنے کل مال کا کم سے کم چالیسواں حصہ ہر سال اللہ کے نام پر غریبوں کو خیرات)
دیتا رہے جب کبھی کسی سے وعدہ کرے تو اسے پورا کرے اور مصیبتوں
میں تکلیف میں اور سختی کے دنوں میں صبر کرے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں
وے ہی سچے ہیں اور وے ہی "متقی" یعنی پرہیزگار ہی۔" (۲-۱۷۷)

نیک رُجحانوں (پرورتیوں) سے اور شیطانوں سے مطلب آدمی کے اندر کے بُری
رُجحانوں) سے ہی۔ مثال کے طور پر مشہور ترک دیوان محمود مختار پاشا لکھتا ہی:-
"قرآن میں فرشتوں سے مطلب آدمی کے دل کے اندر کے اونچے بھاوں
(جذبوں) اور اخلاقی رُجحانوں سے ہی۔ یہ رُجحان اصلیت میں اللہ ہی سے ہیں
کیونکہ قرآن کے مطابق ہر طرح کی طاقت اسی سے ہی ہے اور اسی سے پیدا ہوتی ہی
لکھا ہی کہ جب آدمی کے اندر جب رُوحانی طاقت جاگ جاتی ہی اور کام کرنے
لگتی ہی تو فرشتے بھی آدمی کو سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ
آدمی کی روحانی یعنی اُونچے درجے کی طاقت کے سامنے اُس کے سارے
نیک رُجحان جھک جاتے ہیں اور آدمی جس طرح چاہتا ہی پر چلنے لگتے ہیں۔
شیطان کی بابت قرآن میں کہا گیا ہی کہ وہ بنا دھوئیں کی آگ سے پیدا ہوا"

مدینے کے پاس ایک پہاڑی جگہ قبا ہے۔ مکے سے مدینے جاتے ہوئے
محمد صاحب اور اُن کے ساتھی کچھ دن وہاں ٹھہرے تھے۔ تمامیں تھوڑے ہی
دنوں کے اندر وہاں کے مسلمانوں کے نماز پڑھنے کے لیئے ایک چھوٹی

انجیل میں اس کی مثال سانپ سے دی گئی ہے۔ یعنی شیطان اس موٹی دنیاوی
خواہشوں کا نام ہے جو زمین کے اوپر بے لگام کام کرتی ہے۔ یہ آدمی کے اندر جسمانی
قواہتوں (اندریہ سکھوں) کی وہ آگ ہے جس سے آدمی اگر اعتقاد یعنی شردھا
اور خواہش کی مدد سے اپنے آپ کو آزاد نہ کر سکے تو وہ آگ سچ مچ اُسے
جلاکر ختم کردے گی۔ جس پھل کو کھانے سے آدمی کو روکا گیا تھا وہ خودی
بلکہ "دوئی" یعنی دوسروں سے اپنی علیحدگی کا خیال ہے۔ آدمی کے گناہوں کی جڑ
اس دوئی میں ہے جو اُسے ساری دنیا کی آتما کے ساتھ ملا کر ایک کر دینے کی
جگہ اُسے اُس سے اور دور لے جاتی ہے۔ اس طرح فرشتے اور شیطان انسان
کے اندر وہ دو طاقتیں ہیں جن میں سے ایک آدمی کی دوست اور دوسری اُس کی
دشمن ہے۔ ان میں سے انسان کو ایک میں یقین کرنا چاہیئے اور دوسری سے
بچنے کے لیئے اللہ کی مدد اور اُس کی پناہ لینی چاہیئے۔ قرآن (سورۃ ۱۱۴)

نئی مسجد بن گئی ۔ چند سال کے بعد کچھ مسلمانوں نے اُسی شہر میں ایک دوسری مسجد تعمیر کرلی ۔ اس دوسری مسجد کے بنانے والوں نے محمدؐ صاحب سے جاکر پرارتھنا کی کہ آپ قُبا پہنچ کر ایک مرتبہ نئی مسجد میں نماز پڑھیں اور عزت بخشیں ۔ ان دو الگ الگ مسجدوں سے شہر کے مسلمانوں میں پھوٹ پیدا ہو جانے کا ڈر تھا ۔ اس پر قرآن میں آیت اُتری کہ "جس مسجد سے ایمان والوں میں تفریق یعنی پھوٹ پیدا ہوتی ہے، اُس میں جاکر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے" (۹۔ ۱۰۷، ۱۰۸)۔ محمدؐ صاحب نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اور اُن کے حکم سے قُبا کی وہ دوسری مسجد گروادی گئی۔

"ہر ایک کی اپنی اپنی طرف (دشا) ہے۔ جس طرف عبادت کے وقت وہ اپنا منھ کر لیتا ہے اس لیئے (اس بحث میں نہ پڑکر) بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ تم جہاں بھی کہیں ہو گے اللہ تم سب کو ملادے گا ۔ سچ مچ اللہ سب چیزوں پر قادر ہے۔ یعنی سب کچھ کر سکتا ہے" (۲۔ ۱۴۸) +

محمدؐ صاحب اور کرامات

"کہہ دو کہ میں (محمدؐ) کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں (یعنی میں کوئی ایسی بات نہیں سکھاتا جو مجھ سے پہلے کے رسولوں اور پیغمبروں نے نہ سکھائی ہو

* بحر المحیط ۔ امام اثیر الدین ابو حیان

نہ میں کوئی ایسا کام کرسکتا ہوں جو وے نہ کرسکتے تھے' نہ کوئی معجزہ یا کرامات دکھا سکتا ہوں۔ (ال۔بیضاوی) مجھے یہ نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے یا تمھارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ میں صرف اسی پر عمل کرتا ہوں جو اللہ مجھے حکم دیتا ہے۔ میرا کام اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو بُرے کاموں کے نتیجوں سے آگاہ کروں۔" (۴۶-۹)

"اور محمدؐ سوائے ایک رسول کے اور کچھ نہیں ہے' اس سے پہلے کے رسول بھی مرتے آئے ہیں' اس لیئے اگر محمدؐ مرجائے یا مار ڈالا جائے تو کیا تم لوگ (اپنے دھرم سے) پھر جاؤ گے؟" (۳-۱۴۳)۔

حضرت محمدؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو یہی اوپر کی آیت پڑھ کر سنائی تھی۔

"کہہ دو کہ میں (محمدؐ) تم (لوگوں) سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' نہ مجھے غیب کا علم (بن دیکھی چیزوں کی جانکاری) ہے اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں صرف اسی پر چلتا ہوں جو ایشور نے میرے گھٹ میں بیٹھا دیا ہے۔" (۶-۵۰)۔

"یہ لوگ زوروں کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کوئی کرامات دکھادی جائے تو ہم ضرور مان لیں گے۔ کہہ دو کہ کرامات صرف اللہ کرسکتا ہے۔" (۶-۱۰۹)۔

"لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک تمھاری بات ہرگز نہیں مانیں گے

جب تک تم ہمارے لیئے زمین سے پانی کا ایک چشمہ پھوڑ کر نہ نکال دو، یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے بیچ سے اپنے آپ پھوٹ کر دریا بہہ رہے ہوں، یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر نہ گرا دو، یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا نہ کر دو یا اپنے لیئے ایک سونے کا مکان کھڑا نہ کر لو، یا آسمان میں نہ چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جس سے ہم پڑھ سکیں۔ اس سب کے جواب میں اُن سے کہہ دو کہ میرے رب کو یاد کرو، میں سوائے ایک انسان اور ایک رسول کے اور کچھ نہیں ہوں" (۱۷، ۹۰ سے ۹۳)۔

"وہ لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ کو اُس کے رب کی طرف سے کرامات دکھانے کو کیوں نہیں ملتی۔ اُن سے کہہ دو کہ کرامات صرف اللہ کے پاس ہیں، میں تو صرف بُرے کاموں کے نتیجوں سے کھلے طور پر آگاہ کرنے والا ہوں" (۲۹۔ ۵۰)۔

"اس میں کیا عجیب بات ہی کہ تمھارے رب نے تمھیں میں سے ایک آدمی کے ذریعے تمھیں دین کی یاد دلا دی تا کہ وہ آدمی تمھیں آگاہ کر دے، اور تم بُرائی سے بچے رہو، جس سے کہ اللہ تم پر رحم کرے" (۷۔ ۶۳)۔

"لوگوں سے کہہ دو کہ میں (محمدؐ) اللہ کی مرضی کے خلاف اپنے آپ کو بھی نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہوں اور نہ نقصان۔ اگر مجھے غیب کا علم (اور مشیّت

کی جانکاری ہوتا تو میرے پاس بہت سی اچھی چیزیں ہوتیں اور کوئی بُرائی مجھے چھو بھی نہ سکتی' لیکن میرا کام سوائے اِس کے اور کچھ نہیں ہے کہ لوگوں کو بُرے کاموں کے نتیجے سے آگاہ کر دوں اور جو میری بات مان لیں اُنھیں اچھے نتیجے کی خوش خبری دوں۔" (۷ - ۱۸۸)

"کہہ دو کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے' اس لیئے انتظار کرو' میں بھی تمھاری ہی طرح انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔" (۱۰-۲۰) -

"میں صرف تمھاری ہی طرح ایک آدمی ہوں' ہاں اللہ نے مجھے یہ گیان دیا ہے کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اس لیئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی آس لگائے ہے اُسے چاہیئے کہ نیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا نہ کرے۔" (۱۸ - ۱۱۰)-

"میں صرف تمھاری ہی طرح ایک انسان ہوں۔ اللہ نے مجھے یہ گیان دیا ہے کہ تمھارا سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اس لیئے نیکی کے راستے پر چلو وہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ اسی اللہ سے (اپنی غلطیوں کے لیئے) معافی چاہو۔"

(۴۱-۶)-

"مجھے اس کے سوائے اور کچھ وحی (ایشور پریرنا) نہیں ہوئی کہ میں لوگوں کو بُرائی کے نتیجے سے کھلے طور پر آگاہ کر دوں۔" (۳۸-۷۰)-

جنگ کی اجازت

اسلام دھرم کا اُپدیش دینا شروع کرنے کے بعد محمد صاحب کے پہلے تیرہ ۱۳

سال مکے کے اندر بڑی مصیبتوں میں کٹے جس میں مکے والوں نے انھیں اور اُن کے ساتھیوں کو بے حد تکلیفیں پہنچائیں۔ ان تیرہ برس کے اندر اس بارے میں جتنی آیتیں قرآن میں اُتریں اُن سب میں بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دینے اور صبر اور سچائی کے ساتھ دوسروں کے سب ظلموں کو سہہ لینے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اس کے بعد محمد صاحب اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر مدینے پہنچے۔ مکے والوں نے وہاں بھی چڑھائی کر کے اُن پر حملے شروع کیے۔ اس پر قرآن میں پہلی بار نیچے لکھی آیتوں کے ذریعہ محمد صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو اپنے بچاؤ کے لیے حملہ کرنے والوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی :-

"جن لوگوں پر لڑائی کی غرض سے چڑھائی کی جا رہی ہے انھیں بھی اپنے بچاؤ کے لیے لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اُن کی مدد کے لیے کافی ہے۔

"یہ اجازت اُن لوگوں کو ہے جنھیں ناحق (انصاف کے خلاف) اور صرف اس لیے اُن کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے" اور اگر اللہ اس طرح کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں سے نہ ہٹواتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سب مکان جیسے سادھوؤں کے مٹھ، عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں جہاں لوگ اللہ کا نام کثرت سے لیتے ہیں گرا دیے گئے ہوتے۔ اس میں

شک نہیں جو کوئی اللہ کے کام میں مدد کرے گا اللہ اُس کی مدد کرے گا۔ سچ مچ اللہ بلوان اور بڑا ہے۔

"یہ اجازت اُن کے لیے ہے جنھیں اگر اللہ دھرتی پر قائم کر دے تو وے اللہ سے دعا مانگتے رہیں گے غریبوں کو دان دیتے رہیں گے، اور سب کو بھلے کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کی صلاح دیتے رہیں گے۔ آخر میں سب کاموں کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے" (۲۲ - ۳۹ سے ۴۱)۔

اس اجازت کے مل جانے پر بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا دل لڑنے کے لیے پوری طرح تیار نہ ہوتا تھا۔ کیوں کہ چڑھائی کرنے والی فوج میں اُن کے اپنے بھائی چاچا، تایا، ماما اور دوسرے پاس سے پاس کے رشتے دار موجود تھے۔ اس پر نیچے کی آیتیں اُتریں:۔

"تمھیں جنگ کی اجازت دے دی گئی ہے اور تمھیں یہ اچھا نہیں لگتا۔ ممکن ہے جو چیز تمھیں اچھی نہیں لگتی وہ تمہارے بھلے کی ہو اور ہو سکتا ہے کہ جو چیز تمھیں پیاری لگتی ہے وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ سب جانتا ہے تم نہیں جانتے" (۲ - ۲۱۶)۔

"اللہ کی راہ میں [illegible] آخرت کے [illegible] کے لیے دے ڈالنے کو طیار ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں [illegible] مارا جائے اور چاہے جیتے اللہ [illegible] دے گا۔

"اور کیا بات ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے

بچاؤ کے لیے نہیں لڑتے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر (مکے) سے نکال جس کے لوگ ہم پر ظلم کرتے ہیں اور ہمیں کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا بھیج۔

"جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو ایمان والے نہیں ہیں وے سرکشوں یعنی ظلم کرنے والوں کی طرف سے لڑتے ہیں ظلم کرنے والے شیطان کے دوست ہیں" اس لیئے شیطان کے دوستوں کے خلاف لڑو۔ سچ مچ شیطان کا پلہ کمزور ہے"۔ (۴-۷۴ سے ۷۶) ۔

"اس لیئے اللہ کی راہ میں لڑو۔ اس معاملے میں تم (حضرت محمدؐ) صرف اپنے لیئے ذمہ دار ہو' دوسروں کے لیئے نہیں' اور دوسرے ایمان والوں کا حوصلہ بڑھاؤ۔ ممکن ہے کہ اللہ دوسری طرف کے (اُن لوگوں کا جو ایشور کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے' ہاتھ روک دے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ طاقتور اور سزا دینے میں بھی سب سے بلوان ہے۔

"جو کوئی کسی اچھے کام میں کسی کا ساتھ دیتا ہے' اُسے اس کا حصہ ملے گا' اور جو کوئی کسی بُرے کام میں کسی کا ساتھ دیتا ہے اس پر اُس کی ذمہ داری آجاتی ہے' اور اللہ سب چیزوں کو دیکھتا ہے"۔

"اور جب کبھی (تمھارے دشمنوں میں سے) کوئی تمھیں دُعا دے (یا سلام کرے) تو تم اُسے اُس سے بھی بڑھ کر دُعا دو اور سلام کا جواب سلام سے دو۔ سچ مچ اللہ سب چیزوں کا حساب رکھتا ہے"۔

"اللہ ہی، سوائے اس ایک کے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ آخیر میں اللہ تم سب کو ایک دن ملادے گا۔ اللہ سے بڑھ کر اپنی بات پوری کرنے والا اور کون ہے؟" (۴-۸۴ سے ۸۷)۔

"اور اگر منافقوں (نفاق یعنی پھوٹ ڈالنے والوں) میں سے بھی کوئی کسی ایسے گروہ کے پاس پہنچ جائے جس سے تمھاری صلح ہے، یا خود تمھارے پاس آویں اور ان کے دل تمھارے ساتھ یعنی اپنی ہی قوم والوں کے ساتھ لڑنے سے بچنا چاہیں،... اگر وے ہٹ جائیں، خود تم سے نہ لڑیں اور صلح کرنا چاہیں تو پھر اللہ تمھیں اُن سے لڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔" (۴-۹۰)۔

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں لڑنے جاؤ تو اچھی طرح دیکھ بھال لو۔ اگر کوئی تم سے صلح کرنا چاہے تو اس سے یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو* (اس لیے تم سے ہماری صلح نہیں ہو سکتی)! کیا تم اس دنیا کے مال واسباب کے پیچھے پڑے ہو؟ لیکن اللہ کے پاس اِس دُنیا کی چیزوں سے کہیں زیادہ بھلائی کی چیزیں ہیں۔ پہلے تم بھی اِنھیں لوگوں کی طرح تھے۔ پھر اللہ نے تم پر رحم کیا۔ اس لیے دیکھ بھال لو۔ سچ مچ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔" (۴-۹۴)

* قرآن میں اس بات پر بار بار زور دیا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں کوئی ایسا سمجھوتہ ہو جائے جو کسی دوسرے مسلمان کے خلاف جاتا ہو، تب بھی صلح کرنے سے مسلمانوں کا فرض ہے کہ سچائی سے اس سمجھوتے پر عمل کریں۔ (۸-۷۲؛ ۹-۱، ۴، وغیرہ)

جو لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے، اُن سے کہہ دو کہ اگر وے تم سے لڑنا بند کر دیں تو اب تک جو کچھ انھوں نے کیا ہی سب معاف کر دیا جاوے گا اور اگر وے پھر لڑنا شروع کر دیں گے تو جو پچھلوں کے ساتھ ہو چکا ہی وہی اُن کے ساتھ ہوگا؛

"اور ان کے ساتھ اس وقت تک ہی لڑو جب تک کہ "فتنہ" یعنی جھگڑا بند نہ ہو جائے اور دین کا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں رہے (یعنی اس معاملے میں کوئی کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہ کرے) لیکن اگر وے اپنی طرف سے لڑنا بند کر دیں تو (تم بھی لڑنا بند کر دو)، سچ سچ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ سب دیکھتا ہی؛

اور اگر وے پھر لڑنے لگیں تو یقین رکھو کہ اللہ تمھارا مالک ہی اور وہ بہت اچھا مالک اور بہت اچھا مدد گار ہی" (۸ - ۳۸ سے ۴۰)۔

"اور اگر وے صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ سچ سچ وہ سب سنتا اور جانتا ہی؛

"اور پھر اگر وے تمھیں (محمدؐ صاحب کو) دھوکا دینا چاہیں گے تو سچ سچ تمھارے لیے اللہ کافی ہی۔ اسی نے اپنی مدد سے تمھیں (محمدؐ صاحب) کو بل پہنچایا تھا۔ اسی نے اتنے آدمی تمھاری بات ماننے والے کر دیے۔ "اُسی اللہ نے ان سب لوگوں کے دلوں کو ملایا۔" اگر تم دنیا کا سارا

" اشارہ اسلام سے پہلے کی عرب کی اُس آپسی پھوٹ کی طرف ہی جس میں بڑا سے بڑا قبیلے تو بہ قریب سب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔

مال بھی خرچ کر ڈالتے تو تم ان سب کے دلوں کو ایک نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ نے انھیں ملا کر ایک کر دیا۔ سچ مچ اللہ بڑا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

"اے نبی! اللہ تمھارے لیے اور اُن سب ایمان والوں کے لیے، جو تمھارے کہنے پر چلتے ہیں، کافی ہے" (۸-۶۱ سے ۶۴)۔

"اے ایمان والو! جو لوگ اللہ کی نعمتوں سے "کفر" کرتے ہیں، وے جب سامنے سے تم سے لڑنے کے لیے آویں تو تم پیٹھ مت موڑو؛

"اور جب تم نے انھیں مارا تو تم نے نہیں مارا، اللہ نے مارا، اور جب تم نے ہتھیار چلایا تو تم نے نہیں چلایا، اللہ نے چلایا[۲]" (۸-۱۵-۱۷)۔

"اور جو لوگ تم سے لڑیں اُن سے تم بھی اللہ کی راہ میں لڑو، لیکن (انصاف کی) حد سے نہ بڑھو۔ سچ مچ اللہ انھیں پیار نہیں کرتا جو حد سے بڑھتے ہیں۔"

"جہاں کہیں اُن سے سامنا ہو لڑو، اور تمھارے جن گھروں سے اُنھوں نے تمھیں نکال دیا ہے اُن سے تم اُنھیں نکال دو۔ فتنہ فساد کرنا (دین کے سبب کسی کو، اس وجہ سے اُسے ستانا) (جو وے کرتے ہیں) لڑنے سے زیادہ برا ہے اور [illegible] جب تک وے تم سے نہ لڑیں تم اُن سے نہ لڑو۔ لیکن اگر وے لڑیں تو تم لڑو۔ جو اللہ کی نعمتوں کی طرف سے ناشکرے ہیں۔

---

۲ یعنی میں نے (ایشور نے) پہلے ہی سے انھیں مار رکھا ہے۔ تو صرف ایک بائیں ہاتھ کا بہانہ بن جا۔ گیتا

اُن کا یہی بدلہ ہے۔

"لیکن اگر وے اپنی طرف سے لڑنے سے رُک جاویں تو سچ مچ اللہ معاف کر دینے والا اور دیاوان ہے۔

"ان سے اُس وقت تک لڑو جب تک کہ اُن کا اٹھایا ہوا فتنہ بند نہ ہو جائے اور دھرم کا معاملہ اللہ ہی کے ساتھ میں نہ رہ جائے (یعنی دھرم کے معاملے میں کوئی کسی کے ساتھ زبردستی نہ کرے) لیکن اگر وے لڑنا بند کر دیں تو تمھیں سوائے اُن لوگوں کے ساتھ جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں پھر کسی سے دشمنی نہیں رکھنی چاہیئے۔

"پاک مہینہ پاک مہینے کے لیئے ہے اور سب پاک چیزوں میں بدلے کی اجازت ہے۔ اس لیے جو کوئی پہلے تم پر حملہ کرے وہ جتنا نقصان تمھیں پہنچاوے اتنا ہی تم اُسے پہنچا سکتے ہو اور اللہ سے ڈرو۔ سمجھ لو کہ اللہ انھیں کے ساتھ ہے جو بُرائی سے بچتے ہیں۔

"اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے کو ہلاک (برباد مت کرو)۔ اور دوسروں کا بھلا کرو۔ سچ مچ اللہ انھیں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں کا بھلا کرتے ہیں (اور دوسروں پر احسان کرتے ہیں)۔" (۲-۱۹۰ سے ۱۹۵)۔

"اور اگر مسلمانوں میں سے بھی دو گروہ آپس میں لڑنے لگیں تو اُن میں صلح کرا دو، لیکن اگر اُن میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے ساتھ زیادتی کرتا

رہے تو جو گروہ زیادتی کرتا ہے اُس سے لڑو، جب تک کہ وہ اللہ کے حکم کو پھر سے نہ ماننے لگے۔ پھر اگر وہ مان جائے تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو۔ سچ مچ اللہ انھیں کو پیار کرتا ہے جو انصاف سے کام کرتے ہیں۔" (۴۹ - ۹)۔

غیر مسلمانوں اور مسلمانوں دونوں کے ساتھ جنگ کی اجازت کی قرآن میں ایسے ہی آیتیں ہیں۔

اسلام سے پہلے عرب اور اس پاس کے ملکوں میں یہ رواج تھا کہ دشمن کے جو آدمی جنگ میں قید کر لئے جاتے تھے انھیں عام طور پر یا تو مار ڈالا جاتا تھا اور یا غلام بنا لیا جاتا تھا۔ قرآن نے اس رواج کو بدل کر آگے کے لیئے یہ حکم دیا کہ :-

"جنگ میں جو لوگ پکڑے جاویں انھیں یا تو (دشمن پر) ایک احسان کے طور پر آزاد کر دیا جاوے اور یا ہر آدمی کے بدلے میں اس وقت تک کے لیے جب تک کہ لڑائی جاری رہے کچھ ضمانت یا ہرجانہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔" (۴۷ - ۴)۔

جنگ ختم ہونے کے بعد کسی قیدی کو اپنے پاس روکنے کی اجازت نہیں تھی۔

"یہ حکم اس لیے ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو اُن سے سچ مچ بدلا لے سکتا تھا، لیکن اللہ یہی چاہتا ہے کہ کچھ آدمیوں سے دوسرے لوگوں پر احسان

کرا دے اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاویں گے اللہ اُن کے کاموں کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ وہ انھیں سچا راستہ دکھائے گا اور ان کی حالت کو سُدھارے گا۔" (۴۷۔۴'۵)۔

اسی اصول پر چل کر محمدؐ صاحب لڑائیوں میں پکڑے ہوئے قیدیوں کو بنا کچھ بھی معاوضہ یا ہرجانہ لیے احسان کے طور پر آزاد کر دیتے تھے اور کہیں کہیں کچھ ہرجانہ لے کر چھوڑ دیتے تھے۔ بدر کی مشہور لڑائی میں اُنھوں نے ستر قیدیوں کو کچھ لے کر چھوڑ دیا تھا۔ کچھ قیدیوں سے جو پڑھے لکھے اور غریب تھے یہ کہا کہ ان میں سے ہر ایک قیدی مدینے کے دس دس آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر آزاد ہو جائے اور اپنے گھر چلا جائے۔ ایک بار انھوں نے بنی مُصطلق قبیلے کے سو خاندانوں کو بنا کچھ لیے اور دوسری بار حوازن قبیلے کے چھ ہزار قیدیوں کو بنا کچھ لیے چھوڑ دیا تھا۔

غلامی کے پُرانے رواج میں یعنی آدمیوں کے بیچے جانے کے رواج میں اس سے بہت بڑی کمی ہوئی۔

دھرم پھیلانے کا طریقہ

"اور اے محمدؐ! جب تم لوگوں کو ٹھیک راستے پر چلنے کے لیے بُلاتے ہو اور وے نہیں سُنتے، تم دیکھتے ہو کہ وے تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ لیکن وے نہیں دیکھتے۔"

"تو انھیں معاف کر دو اور انھیں نیک کام کرنے کو کہو اور جو نہیں سمجھتے

ان سے ہٹ جاؤ۔"

"اور اگر شیطان تمھیں غصّہ دلانے لگے تو اللہ کی پناہ لو، سچ مچ اللہ سب سنتا اور جانتا ہے۔"

"جو لوگ، جب جب شیطان اُن کے اندر غصّہ کرنے یا بدلہ لینے کی گدگدی پیدا کرتا ہے، تب تب اُس بُرائی سے بچتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں، وہی سچ مچ دیکھ سکتے ہیں۔" (۷-۱۹۹ سے ۲۰۱)۔

"اور اگر جنگ کے دنوں میں بھی ان لوگوں میں سے جو ایک اللہ کے ساتھ دوسروں کو جوڑتے ہیں، کوئی تمھاری پناہ میں آنا چاہے، تو اُسے اپنی حفاظت میں لے لو اور اُسے اللہ کی باتیں سناؤ، پھر بھی اگر وہ نہ مانے، تو اُسے اُس کی حفاظت کی جگہ تک پہنچا دو، یہ اس لیئے کیوں کہ وے لوگ نا سمجھ ہیں۔" (۹-۶)۔

"اور (اے محمدؐ) اگر وے تمھیں جھوٹا کہیں تو اُسے کہہ دو۔"

"تمھیں تمھارے کاموں کا پھل ملے گا اور مجھے میرے کاموں کا، نہ تم میرے کاموں کے لیئے ذمّہ دار ہو اور نہ میں تمھارے کاموں کے لیئے۔"

"ان میں سے کچھ تمھاری بات سنتے ہیں، پر کیا تم انھیں سنا سکتے ہو جو بہرے ہیں، یا جو سننا نہیں چاہتے؟"

"کچھ تمھاری طرف دیکھتے ہیں، پر کیا تم انھیں راستہ دکھا سکتے ہو، جو اندھے ہیں، یا جو دیکھنا نہیں چاہتے؟"

سچ مچ اللہ انسانوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرتا آدمی اپنے اوپر خود ظلم کرتا ہے" (۱۰۔ ۴۴ سے ۴۴)

"لوگوں کو عقلمندی کے ساتھ اور میٹھے شبدوں میں سمجھا کر اپنے رب کے راستے پر بلاؤ۔ اور اُن سے بحث کرو تو مٹھاس کے ساتھ کرو۔ سچ مچ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں انھیں اور جو ٹھیک راستے پر ہیں انھیں دونوں کو تمھارا رب اچھی طرح جانتا ہے۔

"اور اگر تم اُن کی کسی کڑی بات کا جواب دو تو زیادہ سے زیادہ اُسی طرح کے شبدوں میں دو جس طرح کے اُنھوں نے کہے ہوں لیکن اگر تم اُن کے کڑے شبدوں کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کر جاؤ تو سچ مچ صبر کرنے والوں کے لیے سب سے اچھا پھل ہے۔

"اس لیے صبر ہی کرو اور تم اللہ کی مدد سے ہی صبر کر سکتے ہو، اور نہ اُن کے لیے رنج کرو اور نہ وے جو ترکیبیں (تمھارے خلاف) سوچتے ہیں اُن پر اپنے کو دُکھی کرو۔

"سچ مچ اللہ انھیں کے ساتھ ہے جو بُرائی سے بچتے ہیں اور جو دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔" (۱۶۔ ۱۲۵ سے ۱۲۸)۔

نیکی یعنی سداچار

"اور تمھارے رب کا حکم ہے کہ تم سوائے اُس کے کسی دوسرے کی پوجا نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔ اگر اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں

بوڑھے ہو جائیں تو انھیں "اُف" تک مت کہو اور نہ کوئی کڑی بات کہو اُن سے جب بات کرو تو محبت اور نرمی سے کرو، اُن سے دب کر رہو، اُن پر رحم کرو اور اللہ سے یہ دعا مانگو۔ اے اللہ! اِن پر اپنی دیا کر، انھوں نے مجھے چھوٹے سے بڑا کیا ہے۔

"تمھارا رب اچھی طرح جانتا ہے کہ تمھارے من میں کیا ہے، اگر تم نیکی کروگے تو سچ مچ اللہ ان لوگوں کے (پچھلے) قصور معاف کر دیتا ہے جو اُس کی طرف مڑتے ہیں۔

"اپنے ناتے داروں کا حق ادا کرو، ضرورت مندوں، غریبوں اور پردیسیوں کو دان دو، اور اپنے مال کو برباد مت کرو۔" (۱۷- ۲۳-۲۶)۔

"اور غریبی کے ڈر سے اپنی اولاد کو مت مارو۔ اللہ انھیں اور تمھیں دونوں کو کھانا دیتا ہے۔ سچ مچ اپنی اولاد کو مار ڈالنا بہت بڑا پاپ ہے۔

"زنا یعنی بدچلنی کے نزدیک مت جاؤ، سچ مچ یہ بڑی گندی بات ہے، اور بُرا راستہ ہے۔

"کسی یتیم کے مال کے نزدیک بھی مت جاؤ، سوائے اِس کے کہ وہ نابالغ ہو اور تم اُس کی بھلائی کے لیے اُس کے مال کی حفاظت کرنا چاہتے ہو۔

اپنے وعدوں کو ہمیشہ پورا کرو، سچ مچ ہر وعدے کی بابت تم سے سوال کیا جائے گا (کہ تم نے اُسے پورا کیا یا نہیں)۔

"جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو ٹھیک ٹھیک اور پوری ناپ کر دو۔

اور جب کوئی چیز تول دو تو سچی ترازو اور ٹھیک باٹوں سے تولو، یہی نیکی ہے اور اسی میں آخر میں تمہارا بھلا ہے۔

" جس بات کو تم نہیں جانتے اُس کے پیچھے مت پڑو۔ (یعنی کسی پر ایسا الزام مت لگاؤ جو تم نہیں جانتے کہ سچ ہے) تمہارے کان، تمہاری آنکھوں اور تمہارے دل، ان سب سے سوال کیے جائیں گے کہ ان میں سے کس کس نے کیا کیا نیکی کی اور کیا کیا بدی کی ہے۔

" اِس دنیا میں اکڑ کر مت چلو کیوں کہ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ جتنے اونچے ہو سکتے ہو۔ یہ سب بری بات ہے اور تمہارے اللہ کی نظروں میں گناہ ہے یہی وہ حکمت (گیان) ہے جو تمہارے اللہ نے (تمہارے بھلے کے لیے) تم پر اتاری۔ × × × "(۱۷۔ ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۴ سے ۳۹)۔

" × × × سوائے آدمی کے قتل کے بدلے یا دھرتی پر فساد کھڑا کرنے کی سزا میں اور کسی بھی وجہ سے جو کوئی بھی کسی ایک آدمی کی جان لے گا وہ سب انسانوں کے قتل کا گنہگار رہے گا، اور جو کوئی کسی ایک کی جان بچاوے گا اس نے مانو سب آدمیوں کی جان بچائی × × × "(۵۔ ۳۲)۔

" لوگوں سے کہو کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ نے تمہیں کن کن چیزوں سے منع کیا ہے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک مت کرو (کسی اور چیز کی پوجا نہ کرو)، اپنے ماں باپ کی سیوا کرو، غریبی کے ڈر سے اپنی اولاد کو مت مارو، اللہ تمہیں اور انھیں دونوں کو روزی دیتا ہے، زنا یا بدچلنی کے نزدیک مت جاؤ چاہے ظاہر اً کھلی بدچلنی ہو اور چاہے

خیال یا من کے اندر بدچلنی ہو اور سوائے انصاف کی ضرورتوں کے کسی کی جان مت لو یہ سب اللہ کے حکم ہیں تاکہ تم سمجھو۔"

"اور کسی اناتھ یتیم کے مال کو ہاتھ مت لگاؤ سوائے اس کے کہ تم اُس کی بھلائی کے لیے، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو اُس کے مال کی دیکھ بھال کرنا چاہتے ہو۔ جو چیز ناپو پوری پوری ناپو اور جو تولو ٹھیک ٹھیک تولو۔ ایشور نے کسی کے کوئی ایسا کام سپرد نہیں کیا جسے وہ پورا نہ کر سکے اور جب بولو سچ بولو، چاہے وہ بات تمھارے کسی رشتہ داری کے خلاف کیوں نہ ہو اور اللہ کا حکم مانو یہی اُس کا حکم ہے، اس کا خیال رکھو۔"

"یہی اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہے، یہی صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ ہے، اِسی پر چلو، اس کے خلاف دوسرے دوسرے راستوں پر مت چلو کیونکہ وے تمھیں اللہ کے راستے سے دور لے جائیں گے۔ یہی اللہ کا حکم ہے تاکہ تم برائی سے بچ سکو۔" (۶۔ ۱۵۲ سے ۱۵۴)۔

"سچائی کو جھوٹ سے مت ڈھکو اور نہ جو بات تمھیں سچ سچ معلوم ہو اُسے چھپاؤ۔"

"اللہ سے دعا مانگتے رہو، غریبوں کو دان دیتے رہو، اللہ کے سامنے جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔"

"کیا تم دوسروں کو نیک بننے کی تعلیم دو گے، قرآن پڑھو گے اور پھر بھی خود اپنے کو نہیں دیکھو گے؟ کیا تمھیں سمجھ نہیں ہے؟"

"صبر اور دعا کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگو۔ سچ مچ سوائے اُن لوگوں کے جو دینتا اور نرمی سے چلتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ انھیں اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اوروں کے لیئے بڑی مشکل ہوگی"۔ (۲ - ۴۲ سے ۴۶)۔

"بے انصافی سے ایک دوسرے کا مال مت ہڑپ کر جاؤ اور (کچہریوں میں) اپنی دولت کے ذریعہ حاکم کے پاس پہنچنے کی کوشش مت کرو اس مطلب سے کہ تم جانتے ہوئے بھی بے ایمانی سے دوسروں کے مال کا کوئی حصہ لے لو"۔ (۲ - ۱۸۸)۔

"اللہ کے راستے میں اپنی دولت خرچ کرو، اپنے ہاتھوں سے اپنے کو برباد نہ کرو اور دوسروں کی بھلائی کرو۔ سچ مچ اللہ انھیں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں پر احسان کرتے ہیں"۔ (۲ - ۱۹۵)۔

"لوگ تم سے نشے کی چیزوں کی بات اور طرح طرح کے جوے کی بات پوچھیں گے۔ اُن سے کہہ دو کہ ان چیزوں میں بڑا گناہ ہے۔ کچھ لوگوں کو ان سے نفع بھی ہوتا ہے، لیکن گناہ نفع سے کہیں زیادہ ہے × × ×" (۲ - ۲۱۹)۔

"شیطان نشے کی چیزوں اور جوے کے ذریعے تمھیں ایک دوسرے سے لڑانا اور تم میں نفرت پھیلانا چاہتا ہے اور تمھیں اللہ کی یاد سے اور دعا مانگنے سے دور رکھنا چاہتا ہے، اس لیئے اُن سے بچو"۔ (۵ - ۹۱)۔

"لوگوں سے پریم کے ساتھ بولنا اور اُن کی غلطیوں کو معاف کر دینا زیادہ اچھا ہے اس کی نسبت کہ تم کسی کو دان دو اور پھر اُسے تکلیف پہنچاؤ۔ اللہ سب کے لیئے

بس ہے اور رحم دل ہے۔ اے ایمان والو! جس کو دان دو اُس کی بُرائی کر کے یا اُسے تکلیف پہنچا کر اپنے دان کو نکما نہ کر لو۔ اُس آدمی کی طرح جو دوسروں کو دکھانے کے لیئے دان دیتا ہے اور اللہ پر اور اُس دن پر جس دن سب کو اپنے کاموں کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا یقین نہیں رکھتا۔ ۔ ۔ × × ۔" (۲-۲۶۳، ۲۶۴)۔

"اے ایمان والو! اپنی کمائی کی اچھی چیزوں میں سے دان دو اور اُن چیزوں میں سے جو اللہ نے تمھارے لیئے زمین سے پیدا کی ہیں۔ بُری چیزوں (ناجائز کمائی) کی طرف اِس خیال سے نگاہ مت لے جاؤ کہ پھر تم اُن میں سے دان دے سکو گے۔ ۔ ۔ ۔" (۲-۲۶۷)۔

"اگر تم کھُلے طور پر دان دو تو اچھا ہے لیکن اگر تم چھُپا کر غریبوں کو دان دو تو یہ تمھارے لیئے زیادہ اچھا ہے۔ اس سے تمھارے کچھ نہ کچھ بُرے کام کٹیں گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔" (۲-۲۷۱)۔

"اللہ سود کھانے والے کو برکت نہیں دیتا۔ ۔ ۔ ۔" (۲-۲۷۶)۔

"اے ایمان والو! سود مت کھاؤ۔ دولت پر دولت مت بڑھاتے جاؤ۔ اللہ کے حکم کا خیال رکھو تا کہ تمھارا بھلا ہو۔" (۳-۱۲۹)۔

"(کسی سے) ڈاہ (حسد) کرنا بُری چیز ہے۔ اللہ تمھیں اس بُرائی سے بچائے" (۱۱۳-۵)۔

"تم کسی طرح بھی نیک نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اُن چیزوں میں سے کھُلے دل سے دان نہ دو جو تمھیں پیاری ہیں۔ جو کچھ تم دان دیتے ہو سچ مچ اللہ

سب جانتا ہے"۔ (۳-۹۱)۔

"جنت اُن لوگوں کے لیے ہے جو امیری میں اور غریبی میں دونوں میں کھلے دل سے دان دیتے ہیں، جو اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہیں اور جو دوسروں کے قصوروں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ انھیں پیار کرتا ہے جو دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں"۔ (۳-۱۳۴)۔

"جو لوگ بے انصافی سے اناتھوں کا مال کھا جاتے ہیں، وے سچ مچ اپنے پیٹ میں آگ ڈالتے ہیں اور جلتی ہوئی آگ میں ہی انھیں پڑنا پڑیگا۔ (۴-۱۰)۔

"اللہ چاہتا ہے کہ تم پر دیا کرے لیکن جو لوگ اپنی شہوتوں (واسناؤں) کے پیچھے چلتے ہیں وے چاہتے ہیں کہ تم اللہ سے بالکل پھرے رہو"۔ (۴-۲۷)

"اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں سے زیادہ مال دیا ہے تو تم اُس کے مال کی لالچ مت کرو۔ ہر آدمی اور ہر عورت کو اُس کی (ایمانداری کی) کمائی ضرور ملے گی، اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمھیں برکت دے۔ سچ مچ اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے"۔ (۴-۳۲)۔

"اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے ساتھ کسی کو مت جوڑو۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، ضرورت مندوں کے ساتھ، اپنے ناتے دار پڑوسی کے ساتھ، اپنے غیر ناتے دار پڑوسی کے ساتھ، سفر میں جس کا بھی ساتھ ہو جائے اُس کے ساتھ، راہ چلتوں کے ساتھ،

اور جو تمھارے ماتحت ہیں اُن کے ساتھ، سب کے ساتھ نیکی کرو اور نرمی سے برتو۔ سچ مچ اللہ گھمنڈ کرنے والوں اور اپنی بڑائی ہانکنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔"
(۳۶-۴)۔

"اے ایمان والو! ہمیشہ انصاف پر رہو اور اللہ کے لیے ہمیشہ سچی گواہی دو چاہے وہ تمھارے اپنے خلاف ہو، چاہے تمھارے ماں باپ یا تمھارے قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو اور نہ اِس میں امیر یا غریب کا کوئی خیال کرو۔ × × × " (۴-۱۳۵)۔

اے ایمان والو! اللہ کے لیے ہمیشہ سچائی پر رہو، ہمیشہ انصاف سے گواہی دو، تمھیں اگر کسی سے نفرت بھی ہو تو اس کی وجہ سے کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کرو، ہمیشہ سب کے ساتھ انصاف کرو، یہ تقویٰ (پرہیزگاری یعنی پاک زندگی) کے زیادہ نزدیک ہے۔ اللہ کا خیال رکھو، سچ مچ اللہ سب جانتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔" (۵-۸)

"اے ایمان والو! جب تک تم کعبے کی زیارت (یاترا) میں ہو تب تک کسی جانور کا شکار مت کرو۔ × × × " (۵-۹۵)۔

اور جب کبھی ان لوگوں (عربوں) میں سے کسی کے لڑکی پیدا ہو جاتی ہے، اُس کا منھ کالا پڑ جاتا ہے، اُسے غصہ آتا ہے، وہ اسے اتنا بُرا سمجھتا ہے کہ لوگوں سے اپنا منھ چھپانے لگتا ہے، وہ سوچنے لگتا ہے کہ اس لڑکی کو رکھ کر کی بے عزتی سہوں یا اسے زندہ مٹی میں گاڑ دوں۔ سچ مچ اس طرح کے خیال بہت

ہی بُرے ہیں۔" (۱۶۔ ۵۸، ۵۹)۔

"سچ مچ اللہ کی رحمت (دَیا) اُن لوگوں کے بہت پاس ہی جو دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔" (۷۔ ۵۶)۔

"اے ایمان والو! اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے مذہبی گرو اور مہنت لوگ جھوٹ موٹ لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں اور لوگوں کو ایشور کے سچے راستے سے بھٹکاتے ہیں۔ جو لوگ بھی سونا چاندی جمع کریں گے اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر ڈالیں گے انھیں بہت بُری سزا ملے گی۔" (۹۔ ۳۴)

"جو لوگ صبر کریں گے اور نیک کام کریں گے انھیں اللہ سے معافی ملے گی اور بہت بڑا بدلہ ملے گا۔" (۱۱۔ ۱۱)۔

"سچ مچ اللہ کا حکم ہی کہ دوسروں کے ساتھ انصاف کرو اور اُن کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنے پڑوسیوں کو دان دو اور گندے کام نہ کرو، بُرے کام نہ کرو، اور ایک دوسرے سے فساد نہ کرو۔ ان باتوں کا خیال رکھو۔ ... اُس عورت کی طرح کام مت کرو جو مضبوط سوت کاتتی ہی اور پھر اُسے الجھا دیتی ہی اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہی۔ لوگ اپنی قسموں کو ایک دوسرے کو دھوکا دینے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ چوں کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے تعداد میں زیادہ ہی۔ اللہ تمھیں اسی سے آزماتا ہی۔ ... اپنی قسموں کو ایک دوسرے کو دھوکا دینے کا ذریعہ مت بناؤ ... اس کی سزا تمھیں زبردست ملے گی۔" (۱۶۔ ۹۰ سے ۹۴)۔

"دھن، دولت اور بال بچے صرف اس دُنیا کی زندگی کی سجاوٹ ہیں۔

لیکن نیک کام ہمیشہ رہنے والے ہیں اور تمھیں اپنے رب سے نیک کاموں ہی کا پھل زیادہ اچھا ملے گا، نیک کاموں ہی سے تمھیں (اپنے بھلے کی) زیادہ اُمید رکھنی چاہیئے۔" (۱۸-۴۶)۔

"جو جانور قربان کیئے جاتے ہیں اُن کا گوشت یا اُن کا خون اللہ تو نہیں پہنچتا۔ اللہ تم سے صرف تمھارا تقویٰ (بُرائی سے بچے رہنا) قبول کرتا ہے۔۔۔"
(۲۲-۳۷)۔

"زنا (وبھچار) کرنے والے مرد یا عورت ہر ایک کو سو کوڑوں کی سزا دینی چاہیئے، اس بات میں اُن پر رحم کھا کر اللہ کے حکم کو نہیں توڑنا چاہیئے۔۔۔"
*(۲۴-۲)۔

"اُس رحمٰن (دیالو ایشور) کے سچے بندے وے ہیں جو عاجزی (انکساری) کے ساتھ جھک کر دھرتی پر چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے کچھ اُلٹی سیدھی بات کہتے ہیں تو وے جواب دیتے ہیں "سلام"۔" (۲۵-۶۳)۔

---

* زنا کے معنی ہیں اپنی بیاہتا (منکوحہ) بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کو بُری نگاہ سے دیکھنا۔ حدیثوں میں لکھا ہے کہ محمدؐ صاحب کے بعد دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضٰ کے زمانے میں حضرت عمرؓ کے ایک بیٹے پر زنا کا جُرم ثابت ہوا۔ حضرت عمر رضٰ نے اوپر کی آیت کے مطابق اُسے سو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ سو کوڑے پورے ہونے کے پہلے لڑکا مر گیا۔ اُسے دفن کر دیا گیا اور باقی کوڑے [illegible] کے [illegible] حضرت عمرؓ کے حکم سے اُس کی قبر پر لگائے گئے تاکہ آیت کا کہنا پورا ہو جائے۔

"لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے بیٹا! اللہ سے دعا مانگتے رہو، نیک کاموں کی طرف لوگوں کو لگاتے رہو اور برے کاموں سے منع کرتے رہو اور جو کچھ تم پر مصیبت پڑے صبر کے ساتھ جھیلتے رہو، سچ مچ یہ اللہ کا بڑا پکا حکم ہے۔"

"کسی کو چھوٹا سمجھ کر اس کی طرف سے اپنا منہ مت پھیر لو اور نہ زمین پر بہت اکڑ کر چلو۔ سچ مچ اللہ کسی گھمنڈ کرنے والے اور ڈینگ ہانکنے والے کو پیار نہیں کرتا۔"

"دنیا میں چلو پھرو تو نیکی اور سچائی سے رہو اور جب بولو تو دھیمی آواز سے بولو۔ سچ مچ گدھے کی طرح رینکنا اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔"

(۳۱ ۔ ۱۶ سے ۱۹)

"کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے چھوڑ دیے جاویں گے کہ ہم ایمان لائے ہیں، اور ان کے ایمان کی جانچ پڑتال نہیں کی جائے گی؟ ... کیا جو لوگ برے کام کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا سے بچ جائیں گے؟ وہ غلط سوچتے ہیں! ... جو لوگ بات مانیں گے اور نیک کام کریں گے، سچ مچ ہم انہیں کو نیک لوگوں میں شامل کریں گے۔" (۲۹ : ۲-۴، ۹)

"آدمی کو ہمارا (اللہ کا) حکم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، کتنی تکلیف کے ساتھ اس کی ماں اسے پیٹ میں رکھتی ہے، پھر کتنی تکلیف اٹھا کر اسے پیدا کرتی ہے، اسے دودھ پلاتی اور پالتی ہے، ڈھائی برس اس میں لگ جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے جب آدمی بڑا ہوتا ہے اور چالیس برس کا ہوتا

ہی تو خدا سے دعا مانگتا ہی۔ "اے خدا! مجھے اِس قابل بنا کہ میں تیری نعمتوں (دین) کے لیے، جو تونے مجھے اور میرے ماں باپ کو دی ہیں، تیرا شکر ادا کرسکوں اور میں نیک کام کرسکوں جن سے تو خوش ہو اور میری اولاد کا بھلا کر۔ سچ مچ میں تیرا سہارا چاہتا ہوں اور میں تیرے حکموں کے سامنے سر جھکاتا ہوں۔"

(۴۶-۱۵)۔

"اے ایمان والو! کوئی آدمی کسی دوسرے پر نہ ہنسے، ممکن ہی جس پر وہ ہنستا ہی وہ اِس سے اچھا ہو اور نہ کوئی عورت دوسری عورت پر ہنسے، ممکن ہی جس پر وہ ہنستی ہی وہ اس سے اچھی ہو۔ ایک دوسرے کے دوش یعنی نقص مت نکالو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو۔ ایمان والوں کے لیئے کسی کو بھی نام رکھنا بُرا ہی جو کوئی نہیں مانے گا وہ اپنے اُوپر ظلم کرے گا۔"

"اے ایمان والو! دوسروں پر بہت شک مت کرو۔ سچ مچ کبھی کبھی شک کرنا گناہ ہوتا ہی۔ دوسروں کے نقص ڈھونڈھتے مت پھرو اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی کرو۔ پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا ایسا ہی جیسا اپنے مُردہ بھائی کا مانس کھانا۔ کیا تم میں سے کوئی اسے پسند کرے گا؟ نہیں، تم اسے بُرا سمجھتے ہو اس لئے اللہ کا خیال رکھو۔ سچ مچ اللہ بار بار تمھاری طرف مُڑنے والا اور دیا کرنے والا ہی۔"

"اے لوگو! سچ مچ اللہ نے تمھیں عورت اور مرد سے پیدا کیا ہی اور تمھیں خاندانوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹ دیا ہی تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

سچ مچ اللہ کی نظروں میں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ برائی سے بچتا ہے۔ سچ مچ اللہ سب کچھ جانتا سمجھتا ہے۔" (۴۹-۱۱سے ۱۳

"تاکہ جو تمھیں نہیں ملا اس پر تم رنج نہ کرو اور جو کچھ تمھیں ملا ہے اُس پر پھولو نہیں۱: اللہ کسی گھمنڈ کرنے والے اور ڈینگ مارنے والے کو پیار نہیں کرتا۔"

(۵۷-۲۳)۔

"جو بُرا کام کرتا ہے اُس کی اپنی آتما (نفس اللوّامہ) اُسے بُرا کہتی ہے۔۲"

(۷۵-۲)۔

"جنت اُن لوگوں کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اپنے آپ کو خواہشوں سے روک کر رکھتے ہیں۔" (۷۹-۴۰، ۴۱)۔

ایک بار عبداللہ نامی ایک غریب اندھا محمد صاحب کے پاس آیا اور کچھ پوچھنے لگا۔ محمد صاحب اُس وقت کچھ قریش کے سرداروں سے بات چیت کر رہے تھے اُنھیں بُرا لگا۔ انھوں نے اُس اندھے کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اس پر قرآن کے نیچے لکھی آیتیں اُتریں۔

"تم نے (محمد صاحب نے) ناراض ہو کر پیٹھ موڑ لی کیوں کہ تمھارے پاس ایک اندھا آیا تھا۔ تمھیں کیسے معلوم ہو کہ وہ اندھا اپنے آپ کو پاک کرے گا؟ تمھاری بات سُنے گا اور اس سے فائدہ اٹھائے گا؟ اور جو لوگ اپنے لیے تمھاری

۱۔ نہ اچھی چیز پاکر بہت خوش ہو اور نہ بُری چیز پاکر بہت دُکھی ہو (گیتا ۵-۲۰)۔

۲۔ اچھا کُلتا ہی تپ — چین تتوارتھ سوتر۔

ضرورت نہیں سمجھتے، ان سے تم بات کرتے ہو۔ اگر وے اپنے کو پاک نہ کریں تو تمہارا کوئی قصور نہیں۔ لیکن جو آدمی محنت کر کے تمہارے پاس آیا ہی اور اللہ سے ڈرتا ہی، کیا تم اُس سے منہ موڑ لو گے؟ نہیں۔ اصلی پڑتین اُسی کو ملنا چاہیئے۔" (۸۰-۱ سے ۱۱)۔

"زیادہ دھن دولت تمہارے دل کو اللہ کی راہ سے ہٹاتی ہی* یہاں تک کہ موت تمہیں آگھیرتی ہی۔ نہیں تمہیں جلدی ہی چلا جاوے گا، نہیں، نہیں، تمہیں جلدی ہی پتہ چل جائے گا۔ نہیں تمہیں ٹھیک سمجھ ہوتی تو تمہیں اپنے کاموں کا نتیجہ نرک دکھائی دیتا اور تمہیں اس کا یقین ہو جاتا۔ آخر میں دن آئے گا جب تم سے ضرور پوچھا جائے گا کہ تم نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا کیا کیا" (۱۰۲-۱ سے ۸)۔

"وے لوگ برباد ہو جائیں گے جو بے ایمانی کرتے ہیں۔ جو جب دوسروں سے چیز لیتے ہیں تو پورا ناپ کر لیتے ہیں، لیکن جب دوسروں کو دیتے ہیں یا اُن کے لیئے تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔" (۸۳-۱ سے ۳)۔

"اللہ نے ترازو اور ناپ تول اس لیئے بنائے ہیں کہ تم کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کرو، سب کے ساتھ انصاف کرو اور کسی کا حق نہ مارو۔" (۵۵-۷ سے ۹)

"اللہ نے آدمی کے لیئے دو صاف صاف راستے بتا دیئے ہیں۔ ایک راستہ داہنے ہاتھ کا ہی جو پہاڑی کی چڑھائی کی طرح مشکل ہی اور دوسرا راستہ بائیں ہاتھ کا ہی

---

* سچائی یعنی حق کا منہ سونے کے ڈھکن سے ڈھکا ہوا
نوٹ۔ اپنیشد

جو پہاڑ کے اتار کی طرح آسان ہے۔ لیکن آدمی چڑھائی کے راستے سے بچتا ہے۔ تم کیسے سمجھو گے کہ یہ پہاڑ کی چڑھائی کا راستہ کیا ہے؟ وہ راستہ یہ ہے۔ غلاموں کو آزاد کرنا * اور بھوک کے دنوں میں اپنے رشتہ داروں کو، یتیموں کو اور مٹی میں لوٹتے ہوئے غریب آدمی کو کھانا دینا۔ جو آدمی ایسا کرتا ہے وہی سچا مومن یعنی ایمان والا ہے۔ ایسے لوگ ہی ایک دوسرے کو صبر کرنے اور دوسروں پر دیا کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہی داہنے ہاتھ کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ اس کے خلاف جو لوگ ہماری بات نہیں مانتے وہ بائیں ہاتھ والے راستے پر چلنے والے ہیں۔ اُن کے اوپر آگ پڑی ہے۔" (۹۰ - ۱۰ سے ۲۰)۔

---

* غلامی کا رواج قریب قریب سب پرانے ملکوں میں تھا۔ روم میں یہ رواج سب سے زیادہ بڑھا اور اس نے سب سے بھیانک شکل لی۔ جتنا ظلم غلاموں پر روم میں ہوتا تھا اتنا دنیا میں کہیں نہیں ہوا۔ یورپ اور امریکہ میں یہ جنگلی پن کا رواج اٹھارھویں صدی تک جاری تھا۔ قرآن نے اس پرانے رواج کو بہت کم کر دیا۔ جنگ کے قیدیوں کا جنگ کے بعد رکھا جانا قرآن نے بالکل بند کر دیا (۴۷ - ۴) اور "غلاموں کو آزاد کرنا" بہت سی نیکیوں میں سب سے بڑے ثواب یعنی پُن کا کام بتایا گیا ہے۔ (۹۰ - ۱۳ وغیرہ)

محمد صاحب کو اپنی زندگی میں جتنے غلام ملے، قرآن کے اسی حکم کے مطابق انہوں نے سب کو اسی وقت آزاد کر دیا۔

"The Holy Quran"
by Mohammad Ali
P. 1192

یتیم کسی اناتھ پر ظلم نہ کرو، کسی مانگنے والے پر ناراض مت ہو اور سب کو اللہ کی نعمت (دین) کی خوشخبری دو" (۹۳ - ۹ سے ۱۱)۔

"زمانے کا حال دیکھو! سچ مچ سوا اُن لوگوں کے، جو بات مان لیں اور نیک کام کریں اور ایک دوسرے کو سچائی پر رہنے اور صبر کی صلاح دیں، باقی سب آدمی گھاٹے میں رہیں گے" (۱۰۳ - ۱ سے ۳)۔

"لوگوں کو سوا اِس کے اور کچھ حکم نہیں دیا گیا کہ وے پاک دل سے اللہ کی عبادت کریں، سچے اور ایمان دار رہیں، اللہ سے دعا مانگتے رہیں اور غریبوں کو دان دیں۔ یہی دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ یعنی اصلی اور پکا دین ہے" (۹۸ - ۵)۔

"کیا تم نے سوچا ہے کہ دین کو جھوٹا ٹھہرانے والا آدمی کون ہے؟ دین کو جھوٹا ٹھہرانے والا آدمی وہ ہے جو کسی یتیم کو ستاتا ہے اور جو غریبوں کو کھانا دینے پر زور نہیں دیتا۔ ایسے آدمی جب نماز پڑھتے ہیں تو اُن پر افسوس ہے کیوں کہ وہ نماز کے اصلی مطلب کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ وہ صرف دکھاوا کرتے ہیں اور خیرات سے ہاتھ روکتے ہیں" (۱۰۷ - ۱ سے ۷)۔

بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دو

"لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا قصہ سچ سچ سنا دو۔ اِن دونوں لڑکوں نے اللہ کے لیے قربانی (اُپاسنا) کی پر اللہ نے ایک کی قربانی منظور کی اور دوسرے کی نہیں کی۔ (بات یہ تھی)۔ اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تھا "میں سچ مچ تمھیں مار ڈالوں گا" دوسرے نے جواب دیا۔ اللہ

صرف اُن کی قربانی منظور کرتا ہی جو بُرائی سے بچتے ہیں۔ اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیئے ہاتھ بڑھاؤگے تب بھی میں تمھیں قتل کرنے کے لیئے تمھاری طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ سچ مچ میں اُس اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب دنیاؤں کا رب یعنی پالنے والا ہی۔ (اللہ نے آدم کے اسی دوسرے بیٹے کی قربانی منظور کی پہلے کی نہیں کی)۔ (۵۔ ۲۷۔ ۲۸)۔

"یہودیوں کی کتاب) توریت میں ہم (اللہ) نے حکم دیا ہی کہ تم جان کے بدلے میں جان لے سکتے ہو' آنکھ کے بدلے میں آنکھ' ناک کے بدلے میں ناک' کان کے بدلے میں کان اور دانت کے بدلے میں دانت؛ ایسے ہی اگر کوئی تمھیں گھائل کر دے تو تم اس کا بھی اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو۔ لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور بدلہ نہ لے تو اور بھی اچھا ہی' اس سے معاف کر دینے والے کے پاپوں کا کفارہ (پرائشچت) ہو جائے گا" (۵۔ ۴۵)۔

"اگر تم کچھ لوگوں سے اس لیئے دشمنی رکھتے ہو کیوں کہ اُنھوں نے اللہ کی

۱۔ قربانی شبد "قرب" سے بنا ہو جس کے معنی "قریب ہونا" یا "پاس آنا" ہی۔ سنسکرت "یگیہ" شبد کے بھی نقلی معنی "ملنا" ہی۔ قربانی یا یگیہ ان کاموں کو کہتے تھے جن سے سمجھا جاتا تھا کہ آدمی ایشور کے زیادہ نزدیک پہنچتا ہی یا اُس سے جا ملتا ہی۔ اس طرح قربانی' اُپاسنا اور یگیہ تینوں کے نقلی معنی ایک ہیں۔

۲۔ ٹھیک یہی بات حضرت عیسیٰ نے انھیں شبدوں میں انجیل میں کہی ہی۔

پاک مسجد میں جانے سے روکا* تو بھی اس دشمنی کی وجہ سے تم حد سے نہ بڑھو۔ ایک دوسرے کو نیکی کرنے اور برائی سے بچنے میں ہی مدد دو' برائی کرنے میں اور دوسرے کو تکلیف پہنچانے میں کسی کو مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرو نہ ۔ ۔ ۔" (۵-۲)

"اے محمدؐ! اُن لوگوں میں سے کچھ سے تمھیں ہمیشہ دغا ملے گی (یعنی ایک مرتبہ تمھاری بات مان کر بھی دے پھر جاویں گے) انھیں معاف کر دینا اور جانے دینا۔ سچ مچ اللہ انھیں سے پیار کرتا ہے جو دوسروں کے ساتھ نیکی اور احسان کرتے ہیں۔" (۵-۱۳)

"جو لوگ صبر کرتے ہیں' اپنے اللہ کو خوش رکھنا چاہتے ہیں' دُعائیں مانگتے ہیں اور جو کچھ ایشور نے انھیں دیا ہے اُس میں سے چھپا کر اور کھلے دان دیتے ہیں' اور جو کوئی اُن کے ساتھ بُرائی کرتا ہے' اس کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں' انھیں اُس دنیا میں اچھا گھر رہنے کو ملے گا۔" (۱۳-۲۲)۔

"اگر تمھیں کوئی دُکھ پہنچادے تو تم اس سے اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو' جتنا اُس نے تمھارے ساتھ کیا۔ لیکن اگر تم صبر کر جاؤ تو سچ مچ صبر کرنے والوں کو سب سے اچھا پھل ملے گا۔ اس لیئے صبر ہی کرو۔ بنا اللہ کی مدد کے تم صبر نہیں کر سکو گے۔ دوسروں کی فکر مت کرو۔ تم اس فکر میں مت پڑو

* مکہ کے ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے مسلمانوں کو زبردستی اُن کے گھروں سے نکال دیا تھا اور جن سے مسلمانوں کی جنگ جاری تھی۔

کہ دوسرے کیا سوچ رہے ہیں۔ سچ مچ اللہ انھیں کے ساتھ ہے جو برائی سے بچتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔" (۱۶۔ ۱۲۶ سے ۱۲۸)

"برائی اور بھلائی برابر نہیں ہو سکتیں۔ برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔ اور تم دیکھو گے کہ جسے تم سے دشمنی تھی وہ بھی تمھارا گہرا دوست ہو جائے گا۔"

" اور اگر کسی شیطان یا برے آدمی کی طرف سے تمھیں کوئی نقصان پہنچے تو اللہ کی پناہ لو۔ سچ مچ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔" (۴۱۔ ۳۴ سے ۳۶)

"کوئی تمھارے ساتھ برائی کرے تو اسے اتنی ہی سزا دے سکتے ہو جتنی اس نے برائی کی۔ لیکن جو کوئی معاف کر دیتا ہے اور اس طرح معاف کر کے برائی کرنے والے کا سدھار کرتا ہے اسے اللہ سے انعام ملتا ہے۔ سچ مچ اللہ ظلم کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔ جس کسی پر ظلم کیا جاوے وہ اگر اپنا بچاؤ کرے تو اس کا کوئی قصور نہیں۔ قصور ان کا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دھرتی پر حق (انصاف) کے خلاف جھگڑے کھڑے کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو اللہ سے بڑی سزا بھگتنی پڑے گی۔ لیکن جس پر ظلم کیا گیا وہ اگر صبر کرے اور معاف کر دے تو سچ مچ یہ کام وہی جو کرنے کے قابل ہے۔ یہی ارادہ کرنا چاہیئے۔" (۴۲۔ ۴۰ سے ۴۳)

"برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔ اللہ خوب جانتا ہے لوگ کیا چاہتے ہیں۔" (۲۳۔ ۹۶)۔

کچھ اور آیتیں

"تم اللہ سے کیسے انکار کر سکتے ہو؟ تم مر چکے تھے اور اس نے تمھیں زندہ

کیا وہ پھر تمھیں مُردہ کرے گا اور پھر زندہ کرے گا اور پھر تم اخیر میں اُسی کے پاس جاؤ گے"۔ (۲-۲۸)۔

"سچ مچ اللہ دانے میں سے اور گٹھلی میں سے انکوا پھوڑ نکالتا ہے؛ وہ مُردہ سے زندہ اور زندہ سے مُردہ کرتا ہے۔ یہ اللہ ہی کے کام ہیں پھر تم اُس سے کیوں پھرے ہوئے ہو؟" (۶-۹۶)۔

"اللہ ہی نے تمھیں زندگی دی ہے۔ وہی تمھیں موت دے گا۔ پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا۔ سچ مچ آدمی ناشکرا ہے"۔ (۲۲-۶۶)

"اے ایمان والو! صبر کرو اور اللہ سے دُعا مانگو۔ اِس طرح اللہ سے مدد چاہو سچ مچ اللہ اُنھیں کے ساتھ ہے جو صبر کرتے ہیں؛

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُنھیں مرا ہوا مت کہو۔ نہیں وہ زندہ ہیں۔ پر تم اُنھیں دیکھ نہیں پاتے؛

"اور اِس میں کوئی شک نہیں، اللہ تمھیں ڈر، بھوک، پیاس اور جان مال اور پھلوں کے نقصان، سب کے ذریعے تھوڑا تھوڑا آزمائے گا۔ لیکن جو لوگ صبر سے کام لیں گے اُنھیں خوشخبری دو؛

"اُنھیں خوشخبری دو جن پر جب بھی کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وے کہتے ہیں۔ سچ مچ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہمیں اللہ ہی کے پاس جانا ہے؛

"یہی لوگ ہیں جن کے لیے اللہ کی برکتیں اور اس کی رحمت ہے۔ یہی ٹھیک

راستے پر چلنے والے ہیں۔" (۲-۳-۵ اسے ۵۷)۔

"جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، اُن کا رکھنے والا اللہ ہی، وہی اُنھیں اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لے جاتا ہی * * *" (۲-۲۵۷)

"اِس کھلی کتاب (قرآن) کے ذریعہ اللہ اُن لوگوں کو شانتی کا راستہ دکھاتا ہی جو اللہ کی مرضی پر چلتے ہیں۔ اللہ اپنی مرضی سے اُنھیں اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لے جاتا ہی اور اُنھیں سیدھے راستے پر لے چلتا ہی۔" (۵-۱۶)

"اللہ ہی نے یہ کتاب (قرآن) تمھارے (محمد صاحب کے) گھٹ میں اُتاری ہی۔ اِس کی کچھ آیتیں "محکمات" یعنی پکے اور صاف صاف حکم ہیں۔ یہی اِس کتاب کی جڑ بنیاد ہیں، باقی آیتیں "متشابہات" یعنی تشبیہ یا مثال کے طور پر ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھاپن ہی وے قرآن کے اُسی حصّے پر چلتے ہیں جو تشبیہ یا مثال کے طور پر کہا گیا ہی۔ وہ اس کے ذریعہ فتنہ (جھگڑا یا پھوٹ) کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور اُن کا اپنا ہی مطلب لگاتے ہیں، لیکن اُس کا مطلب سوا اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جو پکّے گیانی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اُسے مانتے ہیں، یہ سب ہمارے ربّ کی دین ہی، دور کی سوچنے والے ہی اس کی پرواہ کرتے ہیں۔" (۳-۶)

"سچ مچ اللہ کسی مچھر تک کی یا اُس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینے میں

* ہمیں اندھیرے سے اجالے میں لے چل۔ اپنشد

نہیں شرماتا۔ پھر جو لوگ مانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کے رب کی طرف سے سچائی ہی۔
اور جو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں۔ اللہ کا اس بیان سے کیا مطلب ہی؟ اس سے
بہت سے غلط راستے پر پڑ جائیں گے اور بہت سے ٹھیک راستے پر لیکن
سوا بدی کرنے والوں کے کوئی اس سے غلط راستے پر نہیں پڑ سکتا" (۲-۲۶)

" اور اہل کتاب میں سے یعنی اُن لوگوں میں سے جن کے پاس مذہبی کتابیں
ہیں، کچھ تو ایسے ہیں کہ اگر تم دولت کا ایک ڈھیر بھی اُن میں سے کسی کے سپرد
کر دو تو وہ تمھیں واپس کر دیں گے اور انھیں میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر تم اُن
میں سے کسی کو ایک دینار (ایک سکّہ) سپرد کر دو تو جب تک تم واپس لینے پر ڈٹ
ہی نہ جاؤ وہ کبھی واپس نہ کریں گے' اس طرح کے لوگ بکتے ہیں کہ۔ ان لوگوں
کے ساتھ جن کے پاس الہامی کتابیں نہیں ہیں ہم اگر وعدہ کر کے پورا نہ کریں تو ہم
پر (اللہ کی طرف سے) کوئی الزام نہیں : ایسا کہنے والے جان بوجھ کر اللہ کے خلاف
جھوٹ بولتے ہیں :

" نہیں، جو کوئی اپنے وعدے کو پورا کرتا ہی اور بُرائی سے بچتا ہی' اللہ سچ مچ
اُسی کو پیار کرتا ہی" (۳-۷۴، ۷۵)

" جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُنھیں مُردہ مت سمجھو نہیں، وہ
زندہ ہیں اور اُن کا رب انھیں روزی دیتا ہی" (۳-۱۶۸)

" . . . اور اس دنیا کی زندگی سوائے جھوٹے دھن (مَتَاعُ الغُرور یعنی مایہ)
کے اور کچھ نہیں ہی" (۳-۱۸۴)

"افسوس ہی ہر ایسے آدمی پر جو کسی دوسرے کی بُرائی کرتا ہی، کسی کو بدنام کرتا ہی؛
"جو دولت جمع کرتا ہی اور سمجھتا ہی کہ وہ اُس کے کام آئے گی؛
"وہ سمجھتا ہی کہ اس کی دولت اُسے قائم رکھے گی؛
"نہیں وہ سچ مچ بہت بڑی آفت میں پڑے گا؛
"اور تم کیسے سمجھوگے کہ وہ بڑی آفت کیا ہی؟؛
"وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہی
"جو (پچھتاوے کی شکل میں) آدمیوں کے دلوں کے اوپر جلتی ہی؛
"سچ مچ یہ آگ بڑے بڑے کھمبوں کی شکل میں (یعنی ایسی ایسی بے چین کردینے والی خواہشوں کی شکل میں جو کبھی پوری نہیں ہوسکتیں) اُنھیں گھیرے گی"

(۱۰۴ - ۱ سے ۹)

"کہہ دو کہ میرے رب نے صرف گندی باتوں (بد چلنی) کو منع کیا ہی، کھُلی ہوئی گندی باتوں کو بھی اور چھپی ہوئی گندی باتوں کو بھی؛ اور پاپ کرنے کو منع کیا ہی اور حق یا انصاف کے خلاف بغاوت کرنے کو منع کیا ہی اور اس بات کو منع کیا ہی کہ تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو جوڑو جس کا تمھیں حق نہیں دیا گیا اور اللہ کی بابت ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔" (۷ - ۳۳)

"سچ مچ اللہ کی رحمت (اُس کی دیا) اُن لوگوں کے نزدیک ہی جو دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔" (۷ - ۵۶)

"اللہ نے اپنی نعمتیں یعنی دنیا کی اچھی چیزیں کبھی کسی قوم سے نہیں چھینیں،

جب تک کہ اُس قوم نے آپ اپنی حالت کو نہیں بدل دیا۔ کیوں کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔" (۸-۵۳)

"اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت کو نہیں بدلتی۔" (۱۳-۱۱)

"اور جب کبھی ایشور نے کسی بستی کے لوگوں کو اُن کے پاپوں سے آگاہ کرنے کے لیئے ان میں کوئی رسول بھیجا ہے تو وہاں کے عیش میں ڈوبے ہوئے لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہم تمھاری بات ہرگز نہیں مانتے۔

"وہ کہتے ہیں، ہمارے پاس بہت دولت اور بال بچے ہیں۔ ہمیں کوئی سزا نہیں دے گا۔

"کہہ دو، میرا رب جسے چاہتا ہے بہت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم کر دیتا ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں سمجھتے۔

"نہ تمھاری دولت تمھیں اللہ کے نزدیک لا سکتی ہے اور نہ تمھارے بال بچے۔ اللہ کے نزدیک وہی جا سکتا ہے جو بات مان لے اور نیک کام کرے ++ +" (۳۴-۳۴ سے ۳۷)

"جو کوئی دوسری دنیا (پرلوک) میں بھلائی چاہتا ہے۔ اللہ اُسے وہی زیادہ دیتا ہے اور جو کوئی اس دنیا کا سُکھ چاہتا ہے، اُسے وہی ملتا ہے، اسے پھر دوسری دنیا کا سُکھ نصیب نہیں ہوتا۔" (۴۲-۲۰)

"لیکن اے محمدؐ! اگر لوگ تم سے منھ پھیریں تو ہم نے (اللہ نے) تمھیں ان کے

اوپر چوکیدار (حفیظ) بناکر نہیں بھیجا ہے۔ تمھارا کام صرف اپنا پیغام (سندیشا) سنادینا ہے۔ ۔ ۔ ۔" (۴۲ - ۴۸)

"سمجھو کہ اس دنیا کی زندگی کیا ہے۔ کھیل کود تماشہ، دوسروں کے سامنے بڑھا ہکنا، اور دھن دولت اور بال بچوں کے بڑھانے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنا، ہی بس اس دنیا کی زندگی ہے۔ اس بارش کی طرح (تھوڑی دیر کی) ہے جس سے ہریالی اُگی، کسان خوش ہوا، پھر وہ ہریالی مُرجھا گئی، پیلی پڑی، سوکھی اور ٹوٹ گئی۔ اور دوسری دنیا (پرلوک) میں (بُرے کاموں کی) سزا بھی ہے اور اللہ سے معافی بھی ہے اور اللہ کی خوشی بھی۔ اور اس دنیا کی زندگی سوائے دھوکے (مایا) کے اور کچھ نہیں۔" (۵۷ - ۲۰)۔

"اے ایمان والو! سچ مچ تم میں سے کچھ کے لیے بیوی اور بچے تمھارے دشمن ہیں، اس لیے خبردار رہو اور اگر تم دوسروں کو معاف کردو اور برداشت کرلو اور جانے دو تو سچ مچ اللہ بھی معاف کردینے والا اور دیاوان ہے۔

"تمھارا مال اسباب اور بال بچے صرف تمھیں پرکھنے کی چیزیں ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا انعام ہے۔" (۶۴ - ۱۴، ۱۵)

"سچ مچ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔" (۹۴ - ۵)

"اے ایمان والو! اللہ کا خیال رکھو اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔ اللہ تم پر دو طرح کی دیا کرے گا۔ ایک تمھارے اندر وہ روشنی (نور) دے گا جس کے اُجالے میں تم چل سکو٭ اور دوسرے تمھیں معاف کردے گا۔ اللہ معاف

٭ رنگ محل میں دیپ برت ہے آسن سے مت ڈول، رکا تو ہے رام ملیں گے۔ کبیر

کرد ینے والا اور دیاوان ہے۔" (۵۶ - ۳۸)

"سچ مچ اُسی آدمی کا بھلا ہوگا جو اپنی آتما کو پاک کرے گا۔
"جو اپنے رب کو یاد کرے گا اور اس سے دُعا مانگے گا۔
"نہیں، تم اس دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو!۔
"پر اُس دنیا کی زندگی زیادہ اچھی اور زیادہ ٹکاؤ ہے
"سچ مچ یہی بات اس سے پہلے کی کتابوں میں کہی گئی ہے۔" (۸۷-۱۴ تا ۱۸)
"اے نفس مطمئنہ! یعنی اے شانت اور سنتشٹ آتما والو!
"اپنے رب سے خوش اور رب تم سے خوش اس اپنے رب ہی کے پاس

لوٹ جاؤ۔" (۸۹ - ۲۷، ۲۸)

"اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔
"سورج اور اس کی روشنی کا خیال کرو۔
"اور چاند کا جو سورج سے روشنی لیتا ہے۔
"اور دن کا جب وہ دنیا کو نظر کے سامنے کھول دیتا ہے۔
"اور رات کا جب وہ دنیا پر پردہ ڈال دیتی ہے۔
"اور آسمان اور اُس کی بناوٹ کا۔
"اور زمین اور اُس کے پھیلاؤ کا۔
"اور نفس (آتما) اور اس کے کمال (پورنتا) کا
"اسی اللہ نے ہر آتما کے اندر یہ بات پیدا کی کہ وہ سمجھے بُرائی کیا ہے اور برائی

سے بچنا کیا ہے۔

"سچ مچ اسی آدمی کا بھلا ہوگا جو اپنی آتما کو پاک کرے گا"
"اور وہ سچ مچ گھاٹے میں رہے گا جو اپنی آتما کو گندا کرے گا" (۹۱-ا سے ۱۰)

نچوڑ

آخر میں ہم تھوڑے سے میں قرآن کے بنیادی اصول اور اس کی تعلیم کا نچوڑ دے دینا چاہتے ہیں۔ قرآن کے بنیادی اصول یہ ہیں:-

(۱) اللہ ایک ہے۔ اس کی کوئی شکل صورت نہیں ہے۔ وہ سب "دنیاؤں کا مالک" اور سب کو ان کے کاموں کا پھل دینے والا ہے۔ اس ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پوجا نہیں کرنی چاہیئے۔

(۲) سب آدمی اسی ایک ایشور کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ "آدمیوں میں سب سے بڑھ کر عزت کے قابل وہ ہے جو برائی سے بچے اور نیکی کے کاموں میں لگا رہے"۔

(۳) دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کا نکاس اسی ایک اللہ سے ہے۔ ان سب مذہبوں کے قائم کرنے والوں کو ایک ہی طرح اسی اللہ سے روشنی ملی ہے۔ اس لیئے یہ سب دھرم سچے ہیں اور جڑ میں "سب دھرم ایک ہیں"۔

(۴) الگ الگ مذہبوں میں صرف اپنے اپنے زمانے ملک اور حالت کے فرق سے ریت رواج اور پوجا عبادت کے طریقوں میں فرق ہے، بنیادی اصولوں میں فرق نہیں۔ جھگڑے کی وجہ یہ ہو جاتی ہے کہ لوگ اپنے مذہبوں کے ان بنیادی

اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں اور نیکی اور بھلائی کے کاموں کی جگہ "شرع اور منہاج" کو یعنی ریت رواج اور پوجا کے طریقوں کو زیادہ ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔"

(۵) اصلی چیز یہ نہیں ہے کہ آدمی پوجا عبادت کے وقت پورب کو منھ کرے یا پچھم کو۔ اصلی چیز یہ ہے کہ آدمی ایک اللہ کو مانے اور نیک کام کرے۔" قرآن میں نماز اور روزے دونوں کا حکم ہے لیکن نہ نماز کا کوئی ایک خاص ڈھنگ مقرر کیا گیا اور نہ روزے کا کوئی خاص کڑا قانون۔ نماز اور روزے دونوں کی غرض یہی بتائی گئی ہے کہ "آدمی بُرائی سے بچا رہے اور نیک کام کرے۔" جو آدمی بھی ایک اللہ کو مانے اور نیک کام کرے وہ چاہے کسی بھی خاص دھرم کا ماننے والا ہو اُسے نہ کوئی ڈر ہے نہ کوئی غم۔"

(۶) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مذہب کے بنیادی اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں تو اللہ اُن میں کوئی نہ کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ اُن میں "سچے دین کو پھر سے قائم" کرتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اس طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں ہوتے رہے ہیں۔"

(۷) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یا الگ الگ ملکوں اور قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔"

(۸) "قرآن اپنے سے پہلے کی سب الہامی یعنی ایشوری کتابوں کی تصدیق کرتا ہے" یعنی انھیں سچا ٹھہراتا ہے، اور محمدؐ صاحب اپنے سے پہلے کے "سب پیغمبروں کی مُہر" یعنی اُن سب کی تصدیق کرنے والے ہیں۔"

(۹) گیتا کی طرح قرآن بھی خاص خاص حالتوں میں اگر دوسرے حملہ کریں تو اپنے دھرم کے لئے جہاد کے لیئے ہتھیار اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے لیکن "اگر دشمن ہٹ جاوے اور تم سے نہ لڑے یا صلح کرنا چاہے تو پھر اللہ تمھیں اُن سے لڑنے کی اجازت نہیں دیتا"؛ قرآن کا اصول ہے کہ مذہب کے معاملے میں کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی نہیں ہونی چاہیے"۔ ہر معاملے میں قرآن کا یہ بھی صاف حکم ہے کہ "اگر آدمی دوسروں کے سب قصوروں کو معاف کردے، صبر کے ساتھ برداشت کرے اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دے تو اُس کے لیئے زیادہ اچھا ہے:" "کیوں کہ اللہ بھی سب کو معاف کر دینے والا اور سب پر دیا کرنے والا ہے:" "سچ مچ اللہ انھیں ہی پیار کرتا ہے جو دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں:"

دوسرے شبدوں میں قرآن کے اندر بار بار دو باتیں بتائی گئی ہیں، ایک "ایمان" یعنی وشواس اور دوسرے "نیک عمل" یعنی نیک کام۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی "ایک اللہ پر اور اُس کے بھیجے ہوئے سب ملکوں اور قوموں کے سب پیغمبروں یا رسولوں پر، سب ایشوری کتابوں پر، اپنے اندر کے نیک رجحانوں (اچھی پرورتیوں) اور مرنے کے بعد کی زندگی پر۔ ان سب پر یقین

کرے۔ نیک عمل کا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اپنے جسم سے، مال سے اور دل سے سب کے ساتھ نیکی کرے۔"

سچ یہ ہے کہ جہاں تک قرآن کے بنیادی اصولوں کی بات ہے، دنیا کی اور سب بڑی بڑی مذہبی کتابوں کی طرح قرآن بھی سب ملکوں، سب قوموں، اور سب آدمیوں کی ایک برابر ہوتی ہے، اور کسی بھی سچے کھوجی کو دھرم اور روحانی ترقی کا ٹھیک راستہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔ پریم اور دھیان سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اُسی مذہب انسانیت، اسی مانو دھرم کی تعلیم دیتا ہے جو ساری دنیا کے لئے برابر ہے اور جو سب مذہبوں کا جوہر ہے۔ اُسے ہی ہندو سنتوں نے "پریم دھرم" اور مسلمان صوفیوں نے "مذہب عشق" کہا ہے۔

کچھ اور آیتیں

عورتوں کے بارے میں :-

عورتوں اور مردوں کے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں قرآن میں جگہ جگہ طرح طرح کی ہدایتیں ہیں۔ ان ہدایتوں سے اس زمانے کے عربوں کے رواجوں اور عادتوں میں بہت بڑا سدھار ہوا اور وہ اپنے کو برائیوں سے بچا کر پاک زندگی بسر کرنے کی طرف چلنے لگے۔ جس طرح ہندوؤں کی "نارد اسمرتی" میں لکھا ہے۔ "استریاہ کشیترم ویجنوزا" یعنی عورتیں کھیت ہیں اور مرد ان میں بیج ڈالنے والے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں عورتوں کی مثال کھیتی کی زمین کے ساتھ دی گئی ہے۔ (۲: ۲۲۳) مراد یہ ہے کہ عورت کا کام آدمی کی خواہش (واسنا) کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ اس کی نسل کو چلانا اور بچوں کا پالنا ہے۔

محمد صاحب سے پہلے عرب میں عورتوں کے کسی طرح کے کوئی حق نہیں تھے نہ انھیں باپ دادا کی جائداد کا کوئی حصہ ملتا تھا۔ اُن کا درجہ کچھ کچھ جانوروں یا مال اسباب کا سا مانا جاتا تھا * قرآن نے حکم دیا کہ "جس طرح مردوں کے عورت پر حق ہیں اسی طرح عورت کے مرد پر حق ہیں۔ (۲۔ ۲۲۸)۔

"عورتیں مردوں کے لئے اور مرد عورتوں کے لیئے، دونوں ایک دوسرے

---

* قرآن۔ محمد علی۔ انگریزی ترجمہ صفحہ ۱۰۵۔

کے لیئے لباس یعنی ایک دوسرے کی شوبھا ہیں۔" (۲-۱۸۷)

قرآن میں بار بار عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا، انصاف کرنے کا اور اُن کے مال دھن کی حفاظت کرنے کا حکم ہے۔ مرد کو کوئی حق نہیں کہ عورت کا جو الگ دھن ہو اسے اس سے لے یا "جو مرد اُسے دے چکا ہو اُسے پھر اُس سے واپس لے۔"

(۲-۲۲۹)

قرآن سے پہلے عورت کو اپنے باپ، بھائی، خاوند یا کسی کے بھی مرنے پر اُس کی جائداد سے کسی طرح کا حصہ نہ ملتا تھا۔ قرآن نے حکم دیا:-

"ماں باپ یا اس کے رشتہ دار جو کچھ چھوڑ جاویں اس میں سے ایک حصہ مردوں کو ملے گا اور ایک حصہ عورتوں کو۔ چاہے کُل جائداد کم ہو یا زیادہ سب کا حصہ طے ہے۔" (۴-۷)

چھوٹے بچوں کو بھی ماں باپ یا کسی رشتہ دار کے مرنے پر پہلے کچھ نہ ملتا تھا۔ عربوں کا پرانا قانون تھا "کسی بھی ایسے آدمی کو جو دوسرے پر حملہ کرنے میں بھالے کو اچھی طرح کام میں لانا نہ جانتا ہو کسی کی جائداد سے کوئی حصہ نہ ملے گا"* جن لوگوں کو رات دن ایک دوسرے سے لڑنا پڑتا تھا اُن میں اس طرح کا قانون قدرتی تھا۔ قرآن نے آگے کے لیئے مردوں، عورتوں اور بچوں سب کے الگ الگ حصے طے کر دیئے۔ (۴-۱۱؛ ۴-۱۷۶)۔

شادی کے لیئے عربوں میں اس سے پہلے کوئی خاص رشتہ منع نہ تھا۔

---

* قرآن - محمد علی - صفحہ ۲۰۱

یہاں تک کہ باپ کے مرنے پر اس کی بیویاں اس کے بیٹے کی ملکیت سمجھی جاتی تھیں۔ قرآن نے اِس پُرانے گندے رواج کو ہمیشہ کے لیئے بند کر کے طے کر دیا کہ کن کن رشتہ داریوں میں شادی کرنا منع ہی۔ (۴ - ۱۹، ۲۳)

سوا اپنی بیاہتا عورت کے کسی دوسری عورت کے ساتھ چاہے وہ غلام ہو یا کوئی بھی ہو، عورت مرد کا برتاؤ قرآن نے ہمیشہ کے لیئے ناجائز اور پاپ ٹھہرا دیا۔ (۴ - ۲۵ وغیرہ)

"ایشور چاہتا ہی کہ تم پر دیا کرے، پر جو لوگ اپنی خواہشوں اور واسناؤں کے پیچھے چلتے ہیں۔ وے چاہتے ہیں کہ تم ایشور سے بالکل پھرے رہو۔" (۴ - ۲۷)

ہر عورت کو جائز طریقوں سے دھن کمانے کا اور اپنے دھن کی خود مالک ہونے کا پورا حق دیا گیا۔

"اللہ نے اگر تم میں سے کسی کو دوسرے سے زیادہ دیا ہی تو اس کا لالچ مت کرو۔ جو کوئی آدمی جو کچھ کمائے گا وہ اُسی کا مال ہوگا اور جو کوئی عورت جو کچھ کمائے گی وہ اُسی کا ہوگا۔ اللہ سے دُعا مانگو کہ وہ تمھیں اپنی نعمتیں دے۔ سچ مچ اللہ سب جانتا ہی۔" (۴ - ۳۲)

پھر بھی عورتوں اور بچوں کے رہنے، کھانے پینے کا بندوبست کرنا مرد کا فرض بتایا گیا ہی اور ماں کا فرض بتایا گیا ہی کہ پورے دو سال تک بچّے کو دودھ پلائے۔" (۲ - ۲۳۳؛ ۴ - ۳۴)

اگر مرد عورت میں کوئی جھگڑا ہو تو قرآن کا حکم ہے کہ "ایک پنچ خاوند کی طرف سے اور ایک پنچ بیوی کی طرف سے بیٹھ کر دونوں میں صلح کرا دیں کیوں کہ اللہ ایسے میں مدد دیتا ہے" (۴ - ۳۵) - اور پھر سے میل کر لینا بہت اچھی بات ہے" (۴ - ۱۲۸) - اس پر بھی اگر کسی طرح دونوں میں نہ بنے تو قرآن خاص حالتوں میں اور کڑی شرطوں کے ساتھ طلاق کی یعنی چھوڑ چھٹی کی بھی اجازت دیتا ہے - لیکن کسی ایسی عورت کو طلاق نہیں دیا جا سکتا جس کے پیٹ میں بچہ ہو - (۶۵ - ۴) طلاق دی ہوئی عورت کے لیے اس کے گذر بسر کا ٹھیک ٹھاک کر دینا طلاق دینے والے کا فرض ہے - (۲ - ۲۴۱) " مرد کا فرض ہے کہ عورت کو انصاف اور نیکی کے ساتھ رکھے اور جب کسی طرح نہ بن سکے تو پریم کے ساتھ اور کھلے دل سے الگ کرے" (۱ - ۲۳۱ وغیرہ) - ساتھ ہی عورت کو طلاق مانگنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا مرد کو - لیکن طلاق کی اجازت ہوتے ہوئے بھی محمدؐ صاحب کی ایک بڑی مشہور حدیث ہے :-

"جتنی باتوں کی آدمی کو اجازت دی گئی ہے اُن سب میں اللہ کو سب سے زیادہ نفرت طلاق سے ہے" (ابوداؤد)

دونوں میں سے کسی ایک کے مر جانے پر مرد یا عورت دونوں کو دوسری شادی کرنے کی برابر اجازت قرآن میں ہے (۲ - ۲۳۴)

قرآن میں مرد کو ایک سے زیادہ' اور بہت سے بہت چار تک شادی

کرنے کی بھی اجازت ہے۔ لیکن جس آیت میں یہ اجازت دی گئی ہے وہ اُحد کی مشہور لڑائی کے ٹھیک بعد کی ہے۔ اُس وقت بہت سے مسلمان مرد لڑائی میں مر چکے تھے۔ بیواؤں اور یتیموں کی تعداد بڑھی ہوئی تھی بیواؤں کے لیئے اپنے یتیم بچوں کو پال سکنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ اُن سب کے گذر بسر کا کوئی ٹھیک بندوبست کرنا ضروری تھا۔ دیس میں عورتیں زیادہ تھیں اور مرد کم۔ آگے بھی اسی طرح کی لڑائیاں ہونے والی تھیں ان حالتوں میں جو آیت اتری وہ یہ ہے:۔

"اور اگر تمھیں یہ ڈر ہے کہ تم اِس کے بنا یتیموں کے ساتھ انصاف (یعنی اُن کی پرورش) نہیں کر سکتے تو جو عورتیں تمھیں ٹھیک ٹھیک جان پڑیں اُن میں سے دو کے ساتھ یا تین کے ساتھ یا چار کے ساتھ شادی کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تمھیں یہ ڈر ہے کہ تم اپنی اُن سب بیویوں کے ساتھ ایک سا انصاف کا برتاؤ نہ کر سکو گے تو صرف ایک کے ساتھ شادی کرو، یا جن کے ساتھ اب تک کر چکے سو کر چکے صرف ایک سے شادی کرنا تمھارے لیئے زیادہ ٹھیک ہے تاکہ تم دین یعنی دھرم کے سیدھے راستے سے نہ ڈگو۔" (۴-۳)

ایک اور جگہ لکھا ہے۔

"اور اگر تم چاہو بھی تو یہ تمھاری طاقت سے باہر ہے کہ کئی بیویوں کے ساتھ ایک سا انصاف کا برتاؤ کر سکو۔ ۴ - ۱۲۹)

اس طرح عرب کی ایک خاص حالت میں زیادہ سے زیادہ چار شادیوں کی اجازت دیتے ہوئے بھی قرآن ایک مرد کے لیے ایک عورت کے رواج کو ہی ٹھیک کہتا ہے۔

قرآن میں بدچلنی کو مرد اور عورت دونوں کے لیئے سخت گناہ بتایا گیا ہے۔ بدچلنی کی سزا یہ ہے کہ قصوروار کو سب کے سامنے سَو کوڑے لگائے جائیں۔ پاک مسلمانوں کے لیئے بدچلنی کرنے والے مرد یا عورت سے شادی کرنا منع کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی کسی عورت پر بدچلنی کا جھوٹا الزام لگانے کی سزا ۸۰ کوڑے لکھی ہے (۲۴- ۱ سے ۴)۔ ایشور سے یہ دُعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ آدمی کو شیطان کے پھندے گندی باتوں اور بدچلنی سے بچاوے اور اس کی زندگی کو پاک رکھّے (۲۴- ۲۱ وغیرہ) پاک جیون یعنی نیک چلنی کو کنوارے اور شادی ہوے لوگوں، مالکوں اور غلاموں سب کے لیئے ضروری بتلایا گیا ہے (۲۹- ۳۲، ۳۳)۔

قرآن کی جن آیتوں سے پردے کی بابت ہاں یا نہیں کا کوئی حکم نکل سکتا ہے وہ یہ ہیں:-

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ چادریں اوڑھ لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب ہوگا تاکہ وہ پہچانی جا سکیں اور کوئی انھیں تکلیف نہ دے اور اللہ معاف کر دینے والا اور دیادان ہے" (۳۳- ۵۹)

اے محمدؐ! جو مرد تمھاری بات پر ایمان لے آئے ہیں اُن سے (یعنی مسلمان مردوں سے کہہ دو کہ (آتے جاتے) اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں اور شرم سے کام لیں، اِس سے ان کا جیون زیادہ پاک رہ سکے گا۔ سچ مچ جو کچھ وے کرتے ہیں ایشور سب جانتا ہے۔

اور جو عورتیں تمھاری بات پر ایمان لے آئی ہیں اُن سے کہہ دو کہ (آتے جاتے) اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں، اور شرم سے کام لیں، اور اپنی سجاوٹوں (گہنے وغیرہ) کا دکھاوا نہ کریں، سوائے اُن سجاوٹوں کے جو اوپر دکھائی دیتی ہیں، اور اپنی چھاتیوں پر اوڑھنیاں ڈال لیا کریں، اور سوا اپنے خاوند، باپ، خاوند کے باپ، بیٹوں، خاوند کے بیٹوں، بھائیوں، بھائی کے بیٹوں، بہن کے بیٹوں، یا عورتوں، یا نوکروں، یا خواجہ مرد نوکروں، یا چھوٹے معصوم بچوں کے اور کسی کے سامنے اپنی سجاوٹوں کا دکھاوا نہ کریں اور پیر کو اس طرح دھرتی پر پٹک کر نہ چلیں کہ جو گہنے وغیرہ انھوں نے چھپائے ہیں وہ ظاہر ہو جائیں، اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کی پناہ لو تاکہ تمھارا بھلا ہو۔ (۲۴۔ ۳۰، ۳۱)

اس طرح قرآن میں نگاہ نیچی رکھنے اور شرم سے کام لینے کا مرد اور عورت دونوں کو ایک سا حکم ہے۔ عورتوں کو یہ بھی حکم ہے کہ اپنی سجاوٹ کی چیزوں کا دکھاوا نہ کریں۔ لیکن قرآن کے مطابق نہ عورتوں کا گھروں کی چار دیواری میں بند رہنا ضروری ہے اور نہ منہ اور ہاتھ یعنی اُن حصّوں کو

ڈھکنا ضروری ہے جو معمولی کام کاج، چلنے پھرنے میں "اُوپر دکھائی دیتے ہیں"۔

اچھے کاموں کے بدلے میں جنّت اور نجات (موکش) کا وعدہ قرآن میں عورت اور مرد دونوں کے لیئے بار بار کیا گیا ہے۔ (۳ - ۱۹۴؛ ۴ - ۱۲۴؛ ۹ - ۷۲؛ ۱۶ - ۹۷)

"سچ سچ جن مردوں نے اپنے کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے اور جن عورتوں نے اپنے کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے، جو مرد ایمان لائے ہیں اور جو عورتیں ایمان لائی ہیں، جو مرد اللہ کا حکم مانتے ہیں اور جو عورتیں اللہ کا حکم مانتی ہیں، جو مرد سچے ہیں اور جو عورتیں سچی ہیں، جو مرد صبر کرتے ہیں اور جو عورتیں صبر کرتی ہیں، جو مرد عاجزی (دینتا) سے کام کرتے ہیں اور جو عورتیں (دینتا) سے کام کرتی ہیں، جو مرد دان دیتے ہیں اور جو عورتیں دان دیتی ہیں، جو مرد روزے رکھتے ہیں اور جو عورتیں روزے رکھتی ہیں، جو مرد اپنی خواہش (کام واسنا) کو قابو میں رکھتے ہیں اور جو عورتیں اپنی خواہش کو قابو میں رکھتی ہیں، جو مرد اللہ کو بہت بہت یاد کرتے ہیں اور جو عورتیں اللہ کو بہت بہت یاد کرتی ہیں۔ اللہ نے اُن سب کے لیئے معافی اور بہت بڑا انعام تیار کر رکھا ہے"! (۳۳ - ۳۵)

جہاد

جہاد شبد قرآن میں الگ الگ شکلوں میں جگہ جگہ آیا ہے۔ جہاد[1] کے عام طور پر معنی یہ ہیں "کسی ایسی چیز کے ساتھ جو ٹھیک نہ ہو اپنی حد درجے کی طاقت لگا کر اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرنا"[1] یعنی کسی بھی کام میں "جد و جہد کرنا یعنی سخت کوشش کرنا"۔[2]

قرآن میں جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ آیا ہے، جس کے معنی ہیں "اللہ کی راہ میں کوشش کرنا"۔ اسلام کے شروع کے دنوں میں قریش کے ظلموں سے اپنی جان اور اپنے دھرم کو بچانے کے لیے جو مسلمان اپنے وطن مکے سے بھاگ کر حبش یعنی اتھوپیا چلے گئے تھے، ان کے اس کام کو قرآن میں "اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرنا" کہا گیا ہے۔ (۸-۷۲، ۷۴، ۷۵)

اس جہاد کا کسی قسم کے بھی ہتھیاروں یا لڑائی سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کے ظلموں کو بنا کسی قسم کا بدلہ لیئے شانتی اور صبر کے ساتھ برداشت کریں اور جہاں تک

۱۔ مفردات - امام راغب، تاج العروس

۲۔ غریب القرآن - مرزا ابو الفضل۔

بن پڑے تو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیں"

قرآن میں خود محمد صاحب کو اللہ نے کئی جگہ حکم دیا ہے کہ جن لوگوں نے ابھی تک تمھاری بات نہیں مانی یا جو مسلمان ہو چکے تھے اور پھر بھی سچے اور صاف دل سے تمھارا ساتھ نہیں دے رہے ہیں اُن سب کے ساتھ "جہاد" جاری رکھو یعنی پریم کے ساتھ انھیں سمجھانے بجھانے کی کوشش میں ڈھیل نہ آنے دو (۹۔ ۷۳؛ ۶۶۔ ۹)۔ یہاں بھی جہاد شبد سے کسی قسم کا کوئی واسطہ ہتھیار بند لڑائی سے نہیں ہے۔ خاص اُن مسلمانوں کے خلاف جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے، نہ کبھی کسی کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی اور نہ کبھی کسی نے ہتھیار اٹھائے۔

ان آیتوں کے بارے میں مولوی محمد علی نے قرآن کے انگریزی THE HOLY QURAN میں لکھا ہے:-

"یہاں جہاد کے معنی تلوار کی لڑائی کرنا" عربی زبان سے بالکل ناواقفیت ظاہر کرنا ہے۔

ایسے ہی پچیسویں سورت کی ۵۲ ویں آیت میں محمد صاحب سے کہا گیا ہے کہ۔ "لوگوں کے ساتھ قرآن کے ذریعے جہاد کبیرہ، یعنی زبردست جہاد کرو" جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان میں قرآن کی تعلیم پھیلاؤ اور انھیں سمجھاؤ؛ اس پر مولوی محمد علی نے لکھا ہے کہ۔

"اس آیت سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ جہاد شبد قرآن پاک

میں کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہ سورت مکے کے زمانے کی ہے اور اس کا جنگ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس آیت کے مطابق سچائی کا پرچار کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے وہ صرف جہاد ہی نہیں بلکہ "کبیر" یعنی "بڑا" جہاد ہے۔ ... قرآن کے سب ٹیکا کرنے والے جیسے بیضاوی، امام اسیرالدین، ابوحیان وغیرہ۔ اس آیت میں جہاد شبد کے یہی معنی کرتے ہیں[1]۔"

جو لوگ اپنے دشمنوں کے ظلم سے بچنے کے لیے بھاگ کر کسی دوسری جگہ چلے جاویں پر سچائی کو نہ چھوڑیں اور صبر کے ساتھ اپنے دھرم پر جمے رہیں، اُن کے اس کام کو بھی قرآن میں بار بار جہاد کہا گیا ہے۔ (۱۶ - ۱۱۰)۔ اسی طرح دان دینا، غریبوں اور یتیموں کو پالنا، دوسروں کی مدد کرنا، مصیبتیں سہنا، ان سب کو اللہ کی راہ میں جہاد بتایا گیا ہے۔ محمدؐ صاحب کی ایک مشہور حدیث ہے کہ "سب سے بڑا جہاد اپنے نفس پر قابو پانا یعنی اپنے غصے اور اپنی خواہشوں (واسناؤں) کو جیتنا ہے۔ اسی کو یعنی اپنے نفس پر قابو رکھنے کو ہی عربی زبان میں اور عام طور پر مسلم کتابوں میں "جہاد اکبر" یعنی سب سے بڑا جہاد مانا گیا ہے۔

مسلمانوں میں آج تک دھرم کے اس طرح کے کاموں، جیسے نماز پڑھنا، روزے رکھنا، دان دینا وغیرہ، میں بہت زیادہ وقت اور

۱۔ قرآن ۔ مولوی محمد علی ۔ صفحہ ۷۲۱

محنت خرچ کرنے کو "مجاہدہ" کہا جاتا ہے۔

جہاں تک جہاد شبد کا قرآن کے ساتھ تعلق ہے نیچے لکھی تین باتیں پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہیں:۔

(۱) قرآن میں جہاد شبد جگہ جگہ ایسے موقعوں پر آیا ہے جہاں ہتھیار اٹھانے یا لڑنے سے کسی طرح کا کوئی واسطہ نہیں ہے اور دھرم کے معاملے میں ہر جائز کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔

(۲) سارے قرآن میں کسی ایک ایسی جگہ بھی جہاں صاف صاف مطلب صرف لڑنے یا ہتھیار اٹھانے سے ہو جہاد شبد کو استعمال نہیں کیا گیا۔

(۳) خاص حالتوں میں قرآن کے اندر اپنے دھرم کی حفاظت کے لیے ہتھیار اٹھانے یا لڑنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ لیکن جہاں کہیں اس کا ذکر آیا ہے وہاں "جہاد" شبد استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ صرف "قتال" شبد استعمال کیا گیا ہے (۲۔۱۹۰ سے ۱۹۵، ۲۱۶؛ ۴۔۷۴، ۷۵، ۸۴، ۹۰، ۹۴؛ ۹۔۴۱)۔*

---

* اس مضمون پر مولوی چراغ علی کی کتاب "جہاد" اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "الجہاد فی الاسلام" خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہیں۔

عاقبت، آخرت، جنّت اور جہنّم

عاقبت اور آخرت - یہ دونوں شبد قرآن میں جگہ جگہ مرنے کے بعد کی زندگی یعنی پرلوک کے معنوں میں بھی آتے ہیں اور آدمی کے اچھے بُرے کاموں کے نتیجوں کے معنے میں بھی آئے ہیں۔ کئی جگہ "عاقبت" شبد اسی زندگی کے اندر آدمی کے اچھے اور بُرے کاموں کے اچھے اور بُرے نتیجوں کے معنے میں بھی آیا ہے (۱۰-۲-)۔

جنت (سورگ) اور جہنم (دوزخ یا نرک) ان دونوں کا بھی قرآن میں بہت جگہ ذکر آتا ہے۔ مسلمان عالموں کی رائے اس بارے میں الگ الگ ہے کہ جنت میں یا جہنم میں روح ہمیشہ کے لیئے رہتی ہے یا صرف کچھ خاص وقت کے لیئے۔ لیکن بہت سے بڑے بڑے عالم یہی کہتے ہیں کہ:-

"کسی روح کے ہمیشہ تک دوزخ میں رہنے کا خیال قرآن کے خلاف ہے ۱؎"

محمدؐ صاحب کی اس طرح کی حدیثیں بھی ہیں۔ جیسے:-

"سچ مچ ایک دن آوے گا جب کوئی آدمی دوزخ کے اندر نہ

رہ جاوے گا ؀۱"

قرآن کی کچھ آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے اندر جنت اور جہنم کے خیال آدمیوں کے اچھے اور بُرے کاموں کے نتیجوں کو صاف صاف دکھانے کے لیے صرف ایک تشبیہ " مثال یا النکار کے طور پر ہیں (۱۴:۲۴–۲۶، ۲۵، ۲۶)

اُوپر کی ان آیتوں کا ذکر کرتے ہوئے مولوی محمّد علی نے لکھا ہے کہ :-

" اس سے ہمیں اسلام کی جنت کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔ ہر نیک بات یا ہر نیک کام ایک اچھے درخت کی طرح ہے جو ہر موسم میں پھل دیتا رہتا ہے۔ یعنی جنت میں آدمی کو جو پھل ملیں گے اور جو ہر وقت اُس کی پہنچ میں رہیں گے وہ آدمی کے اپنے نیک کاموں کے نتیجوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہیں۔ جنت کے درخت اصل میں آدمی کے اپنے نیک کام ہیں جو درختوں کی طرح اس زندگی کے نیک کاموں کے روحانی نتیجوں کی شکل میں پھل دیتے رہتے ہیں۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ قرآن پاک میں جب کہ نیک کاموں کی مثال پھلدار درختوں سے دی گئی ہے، ایمان یعنی دھارمک وشواس کی مثال بار بار پانی یا نہروں سے دی گئی ہے۔ ہماری جسمانی زندگی پانی ہی سے نکلی ہے۔

۱- کنزالعمال ۷ جلد ۷- صفحہ ۲۴۵

اسی سے قائم ہے۔ اسی لیے قرآن میں جب کہ نیک آدمیوں کے لیے ہمیشہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایمان لائے ہیں اور نیکی کرتے ہیں، جنت کو ہمیشہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک باغ ہے جس میں نہریں بہتی ہیں: یہاں نہروں سے مطلب ایمان یعنی وشواش سے ہے اور باغ کے درختوں سے مطلب آدمی کے نیک کاموں سے ہے! *۱

قرآن کی ۴۷ ویں سورۃ یعنی سورۃ محمدؐ میں جہاں جنّت کے اندر طرح طرح کی نہروں اور ہر طرح کے پھلوں کا اور جہنّم کے اندر کھولتے ہوئے پانی کا ذکر کیا گیا ہے وہاں بھی اس سب کو صرف "مثل" یعنے مثال بتایا گیا ہے۔ (۴۷-۱۵)۔

کہیں کہیں ان دکھوں کو جنھیں لوگ اس دنیا کے اندر بُرے کاموں کے پھل کی شکلوں میں بھوگ چکے ہیں جہنم کی آگ بتایا گیا ہے۔ (۴۷-۶)۔

کئی جگہ نیک کاموں کے بدلے میں اسی دنیا کے باغوں وغیرہ کو "جنّت" نام دیا گیا ہے (۵۵-۴۶)۔ محمدؐ صاحب کی ایک مشہور حدیث ہے جس میں انھوں نے مصر، عراق اور ایران کے دریاؤں کو "جنّت کی نہریں" کہا ہے۔ *۲

جنّت کے ساتھ "حور" کا لفظ بھی قرآن میں کم سے کم چار جگہ آیا

*۱۔
*۲۔ شبلی جلد ۲، صفحہ ۳۵۱

ہی۔ حور شبد "حور" پُلنگ یعنی مذکر اور "حورا" استری لنگ یعنی مؤنث دونوں کی جمع (بہوبچن) ہی، اور مرد اور عورت دونوں کے لیئے آتا ہی۔ جنت کا وعدہ بھی قرآن میں نیک مردوں اور نیک عورتوں دونوں کے لیئے ایک ہی طرح کیا گیا ہی۔ جن شبدوں میں کئی جگہ حوروں کا بیان ہی اُن سے معلوم ہوتا ہی کہ دنیاوی خواہشوں یا واسناؤں کے ساتھ حور لفظ کا کوئی واسطہ نہیں ہی۔ (۴۴-۵۴ : ۲۷-۳۷ ؛ ۴۸ ؛ ۵۶-۳۶)

"ظاہرا دیکھنے میں حور شبد سے جو ایک عورت کا بیان معلوم ہوتا ہی، وہ اصل میں اس زندگی کے کاموں کے نتیجوں کا بیان ہی جو لفظ کام میں لائے گئے ہیں وے دونوں طرف لگ سکتے ہیں۔ یہ روحانی برکتیں ہیں جنھیں موٹے جسمانی ڈھنگ سے دکھایا گیا ہی۔ قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ موت کے بعد کی زندگی یعنی پرلوک میں مرد عورت کا اسی طرح تعلق رہتا ہی۔ جن برکتوں (اچھی چیزوں) کا وعدہ کیا گیا ہی۔ وہ اور چاہے کچھ بھی ہوں یا نہ ہوں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیئے ایک برابر ہیں۔ ان کی بابت پکی بات صرف یہی کہی جا سکتی ہی کہ اس زندگی کے جسمانی سُکھوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، دونوں چیزیں دو بالکل الگ الگ طرح کی چیزیں ہیں

محمدؐ صاحب کی ایک حدیث ہی:-
"اللہ کہتا ہی کہ اپنے نیک بندوں کے لیئے اللہ نے جو نیک پیں تیار کر رکھے ہیں ان کا نہ ان آنکھوں کے دیکھنے سے کوئی تعلق ہی، نہ ان کانوں کے سُننے سے اور نہ انسانی دل یا دماغ کے کسی احساس انھبو یا کلپنا سے" (بخاری)

قرآن کو غور سے پڑھنے پر کم سے کم ایک رائے یہ ضرور ہوسکتی ہی اور اس کے لیئے کافی گنجائش ہی کہ قرآن کے اندر جنت اور جہنّم کے خیال صرف مثال کے طور پر ہیں اور جسمانی سُکھ دُکھ کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ نہیں ہی۔

جنت کے معنی عربی میں "باغ" یعنی آرام کی جگہ ہیں اور "جہنم" یروشلم کے پاس کا وہ محلّہ تھا جہاں کسی زمانے میں آگ کی پوجا کرنے والے رہا کرتے تھے۔ "جہنم" کا مطلب "آگ" یا تکلیف کی جگہ" ہی۔ "دوزخ" فارسی شبد ہی جس کا وہی نکاس ہی جو سنسکرت "دُکھ" کا۔ فارسی شبد "فردوس" انگریزی "پیراڈائز" اور سنسکرت "پرادیش" ایک ہی شبد ہیں۔ پُرانے ایرانی اپنے شہر سے باہر کے باغوں کو "پرادیشں" یا "پردوس" کہا کرتے تھے۔ اسی سے "فردوس" اور "پیراڈائز" بنے۔

کوئی نہیں ھے غیر

کوئی نہیں ھے غیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر

ھندو مسلم سکھہ عیسائی
دیکھہ سبھی ھیں بھائی بھائی
بھارت ماتا سب کی ماتا
یہ دھرتی ھی سب کی مائی
مت رکھہ من میں بیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر
کوئی نہیں ھے غیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر

بھارت کے سب رھنے والے
کیسے گورے کیسے کالے
چھوت اچھوت کے جھگڑے پالے
پڑ گئے جس سے جان کے لالے
کاھے کا یہہ بیر!
بابا کوئی نہیں ھے غیر
کوئی نہیں ھے غیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر

رام سمجھہ رحمان سمجھہ لے
دھرم سمجھہ ایمان سمجھہ لے
مسجد کیسی مندر کیسا!
ایشور کا استھان سمجھہ لے

کر دونوں کی سیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر
کوئی نہیں ھے غیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر
سوچیگا کس پن میں بابا!
کیوں بیٹھا ھے بن میں بابا!
خاک ملی کیوں تن میں بابا!
ڈھونڈھ لے اس کو من میں بابا!
مانگ سبھوں کی خیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر
کوئی نہیں ھے غیر
بابا! کوئی نہیں ھے غیر